A High Class Spiritual Magazine

Estd. 1934

'OM'

DELHI.

KRISHAN ANK 1966

PRICE. Rs. 3/-





ہر موسم میں ہر گھڑی اپنے کام پر مستعد

چاہے بارش ہو یا دھوپ، دِن ہو یا رات، شام لال اپنے کام پر مستعد رہتا ہے۔ لیکن نام میں کیا رکھا ہے ـــــ وہ تو محکمۂ ڈاک و تار کا ایک فرد ہے۔

ہمارا شام لال ایک پوسٹ مین ہو سکتا ہے، تار لے جانے والا ہرکارہ ہو سکتا ہے، ریلوے میل سروس میں چٹھیاں چھانٹنے والا ہو سکتا ہے، تار بابو ہو سکتا ہے۔ ایک کلرک ہو سکتا ہے۔ یا پھر محکمۂ ڈاک و تار میں کام کرنے والے ساڑھے چار لاکھ کارکنوں میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ ان کارکنوں میں سے بیشتر رات دن اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہتے ہیں۔

بھارتی محکمۂ ڈاک و تار ملک بھر میں ۹۴۰۰۰ ڈاک گھر، ۸۰۰۰ تار گھر اور ۲۲۰۰ ٹیلی فون ایکسچینج (۶ر۷ لاکھ ٹیلی فون) چلاتا ہے۔ ملک بھر میں روزانہ ۱۸۰ لاکھ چٹھیاں، پارسل وغیرہ ڈاک سے بھیجے جاتے ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ تار دیئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار ٹرنک کالیں کی جاتی ہیں۔

شام لال کا کام روز مرہ کا کام ہے۔ پھر بھی وہ اسے پوری ذمہ داری اور لگن سے کرتا ہے۔ اُسے اپنا کام ہوشیاری اور اہلیت کے ساتھ کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔ تعاون ملنے پر وہ آپ کی خدمت اور بہتر ڈھنگ سے کر سکے گا۔

ہمیں بہتر خدمت کا موقع دیجئے



محکمۂ ڈاک و تار



رسالہ "اوم"　　جاری شدہ ۱۹۳۴ء



دھارمک رسالہ "اوم" دہلی کا

سالنامہ

کرشن انک

جنوری سنہ ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر۔ گورکھ ناتھ نندہ

فی کاپی
تین ۳
روپئے

سالانہ چندہ
Rs. 8/50
ساڑھے آٹھ روپیہ

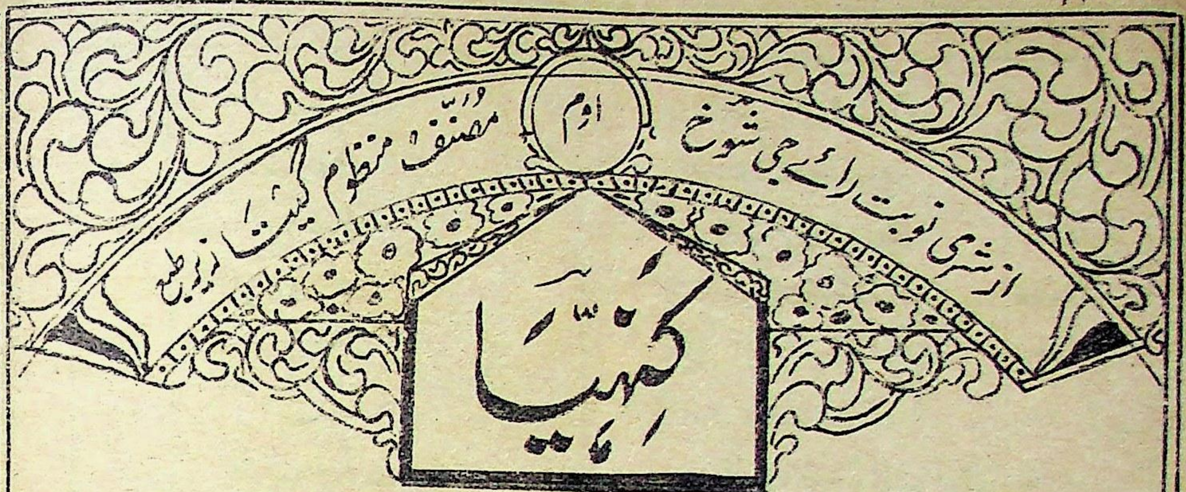
ممالک غیر سے
Rs. 14/-
چودہ روپئے

نوٹ۔ سالنامہ کرشن انک جنوری اور فروری سنہ ۱۹۶۶ء یعنی دو ماہ کا پرچہ تصور کیا گیا ہے، ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ ناظرین اسکے لئے فضول خط و کتابت نہ کریں۔

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر، پبلیشر و پروپرائٹر نے سود لیتھو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

دھارمک رسالہ "اودم" دہلی کا کرشن انک جنوری سنہ ۱۹۶۶ء

فہرست مضامین جنوری سنہ ۱۹۶۶ء



کنہیا

بسے ہیں جب سے ہمارے دل کے کنول میں غنچہ دہن کنہیا ※ زبان پن پن کے جپ رہا ہے ہمارا ہر موئے تن کنہیا

ہمارے قلبِ حزیں کے اندر وہ چاند لاکھوں ہوئے منور ※ وہ جگمگا اٹھا دل کا مندر ہے وہ جلوہ فگن کنہیا

جو لیتا رہ ترے قدم ہے جو تیرے قدموں پہ ہوتا خم ہے ※ تو اسکا بت وہ ترا صنم ہے تو جان ہے تو وہ تن کنہیا

فقیر گو تیرا بے نوا ہے مگر غنی سے کہیں سوا ہے ※ بجا تو یوں ہے وہ خود خدا ہے عجب ہے تیری لگن کنہیا

تو ہی چمکتا ہے بحر و بر میں تو ہی لہکتا ہے ہر شجر میں ※ ہر ایک ذرہ مری نظر میں ہے برندابن کا چمن کنہیا

نہیں فریبِ نظر کے دھوکے ہیں سارے جلوہ ترے ہنر کے ※ تو سب سے بالا بھی سب میں ہو کے یہاں تری اک کرن کنہیا

نہ شوخ دولت کا تجھ سے طالب نہ شوخ جنت کا تجھ سے طالب

ہے شوخ رحمت کا تجھ سے طالب دیال ہو من ملن کنہیا

اوم

سری کرشن آئینہ

شریمد بھگوت گیتا میں سری کرشن چندر کا

"بھگتی یوگ"

(گیتا کا بارھواں ادھیائے)

(از شریمان سنت ہری سنگھ جی)

ध्यानाभ्यासवशी कृतेन मनसा तान्निर्गुणं निष्क्रियं।
ज्योति: किंचिन योगिनो यदि परं पश्यन्ति पश्यन्तु ते ।।
अस्माकं तु तदेव लोचन चमत्काराय भूयाच्चिरं।
कालिन्दी पुलिनेषु कत्कि मपि तन्नील महोधावति ।।

مطلب :- یوگی لوگ اگر دھیان ابھیاس سے من کے اوپر قابو پا کر ہردے کے اندر کسی نرگن اور اشکریہ جیوتی کا درشن کرتے ہیں تو بھلے ہی کرتے رہیں۔ مگر ہمیں تو ان نیتروں کے اندر جنیہ آنند کے لئے جمنا کی ریتلی بھومی پر وہی نیلم اور تیجو مئے جیوتی مطلوب ہے۔ (جسے بھاگوت بھگتوں نے سری کرشن کے نام سے یاد کیا ہے۔)

شریمد بھگوت گیتا درحقیقت ایک مکمل شاستر ہے۔ جس کے اندر سارے ویدوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ جس طرح ویدوں میں کرم کانڈ اور گیان کانڈ تین کانڈ بتلائے گئے ہیں۔ عین اسی طرح بھگوت گیتا میں کرم بھگتی اور گیان تینوں چیزوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس کے جملہ اٹھارہ ادھیائے ہیں۔ جن کے اندر تین شٹک ہیں۔ اور ہر ایک شٹک چھ ادھیائے کا ہے۔ چنانچہ ان شٹکوں میں ایک سلسلے کے ساتھ کرم بھگتی اور گیان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یوں بھگوت گیتا مکمل طور پر بالکل وید مئی ہے۔ ویدوں کا کرتا اگر ایشور ہے تو اس بھگوت گیتا کا بھی نرماتا ایک دوسری شکل میں سری کرشن پرماتما ہی ہے۔ اور ٹھیک اسی اعتقاد اور شردھا سے اسکو سمجھنا چاہیے۔ مختصر الحال ہم اس کا مکمل ترجمہ نہیں کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ گیتا شاستر ایک نہایت وسیع اور پُر معنی فلسفہ ہے جس کی گہرائی کو پانا مشکل ہی نہیں بلکہ امر ناممکن ہے۔ تاہم اس پر جتنا بھی غور و خوض کیا جائے تھوڑا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آسمان کو کتنا ہی لمبا چوڑا اور اونچا ہوتا ہے۔ کہ اس کی انتہا پانا صحیح الفاظ میں قطعی طور پر ناممکن ہے۔ تو بھی پرندے ہمیشہ اسی میں اُڑا کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی ہمت سے اونچے بھی دوہ

یوں ہم بھی فقط اپنے ہی من کی شانتی کے لئے اس بھگوت گیتا میں بتلائے ہوئے بھگتی یوگ کو اوم پیاروں کیلئے پیش کریں گے۔ اغلب ہے کہ یہ طالبان حق کے لئے کسی حد تک کارآمد اور مفید ثابت ہو۔ مگر یاد رہے کہ اس بھگتی یوگ کو بھی ہم مختصر طور پر واضح کر سکیں گے تفصیل کے ساتھ نہیں۔ تفصیل کیلئے تو وہاں چھ ادھیاؤں کا ایک مکمل شٹک بیان ہوا ہے۔ مگر ہم فقط اس کے بارھویں ادھیائے کو ہی جس کا نام بھی "بھگتی یوگ" ہے اس وقت لیں گے ممکن ہے کہ اس سے ہم سارے بھگتی شٹک کے بھاؤ کو ہی ناظرین کے سامنے رکھ سکیں۔ اب ہم اس کے ترجمہ کے لئے پہلے اس ادھیائے کی بھومکا کرتے ہیں۔

मत्कर्मकृन्मत्परमो मद्भक्तः सङ्गवर्जितः ।
निर्वैरः सर्व भूतेषु यः स मामेति पाण्डव ॥ गी० ११-५५ ।

مطلب:۔ میرا بھگت میرے لئے ہی کرم کرنے والا میرے پرائن ہوا نیز جملہ پرانیوں سے پریم رکھتا ہوا آخر مجھ کو ہی پراپت کرتا ہے۔ بھگوت گیتا کے پچھلے گیارہویں ادھیائے کا یہ آخری شلوک ہے۔ اس میں سارے گیتا شاستر کا نچوڑ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کئی بار وہاں دہرایا گیا ہے۔ تو بھی عام لوگوں کے لئے گو اس کا پڑھنا کتنا آسان ہے۔ مگر مطلب نہایت ہی مشکل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ گیتا کے اندر بتلائے ہوئے اور جگہ جگہ دہرائے ہوئے شری کرشن کے "میں" پد والے اہنگ شبد کی ماہیت اور اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعض انجان تو کھلا یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں کر یہ سری کرشن اپنی نسبت جگہ جگہ کہتا ہے۔ "میں ایشوروں کا تمام جگت کا کرتا ہوں۔ سری کرشن کی شان میں سرو گیہ اور سرو شکتی ہوں۔ اے ارجن! تو میری ہی شرن میں آجا۔ میں تجھے تمام پاپوں سے مکت کر دوں گا۔ اس قسم کے اشو دھا بدن اور ناستکتا سے بھرے ہوئے الزامات لگاتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ بھگوان کے ایسے بیان واقع میں ایک صحیح اور ایک گہرے سدھانت پر مبنی ہیں۔ واقع میں جو عین ایشور اور پرماتما ہے۔ وہ اپنی نسبت اگر ایسے الفاظ کہتا ہے تو اس میں مضائقہ ہی کیا ہے۔ وہاں اگر وہ خود ایشور ہو کر اور اور جیووں کی مانند بولتا تو ایک گناہ تھا۔ مگر نہیں وہ پرماتما ہو کر آپ کو پرماتما بتلاتا ہے۔ اور یہ بجا ہے۔ اس لئے سری کرشن کو عین پرمیشور جانو اور اس کی تصنیف بھگوت گیتا کو بھی اسی طرح صحیح اور سچا تصور کرو۔

جس طرح بھگوت گیتا کے اندر اور اور جگہ سری کرشن کے "اہن" "اسمی" یعنی "ہنگ" "پد" میں شبہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس اوپر بتلائے ہوئے شلوک میں بھی سندیہ ہے۔ درحقیقت بھگوان کا مطلب "میں" پد سے کیا ہے۔ کیا نراکار۔ نرویشیش۔ نراپادھک۔ بے حس و حرکت اور بے چون و چرا پرماتما کی ذات سے مراد ہے یا ساکار۔ ساویشیش۔ ساپادھک اور تمام نام اور صورت والے سگن پرماتما سے مطلب ہے۔ اور یہ درست ہے کہ بھگوت گیتا کے اندر ان دونوں کا نروپن جگہ جگہ ہوا ہے۔ مثلاً

बहूनां जन्मनामन्ते ज्ञानवान्मां प्रपद्यते ॥

یعنی بہت جنموں کے آخر میں گیان وان ہو کر مجھ کو پاتا ہے۔ تو یہاں شدھ نراکار وستو کا ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح پھر

नाहं वेदैर्न तपसा न दानेन न चेज्यया ।
शक्य एवंविधो द्रष्टुं दृष्टवानसि मां यथा ॥ गी० ११-५३ ॥

ارتھات اے ارجن جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے۔ ایسا نہ میں ویدوں کے پڑھنے سے۔ نہ تپ سے۔ نہ دان سے اور نہ ہی بڑے بڑے یگیوں کے کرنے سے بھی پایا جاتا ہوں۔

تو یہاں ساکار وراٹ سروپ کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ شلوک بھگوت گیتا میں ویراٹ درشن کے آخر میں ملتا ہے۔ یوں دونوں سگن اور نرگن روپ بھگوان کے بیان ہوئے ہیں اور چونکہ دونوں ہی بھگوت وائیہ ہیں اس لئے جب تک ادھیکاری کے بھید سے ان کی ویوستھا نہ لگائی جائے ان میں باہم اختلاف کے ممکنات ہوں گے لہٰذا ان ہر دو کے ہی تفصیلات کے ساتھ بیان کیلئے یہ بارھواں ادھیائے شروع ہوتا ہے اور اس کے اندر گیتا کے اچاریوں کی رائے بھی ہے جنہوں نے اس ادھیائے کی بھومکا کرتے ہوئے بتلایا کہ فقط نرگن اور سگن اپاسناؤں میں اعلیٰ اپاسنا جاننے کی غرض سے ہی اسے کہا گیا ہے۔ چنانچہ وہ شلوک یہ ہے۔

निर्गुणोपासनस्यैवं सगुणोपासनस्य च।
श्रेयःकतर दित्येवं निर्णेतुं द्वादशोद्यमः॥

یعنی نرگن اور سگن اپاسنا کے اندر اعلیٰ اپاسنا کون ہے۔ اس لئے وہی یہ بارھواں ادھیائے شروع کیا جاتا ہے۔ اب اسی ہی جگیاسا کو لئے ہوئے ارجن پوچھتا ہے۔

अर्जुनोवाच
एवं सतत युक्ता ये भक्तास्त्वां पर्युपासते
ये चाप्यक्षरमव्यक्तं तेषां के योगवित्तमाः॥ १॥

مطلب۔ اس طرح نرنتر یکت ہو کر جو بھگت تمہیں اپاستے ہیں نیز جو اکھشر اور اویکت کے اپاسک ہیں (اے سری کرشن) ان کے اندر کون زیادہ یوگ کو جاننے والے ہیں۔

تشریح۔ یہاں ارجن کا مطلب فقط اس سگن روپ سے ہے جسے اس نے بھگوان سے ہی ملی ہوئی دویہ درشٹی سے دیکھا تھا۔ یعنی جو ایشور کا وراٹ روپ تھا۔ اور جس کے اندر ہزاروں سر۔ ہزاروں آنکھ۔ ہزاروں کان۔ ہزاروں ہاتھ اور پیر تھے۔ جس میں سورج چندرما پانی، آگ، ہوا۔ اور آکاش کے وستار تھے جس میں جملہ لوک اور پرلوک کی سرشٹیاں اور ان میں رہنے والے پرانیوں کے سموہ تھے۔ غرضیکہ جس وراٹ سے الگ تمام جگت کا کوئی جداگانہ وجود نہ تھا۔ بس اسی سروپ کی نسبت یہاں ارجن پوچھتا ہے۔ اس لئے یقین کرو کہ یہاں فقط مرلی منوہر یا مکٹ کنڈل اور پیتامبر دھاری یا فقط ایک انسان کے سے لباس سے ظاہر ہونے والے ویکتی سے مطلب نہیں ہے۔ چنانچہ ارجن پوچھتا ہے کہ اے بھگوان جو نرنتر یکت ہو کر آپ کی اس طرح اپاسنا کرتے ہیں۔ یعنی جملہ عالم کو آپ کی ہی تصویر سمجھتے ہیں۔ آپ سے الگ کسی نام اور صور کی ہستی کا اقرار نہیں کرتے اور سروتر سم درشٹی کو لئے ہوئے راگ و دویش سے رہت ہوتے ہیں۔ کیا وہ سریشٹ ہیں یا وہ اعلیٰ ہیں جو آپ کو اکھشر اور اویکت جان کر بھجن کرتے ہیں۔ اکھشر اور اویکت ناموں سے بھی مطلب اس نرآکار پرماتما سے ہی ہے۔ جیسے ویدوں کی شرتیاں۔

अस्थूलमनण्वह्रस्वमदीर्घमलोहितम्॥

یعنی اکھشر پرماتما نہ ستھول ہے نہ سوکھشم ہے نہ چھوٹا ہے نہ لمبا ہے۔ اور نہ ہی کسی گن والا ہے اتیادی روپ سے بیان کرتی ہیں۔ یا سنسکرت ویاکرن کی رو سے न क्षरति इति अक्षरः॥ یعنی جس کا ناش نہیں ہوتا وہ اکھشر ہے۔ اس اوپانشی نیز ست تو کا ہی بیان ہوا ہے۔ گو سگن اور نرگن سروپ کے اندر کوئی ذاتی تفاوت نہیں تاہم اتنا بھید ضرور ہے کہ سگن سروپ تو جملہ نام اور صور کی اپادھی کے ساتھ ہے۔ مگر نرگن ان ہر دو کے بغیر ہے۔ اور یہ بھی امر صحیح ہے کہ ان دونوں

کے اندر بھی سگن وگرہ ناٹک اور مٹھیا ہے۔ اور نرگن سچا۔ تو بھی اُپاسنا کی غرض سے پہلے پہل سگن ایشور ہی مانا جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نرگن تتو میں چنتن کے لئے کسی آلمبن کے نہ ہونے سے فی الفور کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ بھی سچ ہے جب تک سگن برہم کی اُپاسنا نہیں ہوتی۔ قلب صاف نہیں ہوتا۔ اور نرگن کی گرفت آدمی سے کوسوں دور رہتی ہے۔ ایشور اُپاسک نرگن تتو میں پرویش پانے کے لئے خواہ کتنا ہی سر پٹکے مگر اس کے لئے کہ جس کا ہردے صاف نہیں نرگن کی کتھا ایک نا ممکن سوال ہے۔ بلکہ ایسی بات کو صاف کرنے کے لئے ہی تو انتریامی ہری کرشن نے ارجن کو پریرنا دی کہ وہ ان سگن اور نرگن کی گتی پوچھے۔ چنانچہ اس کے سمادھان کے لئے اور ارجن کا فقط سگن ودیا میں ہی ادھیکار جان کر بھگوان نرگن اُپاسکوں کی نسبت سگن اُپاسک کو سریشٹھ اور اعلیٰ تبلاتے ہوئے بولے۔

श्री भगवानोवाच ।

मय्यावेश्य मनो ये मां नित्ययुक्ता उपास्ते ।
श्रद्धया परयो पेतास्ते मे युक्ततमा मताः ॥२॥

مطلب۔ اے ارجن جو ادھیکاری اپنے من کو مجھ سگن برہم میں ایکاگر کر کے نت یکت ہو کر نیز ستا کی پرم شردھا سے ملے ہوئے میرے ساکار روپ کا چنتن کرتے ہیں۔ وہ مجھ پر میشور سے زیادہ یکت مانے گئے ہیں۔

تشریح:۔ ہردے کی طرح باہر بھی جس کسی وستو میں سمادھی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ سمادھی ماتر کا سہارا کوئی نہ کوئی چیز ہونی لازمی ہے اس لئے وہ سمادھی ہردے کی طرح باہر بھی کسی نہ کسی روپ میں ہو سکتی ہے۔ سگن اُپاسک کی چونکہ سب و نام روپ جگت کے اندر برہم بھاونا ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی سمادھی اُسے خود بخود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جہاں وہ کوئی خوبصورت اور پُر رونق چیز کو دیکھ پاتا ہے۔ فی الفور سماہت ہو جاتا ہے۔ چونکہ نرگن اُپاسنا میں چنتن کے لئے کوئی خاص آلمبن نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں لو بر... باذہ اور اباذہ کیا جاتا ہے۔ اس سبب اس کی بنسبت سگن اُپاسنا بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھگوان بھی ارجن کے تائیں نرگن اُپاسک کی بنسبت سگن اُپاسک کو سریشٹھ اور اعلیٰ تبلا رہے ہیں۔ ورنہ یہ امر واقع نہیں کیونکہ حق یہ ہے کہ جب سگن اُپاسنا کے پھل لگنے پر آدمی نرگن ودیا میں پرویش کر جاتا ہے۔ بھلا وہ کب اور کس طرح ہلکی اور ادنیٰ سمجھی جا سکتی ہے۔ یہ فقط ارجن کے نیز اور اور لوگوں کے ادھیکار کی ضرورت کو انوبھو کر کے ہری کرشن نے ایسے کہا ہے۔ اور اسی کو اصطلاحات کے اندر अर्थ वाद بتلایا ہے۔ اس لئے حقیقت پسند کو اس جواب سے کبھی گمراہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ فلسفہ گیتا کے اندر اگر کچھ مشکلات ہیں تو وہ یہی ہیں کہ انجان فقط اس کے کسی ایک "نقطہ" کو دیکھ کر اور اگلے پچھلے تمام مضمون کو نظر انداز کر کے فی الفور یک طرفہ فیصلہ دے دیتا ہے لیکن دانا وہ ہے جو اس کے ہر ایک پہلو کو سوچتا ہوا صحیح اور درست راستہ اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخر سچ کو پا لیتا ہے۔ اس لئے ناظرین بھی ہر چند خیال رکھیں کہ اُن کو بھی ایسا مغالطہ نہ لگ جائے۔

بھومکا:۔ مگر کیا اکشر اور اویکت کے اُپاسک سریشٹھ نہیں۔ اور کیا وہ آپ کو پراپت نہیں کرتے۔ اس پر اگلے دو شلوک کہے جاتے ہیں۔

ये त्वक्षर मनिर्देश्यमव्यक्तं पर्युपास्ते ।
सर्वत्र गमचिन्त्यं च कूटस्थ मचलं ध्रुवम् ॥३॥

جاری شدہ سنہ ۱۹۳۲ء

چندہ سالانہ
ساڑھے چھ روپے
۶/۸/۰

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ

رسالہ اوم دہلی

فہرست مضامین شانتی انک سنہ ۱۹۶۱ء

ممالک غیر سے
ساڑھے آٹھ روپے
۸/۸/۰

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنے
۰/۸/۰



روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک
رسالہ ”اوم“ دہلی
”شانتی انک“ بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء

بھومکا

پریم کیا جس نال پیارے اُس پیارے نُوں پایا
بنا پریم نہ ملدا پیارا وید گرنتھ یہ گایا

بھگوان پریم رُوپ ہیں بلکہ پریم ہی بھگوان ہیں۔ جن پُرشوں کی چِد جڑ گرنتھی یعنی ہردیہ گرنتھی ٹُوٹ گئی ہے یا یُوں کہیں کہ جن کا ہردیہ رُوپی شیشہ مل اور وکشیپ رُوپی میل سے صاف ہو گیا ہے اور جن بھاگ شالی پُرشوں نے چِتشدھ سادھن (وویک ویراگ کھٹ سمپتی و موکھ اچھا) کی منازل کو طے کر لیا ہے وہی بھگوان کے نزدیک پہنچے ہیں۔ سب وید شاستر گرنتھ یہی پکارتے ہیں کہ وہ پریم اور مجسمہ بھگوان ہر ایک کے ہردیہ رُوپی مندر میں نواس کر رہے ہیں۔ اگر آپ اُن کے ساکشات درشن کرنا چاہتے ہیں تو ہردیہ کے اُوپر جو پانچ پردے ہیں اُن کو اُٹھا کے سچدانند سروپ کے درشن کرو۔ اَن مے، پران مے، منو مے، وگیان مے اور آنند مے یہ پانچ پردے ہیں جن کو جگیاسو پُرش نے گیان دوارا ہٹا کر اُس پیارے کے چرن کملوں میں پہنچ جانا ہے۔ شاستر کاروں نے اس راستہ کو سات منازل میں یُوں بیان کیا ہے جن کو سات بھومکا بولتے ہیں۔ شُبھ اچھا، شُبھ وچارنا، تنو مانسا، ستوا پتی اسنسکتی، پدارتھ ابھاونی، ترِیا۔ پہلے جگیاسو اس سنسار کے پدارتھوں اور سکھوں کو ناشوان سمجھتا ہوا یہ اچھا کرتا ہے کہ اس کو ایسا سکھ ملے جس کا کبھی ناش نہ ہو، دوسرے معنوں میں وہ آنند سروپ بھگوان کی پراپتی کی خواہش کرتا ہے اس کا نام شُبھ اچھا ہے۔ بس یہاں سے ہی اس کی منزل شروع ہو جاتی ہے اور وہ پرمارتھ کے راستہ کو آہستہ آہستہ طے کرنا شروع کر دیتا ہے جب وہ اپنے ابھیاس اور یتن سے (یا یُوں کہیں کہ مہاتما لوگوں کی سنگت اور ست شاستر کے وچار سے) چار منازل طے کر کے پانچویں اور چھٹی بھومکا میں اپنا آسن جما لیتا ہے تب وہ بھگتی اور گیان کے اصل مفہوم کو پا کر ایک ایسے عجیب و غریب رنگ میں رنگا جاتا ہے کہ جس کا اندازہ عام دُنیادار نہیں کر سکتے۔ جیسے خوابِ غفلت کی نیند میں سویا ہوا پُرش جاگرت اوستھا والے پُرش کے متعلق کچھ واقفیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح وہ مہاتما پُرش دُنیا دی لوگوں سے کہیں کوسوں دُور چلا جاتا ہے اور وہ لوگ اس کی اوستھا کا ٹھیک اندازہ کرنے کے اسمرتھ ہوتے ہیں۔

या निशा सर्वभूतानां तस्यां जागर्ति संयमी।
यस्यां जाग्रति भूतानि सा निशा पश्यतो मुनेः ॥ गीता २-३१ ॥

سمپورن بھوت پرانیوں کے لئے جو رات ہے اُس نِتیہ شُدھ بودھ سروپ پرمانند میں بھگت کو پراپت ہو کر پُرش جاگتا ہے اور جس ناشوان چھن بھنگر سنسارک سُکھ میں سب بھوت پرانی جاگتے ہیں تتّو کو جاننے والے مُنی کے لئے یہ رات ہی ہے (گیتا ادھیائے ۲ شلوک ۶۹) عام سنساری لوگ ایشور سے بے مُکھ ہو کر اپنے منش جنم کو وِشے وِکاروں میں صرف کر کے کوڑیوں کے مول لُٹا دیتے ہیں لیکن ایشور بھگت اب اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں سے پھر گرنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ جُوں جُوں اس کو آنند اور سرور کی جھلکیں آتی ہیں۔ وہ مست اور بیخود ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اس پنج بھوتک دیہہ کو گیان اگنی میں جلا دیتا ہے بھوت بھوشت اور ورتمان جاگرت سُپن اور سُکھوپتی اسکھ دُکھ اہنکار شوک وغیرہ کو وہ اپنے سروپ میں نہیں دیکھتا۔ اپنے سروپ کو وہ اٹول اور نِسچل محسوس کر کے آٹھوں پہر اُسی میں ہی غرق رہتا ہے۔ دُنیا کے لوگ اُس کو پاگل کہیں یا اُس کے شریر کو کشٹ دیویں۔ اُس کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ ایسے جیون مُکت پُرش کی پراربدھ انوسار شریر یاترا خود بخود ہوتی ہے۔ اُس کو کوئی چیشٹا نہیں کرنی پڑتی۔ ایسے پُرش کے کاریہ سکام اور نشکام دونوں حالتوں سے مُبرا ہو جاتے ہیں بلکہ اُس کے تمام کام ایشوری کام ہی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو پرشوتم پرم کی انتیہ اور اننت آنند لیلا کا ایک مرکز جان کر اپنی خودی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے شاریرک بھید کو بھول کر اپنے اندر اور باہر پرشوتم کے سوائے کچھ نہیں دیکھتا۔

यस्त्वात्मरतिरेव स्यादात्मतृप्तश्च मानवः।
आत्मन्येव च संतुष्टस्तस्य कार्यं न विद्यते। गीता ३-१७॥

جس پُرش کا آتما میں ہی پریم ہے آتما میں ہی شانت اور ترپت ہے۔ آتما میں ہی سنتشٹ ہے اُس کیلئے کوئی بھی کرتویہ (DUTY) نہیں۔ وہ ایشور روپ ہی ہو جاتا ہے اب اس کیلئے اگر بھگوان کو کوئی دِویہ مورتی بھی دھارن کرنی پڑے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے بھگوان اپنی مایا دوارا سب کچھ کرنے کے سمرتھ ہیں۔ چنانچہ آپ اس "شانتی انک" میں کئی ایک بھگت جنوں کی سوانح حیات میں پڑھیں گے کہ بھگتوں کے لئے بھگوان نے کیا کچھ نہ کیا۔

پیارے سجنو! یہ عشق کی منزل اس دُنیاوی عقل سے بہت دُور ہے۔ اس لئے اگر آپ بھگتوں اور بھگوان کی مہما کو جاننے کا شوق رکھتے ہوں تو آؤ تم بھی اس پریم کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ پھر دیکھو کہ بھگوان ناممکن کو بھی ممکن کیسے کر دیتے ہیں اس اوستھا پر پہنچنا عقل کا کام نہیں بلکہ دل کا کام ہے۔ جُوں جُوں آپ بھگوان کے نزدیک ہوتے جائیں گے تمہارے تمام شک و شبہات کافور ہوتے جائیں گے۔ آپ وشواس کو دھارن کر کے اس انک میں جو کتھائیں دی گئی ہیں اُن کو شردھا پُوروک پڑھو۔ تاکہ آپ کے ہردیہ کی گانٹھیں کُھل جاویں اور آپ بھی اس پریم اور بھگتی کے امرت کو پان کر سکیں۔ اس میں کئی فوق الفطرت واقعات بالاتر از عقل پڑھنے میں آئینگے جو کہ عقیدتمند۔ اور شردھالو سجنوں کے لئے پریم اور بھکتی میں غرق کر دینے والے ہوں گے۔ یہ اُن بھگتوں کی جیونیوں کا مجموعہ ہے جن کی زندگیاں ایشور ارپن ہو چکی تھیں جن کے دل اور زبان سے دُکھ اور مصیبتوں کے موقعہ پر ہمیشہ واہ واہ کی صدا ہی نکلی جنہوں نے سُکھ کی نسبت دُکھ میں گہرے پریم کا رس لیا جن کی زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہیں آیا۔ جنہوں نے سرد ترپری پُورن سچدانند گھٹ گھٹ نواسی اور انتریامی بھگوان کو ہمیشہ اپنے انگ سنگ دیکھا۔ جنہوں نے ہر روپ میں اُسی کا درشن کیا۔ جن کا کھانا پینا پہننا سب کچھ سمادھی تھا۔ جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ بھگوان کے ارپن کر دیا اور اپنی خودی اور انانیت کو مِلیا میٹ کر کے بھگوان روپ ہی ہو گئے۔ اُن کے حالات نہایت خوبصورتی اور محنت سے ترتیب دیئے گئے ہیں تاکہ اُن کا اثر جگیاسو کے دل پر جاگزیں ہو اور وہ منزلِ مقصود یعنی **شانتی کے مندر** تک باآسانی پہنچ جاوے۔ یہ سوانح حیات بڑی بڑی فاضل شخصیتوں کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے اور ایک ایک کتھا میں وہ سوز اور گداز ہے کہ پڑھنے والے کی چت کی اوستھا ہی اور ہو جاتی ہے۔ یہ کتھائیں ہر ایک گرہستی کے گھر میں بطور یادگار کے رکھی جانی چاہئیں۔ تاکہ سب پریوار میں ایک نیا جیون پیدا ہو کر دُکھ اور کلیش والا

گھر بھی سکھ اور شانتی کا مندر بن جاوے۔

"شانتی انک" کا تیسرا حصہ شری مہابھارت کا شانتی پرب ہے یہ حصہ گرہستی سجنوں کے لیے ایک نہایت سبق آموز ہے۔ اس کے پاٹھ سے ھندو دھرم کی بہت سی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن بوجہ عدم گنجائش اس انک میں ہم شائع نہیں کر سکے۔ اب ماہ اپریل کے پرچہ میں اس کو شائع کیا جاوے گا۔

سب کا آتما: ——— گورکھ ناتھ ننده

سوزِ محبت!

از: ——— شری نوبت رائے جی شوخ

جو اپنی خودی کو بھلاتے رہیں گے
جو خود کو اُسی پر مٹاتے رہیں گے

وفورِ محبت سے خونِ جگر کا
جو رنگ آنسوؤں کو دلاتے رہیں گے

ھر اک سانس میں گرمیِ ذکر لا کر
جو اشکوں کی جھڑیاں لگاتے رہیں گے

جو اوروں کو بھی ہمنوا کر کے اپنا
شب و روز روتے رُلاتے رہیں گے

محبت کا آئینہ خود کو بنا کر
صداقت کا جلوہ دکھاتے رہیں گے

ھر اک دل میں اپنے طریقِ عمل سے
لگن اک اُسی کی لگاتے رہیں گے

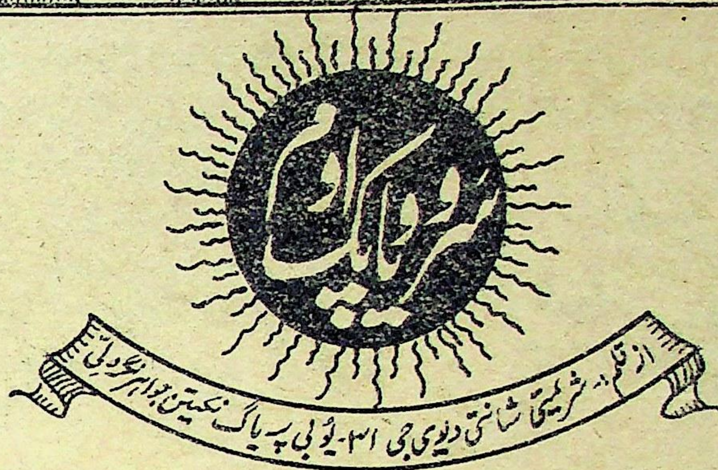
اُسی کے [illegible] میں یکسو جو ہو کر
اُسے اپنے دل میں بلاتے رہیں گے

وہ پائیں گے پائیں گے اُس کو
اُسے پا کے خوشیاں مناتے رہیں گے

رہِ عشق میں اُن کی خاکِ قدم کا
ہم آنکھوں میں سُرمہ لگاتے رہیں گے

رہیں گے وہی شوخ محرومِ مقصد
زبانی جو باتیں بناتے رہیں گے!

اطلاع "شانتی انک" ماہ جنوری اور فروری (۲) دو ماہ کا مشترکہ پرچہ تصور کیا گیا ہے۔ ماہ فروری ۱۹۶۱ء کا کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ ناظرین اس کے لئے خط و کتابت نہ کریں۔ اگلا پرچہ یکم مارچ ۱۹۶۱ء کو شائع ہوگا۔" مینیجر



سرشٹی کے تار تار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں — اس پاپا کے وستار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں

یہ لوک لوکانتر سارے، کیا درشیہ ہیں نیارے نیارے — ہر سوانس کی جھنکار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں

ہے اجر امر اوناشی، نہ ملے وہ متھرا کاشی — ہر دیہ کے ستیہ وچار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں!

رشی منی تیرا یش گاتے، یوگی جن دھیان لگاتے — بھگتوں کی مست پکار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں

پربت نبھ چاند ستارے، مہا ساگر بھارے بھارے — سندھو کی گہری دھار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں

کہیں انت نہ اس کا پایا، سب ہارے سیس جھکایا
مکتی کے اونچے دوار میں میرے اوم چھپے بیٹھے ہیں!

نوٹ :- شریمتی شانتی دیوی جی دھرم پتنی شری گنیش داس جی کے ہال ۱۰ نومبر سے ۱۴ دسمبر تک شریمان پوجیہ مہاتما پربھو آشرت جی مہاراج کی ادھیکشتا میں چاروں ویدوں کا یگیہ ہوا۔ اس اوسر پر یہ گیت گایا گیا جسے بہت ہی پسند کیا گیا۔ ناظرین اوم ست سنگ میں بھی گایا کریں (ایڈیٹر)



"مبارک ہیں وہ ہستیاں جو دنیا میں شانتی اور امن کے لئے
کوشش کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایشور کی سنتان کہلائیں گے"

(حضرت مسیح)

زندگی کا مقصد آتم گیان یا ایشوری گیان حاصل کرنا ہے۔ ایک ہی امر، لافانی روح، آتما پرم جو تمہارے دلوں کے اندرونی گوشوں میں بستا ہے۔ وہی ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گا۔ وہی اصلی حیات پورن گیان اور پورن آنند ہے۔ لاعلم انسان شانتی اور آنند حاصل کرنے کے لئے ناشوان بیرونی اشیاء کو فضول کھوجتا ہے جو کال، کارن، اور آکاش سے وابستہ ہیں۔ اُسے من کی شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ وہ دھن اکٹھا کرتا ہے۔ سنتان پیدا کرتا ہے۔ خطاب، عزت نام اور شہرت حاصل کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا من بے چین رہتا ہے۔ اُسے ابدی خوشی اور مستقل آنند نہیں ملتا۔ اُسے پھر بھی کسی چیز کی کمی رہ جاتی ہے۔ وہ یہ کبھی محسوس نہیں کرتا۔ کہ میں اب ہر طرح سے پورن ہو گیا ہوں۔ یہ احساس اور تسلی صرف تبھی ہوتی ہے۔ جس کا ذریعہ اندر یہ دمن یعنی من پر قابو رکھنا۔ پاکیزگی اور دھیان ہیں۔

آج کل سنسار میں چاروں طرف بے چینی ہے۔ خود غرضی۔ لوبھ۔ کرودھ اور کام نے غضب ڈھا رکھا ہے جنگ۔ لڑائیاں اور معمولی جھگڑے کرہ ہوائی کو گندھلا کر رہے ہیں۔ اور نا اتفاقی۔ ناسازی اور اشانتی پیدا کر رہے ہیں۔ بگل بجتا ہے۔ اور سپاہی میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے کوچ کرتے ہیں ایک قوم دوسری قوم کے خلاف ملک گیری اور طاقت کے لئے جنگ کر رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ شانتی کی تحریک بھی خاموشی کے ساتھ اتفاق، اتحاد اور امن قائم کرنے کے لئے اور اگیان کا ناش کرنے کے لئے جو انسانی تکلیفوں کی جڑ ہے۔ اور ایشوری گیان یا آتما کا گیان لوگوں میں پھیلانے کے لئے کام کر رہی ہے یہ سنسار بہت گہرا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ گہرے اور رسائی کے ناقابل آنکھوں سے اوجھل ایشور کے خاموش کام ہیں۔ جو ایک طرف رجوگنی لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کرتا ہے اور دوسری طرف ستوگنی لوگوں کو روحانی گیان پھیلانے کے لئے شانتی کے مرکز قائم کرنے اور مصیبت زدہ انسانوں کے دکھ دور کرنے کیلئے تیار کرتا ہے کب تک تم دو رنگی اور بے چینی کی زندگی گذارنا چاہتے ہو۔ کب تک اگیان، نفرت اور جدائی کی غار میں پڑے

رہو گے۔ کب تک یہ خود غرضانہ جد و جہد جاری رکھو گے۔ یہ تفرقات اور تمیز کب تک دیکھنا چاہتے ہو۔ کب تک یہ جدائی کی خلیج جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے جدا کرتی ہے۔ قائم رکھنا چاہتے ہو۔

شانتی صرف شور و غل، جنگ و جہد اور لڑائی جھگڑوں کی عدم موجودگی کا نام نہیں۔ یہ بیرونی ذرائع سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ اس جگہ کی کیفیت کا نام نہیں۔ جہاں سے تمام ناپسند چیزیں دور کر دی گئی ہوں۔ اگر تین سادھو ہمالیہ کی کسی گپھا میں رہتے ہوں۔ اور وہ آپس میں جھگڑنا شروع کر دیں اور اپنے دلوں میں بغض، حسد اور نفرت کو جگہ دیں تو وہ اس جگہ کی نہایت شانت اور پوتر وایومنڈل کو گندہ کر دیں گے لیکن شانتی کی حالت میں ماضی یا مستقبل نہیں ہوتے۔ نہ صبح و شام ہوتی ہے۔ وہاں ہمیشہ ہی چمکدار دھوپ رہتی ہے۔

شانتی۔ ایشور، آتما، برہم۔ آزادی، سائرنا، کیولیہ، نروان، موکش، پرم دھام، پرمانند پراپتی، یہ سب تقریباً ایک ہی معنوں والے شبد ہیں۔ نیکی اور شانتی کا آپس میں پریم ہے، شانتی اور پریم کا بہت میل ہے۔ ملاپ اور شانتی اکٹھے رہتے ہیں۔ اور خواہشوں کے تیاگ سے تو شانتی کبھی جدا ہوتی ہی نہیں۔ لیکن ایشور کے پریم کے بغیر پورن شانتی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔

شانتی کی سلطنت زبان اور خیال کی طاقت سے باہر ہے۔ صرف ان تھک روحانی سادھنوں سے ہی وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے، یہ شانتی سست بیکار اور خاموش پڑے رہنے کا نام نہیں، نہ ہی یہ خواب اور مسمریزم کی بیہوشی یا وجد کی حالت کا نام ہے یہ اوگنوں سے مبرا من کی حالت بھی نہیں۔ یہ وہ حالت ہے جس میں کہ جیو ٹھوس روحانی شکتی حاصل کرتا ہے یہ تمہارا مرکز مقصد اور انجام ہے یہ انسانی زندگی کا محور ہے آتما اسی کا متلاشی ہے یہ پورن گیان ہے یہ وہ اونچی اور شاندار اوستھا ہے جس میں یوگی انتہائی ایشوری آنند اور نہایت اعلیٰ برہم گیان حاصل کرتا ہے۔ یوگی پرماتما کے ساتھ مل جاتا ہے، شانتی کا امرت پی کر وہ بالکل نشکام اور بیخوف ہو جاتا ہے۔

شانتی تمہارا پیدائشی حق ہے، شانتی اندر اور باہر سے تمہارے وجود کو بھر رہی ہے شانتی تمہارے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے ہے، شانتی ہی اصلی حقیقت ہے نام اور شکلیں سب فرضی ہیں۔ اس شانتی کو انوبھو کرو اور اسی کا ہو جاؤ۔ شانتی کی طاقت واقعی حیران کن ہے۔ جو پرم آنند اور خوشی مہیا کرتی ہے۔

لگاتار دھیان سے من کو شانت کر کے جنگ و جہد کے وسیع سمندر کو عبور کرو۔ اور شانتی سندرتا اور امرتا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچو۔ اپنی خود غرضی کے لئے تمام کوششیں چھوڑ دو، اور زندگی کی چنتا، بے چینی سے اپنے تئیں آزاد کر لو شانت رہو۔ ایشور کی اچھیا کے ساتھ اپنے آپکو وابستہ کرو، تمام تفکرات چھوڑ دو۔ رنج اور چنتا کو دور بھگا دو اپنے من کی اندرونی گہرائیوں میں اتر جاؤ۔ اور شانتی کے ساگر میں چھلانگ لگا دو۔

قانونِ محبت یا سنہری قانون کے مطابق اپنی زندگی بسر کرو۔ پہلے اپنے معاملات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرو پہلے اپنے دل میں شانتی کا راج قائم کرو۔ یہ شخصی شانتی ہی ہے جو سنسار کی شانتی کیلئے راستہ تیار کرتی ہے۔ اپنے من میں شانتی ستھاپت کرنا سب سے بڑا کام ہے۔ جو تم بنی نوع انسان کی خاطر کر سکتے ہو۔ وہ یوگی جس نے ایسی شانتی حاصل کی ہے جن تک خیال پہنچ نہیں سکتا، سنسار کے تمام کونوں میں شانتی کا پرکاش کرتا ہے۔ جو لوگ اس کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ وہ اس کی میٹھی آتما کو اٹھانے والی سریلی تھرتھراہٹ کی لہروں سے متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتے اس کی موجودگی میں نفرت بھاگ جاتی ہے۔

لڑائیوں کو بند کرنے کی گفتگو بے فائدہ ہے۔ جبتک تمہارے دل حسد اور نفرت سے بھرے ہوئے ہیں پہلے اپنی نااتفاقی اور ناسازی کو دُور کرو۔ قوموں کی جنگ خود ہی بند ہو جاوے گی۔ ایک ایک بشر سے ہی قوم بنتی ہے پُرامن آدرش زندگی گذارو، تمام شک وشبہ، تعصب، حسد، بُغض، کینہ اور طاقت وجائداد حاصل کرنے کے لئے خود غرضانہ لالچ وغیرہ کو سختی سے برباد کردو۔ سادہ زندگی بسر کرو۔ ہر روز دھیان جماؤ اور اپنے دل میں شانتی دھارن کرو پھر اس کو اپنے ہمسایوں اور اُن سب لوگوں میں جن سے تم کو واسطہ پڑتا ہے پھیلاؤ۔ دُور دُور تک اُس کی روشنی کی کرنیں پھینکو۔ سنسار کے سب مردوں اور عورتوں میں شانتی کا پرچار کرو۔

اگر تم خود غرضی۔ لالچ اور خودی کو مٹا دوگے۔ تو ماتا پرکرتی تمہارے کام کرے گی، تمہیں اُس کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔ پھر وہ تمہارا زندگی کا بوجھ اپنے سر پر اٹھائے گی۔ تم بالکل آرام میں ہوگے۔ تم رنج وفکر، چنتا، غم اور خوف وغیرہ سے آزاد ہوگے، تمہاری مرضی اور خوشی وہی ہوگی۔ جو پرکرتی کی مرضی اور خوشی ہوگی۔ اس کا مقصد اور تمہارا مقصد ایک ہوگا۔ پھر کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ جو کوئی بھی اپنی خود غرضانہ خواہشات کو ایشور کی اچھا کے آگے بھینٹ کرے گا وہ پرم آنند اور شانتی حاصل کرے گا۔

بھگوت گیتا میں لکھا ہے:۔

रागद्वेष वियुक्तैस्तु विषयानिन्द्रियैश्चरन्
आत्म वश्यैर्विधेयात्मा प्रसादमधिगच्छति ॥ गी: २, ६४ ॥
प्रसादे सर्व दुःखानां हानि रस्योपजायते ।
प्रसन्न चेतसो ह्याशु बुद्धिः पर्यवतिष्ठते ॥ ६५ ॥
नास्ति बुद्धिर युक्तस्य न चायुक्तस्य भावना ।
न चाभावयतः शान्तिर शान्तस्य कुतः सुखम् ॥ ६६ ॥
विहाय कामान् यः सर्वान् पुमांश्चरति निस्पृहः ।
निर्ममो निरहंकारः स शान्ति मधिगच्छति ॥ ७१ ॥

مطلب:۔ "جس کا من اُس کے قابو میں ہے اور جس کی اندریاں راگ اور دویش کو چھوڑ کر اُس کے بس میں رہتی ہیں۔ وہ شخص اندریوں سے کام کرتا ہوا بھی من کی خوشی کو حاصل کرتا ہے خوش رہنے سے اُس کے تمام دُکھ درد دُور ہو جاتے ہیں جس کو خوشی حاصل ہو جاتی ہے اس کی بُدھی بھی فوراً ہی یکسُو ہو جاتی ہے جس میں سم بھاؤ نہیں یعنی جو ہر حالت میں سُکھ دُکھ وغیرہ میں یکساں نہیں رہ سکتا۔ اُسے شُدھ بُدھی یا ویک نہیں ملتے۔ نہ ہی اُسے بھکتی حاصل ہوتی ہے اور جس میں بھکتی نہیں اُسے شانتی نہیں۔ جہاں شانتی نہیں وہاں سُکھ کہاں سے ہو سکتا ہے"۔ بھگوان کرشن

श्रद्धावांल्लभते ज्ञानं तत्परः संयतेन्द्रियः ।
ज्ञानं लब्ध्वा परां शान्ति मचिरेणाधि गच्छति ॥ ४ । ३९ ॥
काम क्रोध वियुक्तानां यतीनां यत चेतसाम् ।
अभितो ब्रह्म निर्वाणं वर्तते विदितात्मनाम् ॥ ५ । २६

مطلب: "جو شخص شردھا یعنی اعتقاد والا ہے۔ اور جس نے اپنی اندریوں پر پورا قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ گیان حاصل کرتا ہے۔ اور گیان پا کر فوراً ہی پرم شانتی پراپت کرتا ہے۔ برہم روپی شانتی ہمیشہ اُن جتنی لوگوں کے نزدیک ہے جنہوں نے کام اور کرودھ کو جیت لیا ہے۔ اور جنہوں نے اپنے من اور خیالات کو بس میں کر لیا ہے۔"

غصہ، لالچ۔ حسد اور نفرت سب شانتی کے دشمن ہیں۔ اس لئے ہمیشہ نیک ارادہ میل۔ دیا، اہنسا، کشما، صبر، شرافت اور تمام مخلوق کے لئے پریم اپنے اندر بڑھاؤ۔ جب ایشور کا دھیان کرنے کے لئے بیٹھو اُس شخص کے لئے دُعا کرو جس نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے۔ اُس کے لئے اور تمام دُنیا کے لئے شانتی اور شبھ کامنا کے خیالات کی لہریں بھیجو۔

تمہیں یہ شانتی خاموشی میں ہی مل سکتی ہے۔ ہر روز آدھ گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک ایک ایسے کمرے میں جہاں شور و غل نہ ہو، خاموشی سے بیٹھو۔ اپنی آنکھیں بند کر لو ہر ایک کو ڈھیلا چھوڑ دو، دونوں آنکھوں کی بھنوؤں یعنی ابرو کے درمیان ایک نقطہ پر توجہ قائم کرو۔ من اور حواس کو بیرونی اشیاء سے ہٹا لو۔ چت میں اُٹھتی ہوئی ورتیوں اور خیالات کو دباؤ۔ اپنے جسم کو اور دُنیا کو بھول جاؤ۔ اُس مہاں پربھو۔ پرمیشور کے نہایت شانت اور پوشیدہ مندر میں داخل ہو جاؤ۔ تم بھگوان کو جو "شانتی" کہا ہے۔ اپنے من کی اندرونی خاموشی میں پاؤ گے۔ اس طرح سردیوں میں روزانہ چار دفعہ اور گرمیوں میں دو دفعہ بیٹھ کر دھیان جماؤ۔ باقاعدگی سے یہ عمل کرو۔ یہ باقاعدگی بہت ہی ضروری بات ہے تمہیں روحانی ترقی تب ہی نصیب ہوگی۔ جب تم اپنے سادھن باقاعدہ کرو گے۔ جب تمہیں شانتی حاصل ہوگی۔ تو تم دُنیا کو شانتی دے سکو گے۔

من میں اُٹھتے ہوئے خیالات کے بلبلوں کو دباؤ۔ اور تمام دُنیاوی و نفسانی خواہشات کو چکنا چور کر دو۔ تب شانتی حاصل ہوگی۔ روحانی سادھنوں سے اندرونی خاموشی اور پرم شانتی کی راحت ہائی کو پراپت کرو۔ اگر تم اپنے من کو شانت کر سکتے ہو تو تم ایک بڑے بھاری طوفان یا خوفناک سمندری لہروں کو شانت کر سکتے ہو، شانتی کے ساگر میں رہو۔ اپنے اندرونی آتما سے اپنے جیون کو وابستہ کرو۔ تب ہی تم حسد، بغض۔ ناسازی۔ بربادی وغیرہ کی تاریک طاقتوں کے اثر کو زائل کر سکو گے۔

شانتی صرف اپنے اندر ہی مل سکتی ہے، تم باہر کہیں نہیں ڈھونڈھ سکتے، دولت، اشرفیاں، بچے، جائداد شاندار عمارتیں اور محل تمہیں شانتی نہیں دے سکتے۔ اپنے اندر نظر دوڑاؤ۔ اُس ایک پرم آتما اور پرم گیان کے ساتھ جو تمہارے دل کے اندر بستا ہے، اپنی یکسانیت محسوس کرو۔ جب تم اُس اندرونی پرماتما کے ساتھ مل جاؤ گے۔ تو تمہیں بڑے سے بڑا رنج، دُکھ۔ نقصان۔ شکست وغیرہ نہیں ہلا سکے گا۔ تم سنسار کی تمام مشکلات اور تکلیفوں کو آسانی سے عبور کر سکو گے۔ اور زندگی کی ہر منزل میں فتحیاب ہو گے۔ اِس شانتی کے ساگر میں تیرو۔ اور اپنی آتما کی شانتی میں مگن رہو۔

(اوم شم)

سچی اور لازوال شانتی کے اپائے

بجواب سوالات ایک برہمچاری پنڈت جی

از شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

سوال نمبر ۱۔ ہے بھگون! منش ہر وقت کام کرودھ و بیماری وغیرہ دکھوں سے اشانت اور دکھی رہتا ہے۔ اس کا کوئی مکمل علاج تجویز فرمائیے۔

جواب: پیارے سچی شانتی تو مکمل پرمارتھ سے ہی مل سکتی ہے۔ اور اسی سے سرب دکھ نورتی اور پرمانند کی پراپتی ہوتی ہے۔

سوال ۲۔ بھگون! پرمارتھ کیا ہے؟

جواب: پرمارتھ کا شروع — ست اور است کا نرنے ہے اور آخیر کیول ست وستو کا ہی انوبھو ہے

سوال ۳۔ پرمارتھ میں ترقی کے کیا اصول ہیں؟

جواب: مل (یعنی پاپوں کا ذخیرہ جس کے سبب بار بار وشیوں کی طرف چیت جاتا ہے جو نشکام کرم سے دور ہوتا ہے) اور وکشیپ (یعنی من کی چنچلتا۔ جو اپاسنا یعنی چیت برتی اکاگر کر کے کسی دھیان میں لگانے سے دور ہوتا ہے)

دونوں دوشوں کو دور کر کے ذیل کے چاروں سادھن سہت ہوتے ہوئے گورو شروتری برہم نشٹھی سے ست اپدیش کا شرون ودھی پوربک کر کے اُس کا منن ندھیاسن کرنا ہی پرمارتھک ترقی کے اصول ہیں۔ وہ چاروں سادھن یہ ہیں۔ (۱) وویک۔ نت انت کا وچار (۲) ویراگ۔ انت پدارتھوں میں راگ نہ ہو کر ان کے تیاگ کی اچھا (۳) کھٹ سمپتی۔ جو چھ مل کر ایک سادھن بنتا ہے

(۱) شم۔ من کا اپنی جگہ پہ قائم ہونا (۲) دم۔ اندریوں کا وشیوں سے روکنا (۳) اُپرتی۔ وشے اور وشئی پرشوں سے دور رہنا (۴) تتکشا۔ دکھ سکھ۔ گرمی سردی، بھوک پیاس وغیرہ کا سہارنا (۵) شردھا۔ ست گورو اور ست شاستر کے واکوں پر ست ہونے کا پورا یقین (۶) سمادھانتا۔ چیت کو باہر سے ہٹا کر اندر ٹکھ ٹھہرانا۔ (۴) ممکشتا۔ مکتی کی لوری خواہش جو دور ہونے والی نہ ہو۔

ان سادھنوں سہت ہوتا ہوا جب یہ جگیاسو ست اپدیش یعنی تت توم اسی وید کے مہاواکیہ کا ارتھ و سدھانت سمجھ کر اپنی جگہ وچار کرتا ہے۔ تب اس کو معلوم پڑتا ہے کہ استھول شریر (جو پانچ بھوتوں کی پچیس پرکرتیوں کا بنا ہوا ست جڑ دکھ پرچھن روپ ہے) میں نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں سوکشم شریر (ستراں تتوں والا) ہوں۔ اور نہ ہی میں کارن شریر (اودیا یا بیجری روپ) ہوں۔ میں تو ان کا جاننے ہار ساکشی گیہ درشٹا

ساکشی آتما ان سب جزوی کُلی تینوں شریروں اور ان کے دھرموں اور اچھے بُرے نتیجوں سے انیت سچدانند پُورن ہوں۔ ایسا وِچار کر کے جب آپ کو آتما برہم نِشچے کر لیتا ہے تب ہی اس کے ادھیاتمک (مانسک) آدھی بھوتک (شاریرک) اور ادھی دَیوک (پیردَینی) تینوں قسم کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔

سوال ۴؟ :- جنہوں نے یہ مارگ میں کمال حاصل کیا۔ وہ کِن کِن اصُولوں پر کاربند ہوتے آئے ہیں۔

جواب۔ جب تینوں شریروں و شیٹھی، سمشٹی کو معہ ان کے دھرموں کے متھیا جان کر ان کا بادھ کر دیا جاتا ہے۔ اور منو ناش و اسنا کھشے ہو کر شیش ایک نِردشیش آتما ادویت ہی رہ جاتا ہے۔ تو اُس اوستھا میں پرمانند کی پراپتی جسے لازوال شانتی بھی کہا جاتا ہے پراپت ہوتی ہے۔ اور کوئی دُکھ یا شوک وغیرہ اس اوستھا میں نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ آتما ان سے انیت باہر ہے۔ یہاں اس پرمارتھ کے کمال سے مُراد دیرگھ اپروکھش انو بھوتی جانے گی۔ اس کے لئے نشچے گیان کُھ بھگتی ورتن ویراگ کے اصُولوں پر گیان وان موصوف کاربند یا عامل ہوتا ہے۔

الف :- نشچے گیان، تمام نام رُوپ سنسار کو انتر میں متھیا سمجھتے ہوئے ان کا بادھ کر کے شُدھ برتی دوارا اپنے آتما کو ادویت سچدانند اپروکش (سنشیہ وپریہ رہت) انوبھو کر کے انتر بُدھی میں اس نشچے کا ہمیشہ بنا رہنا یہی نشچے گیان کہلاتا ہے۔

(ب) ؛ کُھ بھگتی، ایکانت میں جس شُدھ برتی کے ذریعہ برہم کو آتم رُوپ سے انوبھو کیا ہے۔ اُس برتی کا پرواہ جاری رہنا اصلی بھگتی گیانوانوں کی ہے۔ اور بیوہار کال میں آتم بھاونا رکھتے ہوئے سب سے پیار کرتے ہوئے سب کے ہِت میں رہنا یہ بھی اس بھگتی میں داخل ہے۔

(ج) ، ورتن ویراگ۔ اور شٹ انو سار یا پہلے سو بھاؤں سے اگر چت کسی پدارتھ کی طرف چلا جاوے تو اُس کو متھیا درشٹی کے بل سے اس طرف سے ہٹا لینا۔ اگر ورتن میں بھی آ جاوے تو اُس پدارتھ یا وشے کو متھیا دیکھتے ہوئے اُس میں آسکت نہ ہو کر اندریہ آدکوں سے اس کا استعمال اور نشچے میں ان سے اسنگتا اور نرلیپتا یہی گیانوان کا ورتن ویراگ ہے۔

سوال ۵ :- پرمارتھ سے پتن کے کیا کارن ہیں۔ یعنی کئی پہلے بڑے شوق اور ویراگ سے تیاگ کرتے ہیں۔ بڑی اونچی استھتی کو پہنچتے ہیں۔ مگر بعد میں پھر سنسار میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان میں پھر راگ دویش (کامنا کنچن وغیرہ) میں پرورتی ہو جاتی ہے۔ اور اُن میں دیہہ ابھیمان اور زیادہ آ جاتا ہے۔ اس کا کیا کارن ہے؟

جواب :- بڑی اور اونچی استھتی نام تو مکمل پرمارتھ یعنی دِرڑھ گیان کی اوستھا کا ہے۔ اُس سے تو کبھی تنزل یا پتن نہیں ہو سکتا۔

اگر عام لوگوں یا چیلوں کی پرتِشٹھا یا شہرت یا کسی سِدھی کا ہو جانا یا دھیان آدکوں کا لگا کر بیٹھنا یا تکھشا کانی کا سہارا دینا یا کُل پدارتھوں کا بیرونی تیاگ دیکھ کر اُس کو اونچی استھتی کہا جاوے اور شاستری اور کومل گیان دیکھتے ہوئے ان کو گیانوان سمجھا جاوے تو پھر سنسار میں پدارتھوں کے سنگ دوش اور اس کے پرانے سبھاؤں کو جن کو ویراگ اور وچار کے بل سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور عام گیانیوں یا نقلی ویراگ والوں یا صرف شاستری گیانی پرشوں کی طرف ہی اس کی نظر اور سنگت رہتی ہے یہی کارن اُس میں دیہہ ابھیمان وغیرہ کا ہو کر پھر پدارتھوں میں راگ دویش پورک پرورت ہو جاتا ہے اور یہی پرمارتھ سے پتن یا زوال کا کارن ہے جس سے اشانتی بنی رہتی ہے اور شانتی کا مُکھ نہیں دیکھ

سکتا۔

(نوٹ) جب پُرش کی صحیح اوستھا درڑھ گیان اور برہم ابھیاس کے بل سے ہو جاتی ہے یعنی بوہار اور پرمارتھ میں فرق نہیں پرتیت ہوتا یا سب برنتیوں اور نام رُوپ میں وہی ایک آتما جلوہ زن ہوتا ہے تو وہی پُرش تتوگیان منوناش واسنا کھشے کے مکمل ابھیاس سے بھوم کا آرُوڑھ ہو جاتا ہے۔ تب ہی پُورن پرمانند اور پُورن شانتی حاصل ہو سکتی ہے اور اس اوستھا میں آتم دیتا گیا تو ان پُرش سب شوکوں سے ترجاتا ہے یہی سچی شانتی کی اودھی ہے "اوم شانتی شانتی شانتی اوم"

مئے وحدت کا اثر

از

سوامی ہری پُورنانندجی

پی کر شرابِ وحدت مستانہ ہو گیا ہوں
عقل و خرد سے یارو بیگانہ ہو گیا ہوں

کہنے کی کچھ زبان سے کسکو ہے ہوش و فرصت
ساقی کی شمع رُو پہ پروانہ ہو گیا ہوں

حالت مری اے یارو یاں تک ہے بیخودی کی
ساقی سبُو ہوں میں خود پیمانہ ہو گیا ہوں

جب سے پلایا بھر کے ساقی نے جامِ وحدت
اُسدن سے گویا خود ہی میخانہ ہو گیا ہوں

یارو بتاؤں کیونکر حاصل ہوئی یہ مستی:
ساقی کی خاکِ پا پہ نذرانہ ہو گیا ہوں

ہستی مٹا کے اپنی نابُود تھا ہُوا ہوں
قطرے سے بحر ہو کر فرزانہ ہو گیا ہوں

ہر دو جہاں میں مجھ سا عاشق ملے نہ ہرگز
صورت پہ آپ اپنی دیوانہ ہو گیا ہوں

فضل و کرم سے ساقی کے ہم نشست ہوں میں
شاہوں کے ساتھ مِل کر شاہانہ ہو گیا ہوں

رنج و الم کہاں اب ڈھونڈے ملیں نہ مجھ میں
فرحت خوشی کا پُورن کاشانہ ہو گیا ہوں

از۔ سنت ہری سنگھ جی مہاراج

ویراگ بھگوت بھگتی اور تتو گیان سے شانتی

مائی میں دھن پائیو ہری نام

من میرو دھاون تے چھوٹیو — کر بیٹھو بسرام
مایا ممتا تن تے بھاگی — اپجیو نرمل گیان
لوبھ موہ ایہہ پرس نہ ساکیں — گہی بھگت بھگوان
جنم جنم کا سنسا چوکا — رتن نام جب پایا
ترشنا سکل بناسی من تے — نج سکھ ماہیں سمایا
جاکو ہوت دیال کرپا ندھ — سو گوبند گن گاوے
کہو نانک ایہہ بدھ کی سمپے — کوئی گورمکھ پاوے

(گورو گرنتھ)

اس سنسار میں شانتی ایک انیت درلبھ پدارتھ ہے۔ اور درلبھ پدارتھ وہ ہوتا ہے۔ جو مقدار میں کم ملے۔ جیسا کہ ہر شخص دیکھنے میں آتا ہے کہ پرایا ہی سارا سنسار دکھ شیپ روپ اگنی میں دھک دھک کر کے جل رہا ہے اگرچہ شانتی اور سکھ کے لئے ہی سب کوشاں ہیں۔ لیکن اس کی پراپتی بہت تھوڑوں کو ہوئی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ان سب کی ڈھونڈ بھال غلط ہے بلکہ ان پدارتھوں میں ہے۔ جہاں اگرچہ شانتی نظر تو ضرور آتی ہے مگر ہے نہیں۔ جس طرح کلر کی بھومی میں پانی نظر آتا ہے مگر وہاں ہے نہیں۔ لیکن جو ہرن اس بات سے آگاہ نہیں ہوتے وہ چمکتے ہوئے کلر کو ہی سچ مچ پانی تصور کرتے ہوئے بھٹک بھٹک کر پیاسے ہی مر جاتے ہیں۔ اور ان کو پانی نصیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اودیگی پرانی بھی اس سنسار میں جو کہ سکھ سے بالکل شون ہے۔ سکھ روپ جان کر اس کے چمکیلے لیکن بالکل جھوٹھے پدارتھوں پر لٹو ہو سکھ اور شانتی کے لئے بیرتھا ہی اپنے سمے کو گنواتے ہیں۔ اور اس دلبھ درلبھ منش جیون کو کھو بیٹھتے ہیں جس جیون سے سچی اور حقیقی شانتی کی پراپتی ہونی تھی۔ اگر تلاش غلط نہ ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ سچی شانتی پراپت نہ ہو۔ اس لئے بگاڑ ہے۔ تو صرف سچ اور جھوٹ کی پہچان میں ہے، چونکہ پرانی ایسا وویک نہیں کرتا۔ اور بنا سوچے سمجھے دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے۔ اسی سبب پورن اور مکمل شانتی کو نہیں پاتا۔ گو شانتی سنسار میں بھی نظر آتی ہے مگر وہ سچی نہیں۔ دیکھئے پیاسے کو اگر پانی مل جاوے تو اس کو شانتی ہوتی ہے۔ بھوکے کو روٹی مل جائے شانتی ہوتی ہے ننگے کو کپڑا دیجئے شانتی ہوتی ہے۔ ایک بیمار تندرست ہو کر شانتی کا انوبھو کرتا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی خواہشات کے پورا ہو جانے پر شانتی ہوتی ہے، مگر صحیح معنوں میں، ہم اسے شانتی نہیں کہہ سکتے کیونکہ بھوک اور پیاس پھر لگتی ہے۔ پھر کپڑے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ یا آدمی تندرست اور شفا ہو کر بھی پھر بیمار ہو جاتا ہے شانتی ٹھیک معنوں میں اسے کہنا

چاہیے جس کے مل جانے پر پھر اشانتی اور دکھ شیپ کا منہ دیکھنا پڑے۔ اس لئے ہم اس کو شانتی نام دیکر بھی اتنیت شانتی یا پورن شانتی نہیں کہہ سکتے اور جب تک پورن شانتی کا لابھ نہ ہو شانت ہو کر بھی اشانت اور دکھ شیپ ہی رہے گا۔ جیسے ایک بار کھانا کھا کر بھی بھوکا اور پیاسا ہوتا ہے یا تندرست ہو کر بھی پھر بیمار ہوتا ہے اس لئے سچی اور حقیقی شانتی کے خواہاں کو ان دنیاوی پدارتھوں سے پرے کسی اور وستو کی تلاش کرنی ہوگی۔ اور جب تک اُس کی پراپتی نہیں ہوتی ہزار لاکھ کوشش کرنے پر بھی آرام اور خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ نہایت دکھ کی بات ہے کہ یہ پرش سمے سمے پر ان پدارتھوں کے نمت سے دکھ اور کلیش انوبھو بھی کرتا ہے مگر بدنصیب اور بے سمجھ پھر بھی ان سے اداس نہیں ہوتا بلکہ باربار دل کے کیڑے کی طرح انہی میں اور لپٹتا ہے۔ ہمارے پوروجوں نے جو چتشٹے سادھنوں کے اندر چوتھا اور نہایت قیمتی سادھن "موکش اچھیا" رکھا ہے۔ اس کا مطلب عام معنوں میں صرف اتنا ہی نہیں کہ "میری مکتی ہو جائے"، جیسے کوئی بیٹھے بیٹھائے کہہ دیتا ہے "ہے بھگوان میری مکتی کر" تو اتنے مانز سے وہ مُمکشو یا سچا طالب نہیں کہا جا سکتا بلکہ موکش اچھیا اُس اچھیا کا نام ہے جہاں اور کوئی اچھیا نہ رہ جاوے اور مُمکشو بھی اُس کو ہی بولنا چاہیے۔ جو دنیا کی تمام خواہشات سے دل کو ہٹا کر پربھو کے چرنوں میں لگ گیا ہو اور سنسار کے سُکھ اور آرام مانز سے اداس ہو کر اتنا ہی نہیں کہ نہیں چاہتا، بلکہ اُن تمام سُکھوں اور اُن کے سادھنوں کو محض دُکھ کا گھر اور بھٹ اڑ جانتا ہے سچی تڑپ یا سچا پیار، سچی لگن یا سچے پریم کو ہی موکش اچھیا کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہی سادھن چتشٹے کے اندر موکش اچھیا کو چوتھے پد پر رکھا ہے یعنی جس پرش میں ست اور اسٹ کا وویک ویراگ اور شم دم آدی شٹ سادھن پائے جاتے ہیں۔ اس کے اندر ایسی اُتکرشٹ اچھیا کا اُتپن ہونا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک سچا پریمی ہی مُمکشو ہو سکتا ہے۔ تو بھی کچھ نا واجب نہیں جس دل میں ابھی دنیاوی آسکتی یا پیار بھرا ہوا ہے۔ وہ نیک چال چلن رکھتا ہوا بھی سچا طالب یا مُمکشو نہیں گنا جا سکتا۔ بھلے بننے اور مُمکشو بننے میں بڑا بھاری فرق ہے۔ ہاں بھلا بن کر ہی مُمکشو ہوتا ہے یہ بات ضرور درست ہے۔ مگر محض چال چلن سے بھلا ہونا ہی کافی نہیں۔ ایک اچھے چلن والا بھی بھگت یا جگیاسو نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بھلا انسان تو شاستر ودھی سے اپنے دھرم کرم کو پالن کرتا ہوا شاستر کی ریتی سے سنسار کے پدارتھوں یعنی وشیوں میں ورتتا ہوا اُن کو بھوگتا ہے مگر ایک پریمی اور اعلےٰ ویراگ وان پرش اِن سب سے اناسکت ہو کر سچی شانتی اور خوشی کے لئے اِن سے اداس رہ کر اسنگ رہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے اور انہیں بھوگنا بھی نہیں چاہتا۔ شاستر وکت ریتی سے چلنے والے کا بھی لکھش دنیاوی پدارتھوں سے ہی شانتی کو انوبھو کرنا ہے مگر ایک بھگت اور پریمی کا لکھش ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو ان تمام کو اپنی خوشی اور شانتی کا سادھن ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اور نہ ہی سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے شاستر کاروں نے پامر، وشئی، جگیاسو اور گیانوان چار قسم کے ہی منش کہے ہیں۔ اور اس پرکرن میں ہمارا پریوجن تو صرف تیسری یعنی سنساری منشوں سے مُمکشو یعنی جگیاسو کو علیحدہ کرنے کا ہے۔ کیونکہ اُس کا ہی یہاں تذکرہ ہو رہا ہے۔

اگرچہ بہت سے شاستروں میں شانتی کی پراپتی کے لئے کئی اُپائے یا سادھن کہے ہیں، مگر ہم نہایت ہی مختصر طور پر اُن میں سے خاص تین کو تجویز کرتے ہیں جن کے نام یہ ہوں گے :۔

(۱) ویراگ یعنی خواہشات کے تیاگ سے شانتی۔

(۲) بھگوت بھگتی یعنی ایشور پریم سے شانتی اور
(۳) تتو گیان یعنی برہم ودیا سے شانتی
نیز ہم اِن کو ذیل کی تفصیل میں بالترتیب کھولتے ہیں ۔

(۱)
ویراگ یعنی خواہشات کے تیاگ سے شانتی

न जातु कामा: कामानां उपभोगेन शाम्यति ।
हविषा कृष्णवत्मेंव भूयएवाभिवर्धते ॥

ارتھ :- کامناؤں کو وشیوں دوارا پورن کرنے پر کبھی بھی کامناؤں کی شانتی نہیں ہوتی۔ بلکہ جس طرح آگ پر گھی ڈالنے سے وہ اور بھی ادھک پرچنڈ ہوتی ہے۔ اسیطرح کامنائیں اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہیں ۔

شانتی کی کھوج سے پہلے ہمکو یہ سوچنا ہے کہ اشانتی کا کارن کیا ہے ۔ اور اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اشانتی جو چت کی ہل چل کا نام ہے محض خواہشات کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ فی الفور ہی من میں ہل چل یعنی شروع ہو جاتی ہے۔ جس طرح ساکن پانی میں پتھر وغیرہ پھینکنے سے اس میں لہریں یکایک اُٹھنے لگتی ہیں۔ اسی طرح ٹھہرے ہوئے چت میں بھی خواہشات کے سبب حرکت یعنی چنچلتا اُتپن ہو جاتی ہے اور وہ ہی اشانتی کا موجب ہوتی ہے اگر خواہشات کو دل سے ہٹا دیا جائے تو شانتی بنی بنائی ہے۔ شانتی کے لئے کہیں آنا جانا نہیں محض خواہشات کا تیاگ ہی شانتی کا سروپ ہے۔ پرتکش دیکھنے میں آتا ہے کہ چپ چاپ بے حس و حرکت بیٹھے بٹھائے کو جب کوئی خواہش پیدا ہو آتی ہے تو جبتک اُس کی پورتی نہیں ہو رہتی۔ تب تک من میں ایک طوفان سا مچا رہتا ہے۔ دیکھئے یہ امر کس طرح صحیح اور درست ہے اور ہم یہاں ایک چھوٹے بچے کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جوں ہی اُس نے ایک کھلونے کو دیکھا اور اس کے لینے کی خواہش اُس کے اندر پیدا ہوئی اُس نے رونا اور چیخنا شروع کیا چنانچہ جب اس کی خواہش پوری کردی گئی جھٹ ہی اُس کا رونا تھما۔ اور وہ چپ چاپ ہوگیا۔ یا اسے اس طرح سمجھو کہ پیاسے کو پانی کے مل جانے اور اس کی خواہش میٹ جانے پر یا بھوکے کو روٹی مل جانے اور اس خواہش کے ہٹ جانے پر شانتی حاصل ہوتی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ خواہشات کا پورا ہو جانا ہی شانتی کا سبب ہے مگر اس میں اور بھی مغالطے پیدا ہو گئے — اور عام لوگ یہ سمجھنے لگے کہ بھوگوں کی خاطر پدارتھوں کو اکٹھا کرنا چاہیئے۔ تاکہ جب ہی خواہش پیدا ہوئی اگر اُس کو پورن کرنے کا بھوگ پاس موجود ہوا۔ تو اس سے چت کی گھبراہٹ یا چنچلتا نہ ہونے سے شانتی کا منہ دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن ہائے یہ تو بڑی بھول پیدا ہو گئی۔ اور یہ اسقدر لمبی چوڑی چوک ہے کہ ایک دو میں نہیں دس بیس میں نہیں، سو پچاس میں نہیں بلکہ ہزاروں۔ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں سب مذہب اور ملت کے لوگ بلکہ تمام ملک اور قومیں اس جدوجہد میں ہیں کہ پدارتھوں کے سنگرہ کرنے سے دل کی تڑپ کو مٹایا جا سکتا ہے مگر افسوس کہ یہ ناممکن کے لئے کوشش ہو رہی ہے اور ابھی بے سمجھی کے سبب ہی بھائی جو بات ہنسی ہی اسمجھو ہے۔ اُس کے لئے یتن ہو رہا ہے . . . . . .

کے ساتھ بھائی - قوم کے ساتھ قوم - اور ملک کے ساتھ ملک لڑائی اور جنگ کے لئے تلے ہوئے ہیں، ہمارے رشی لوگ جو ہم سے نہایت اعلےٰ دماغ رکھتے تھے ۔ اُن کے فیصلے کب غلط ہو سکتے ہیں - ہم یہاں مثال کے طور پر "اوم" کے پیاروں کے سامنے رشی یاگیولک اور میتری سمباد رکھتے ہیں جس کا تذکرہ براہدارنیک اُپنشد میں ہوا ہے -

ایک سمے راجہ جنک اور یاگیولک رشی آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ راجہ جنک نے یاگیولک مہاراج سے پوچھا - ہے پربھو مجھے ویراگ کا سروپ کہیئے اس پر اُنہوں نے کہا کہ ہے راجن! کل میں تجھ کو ویراگ کا سروپ دکھاؤں گا - چنانچہ ایسا کہہ کر مہرشی اپنے آشرم گئے - وہاں اپنی چھوٹی پتنی میتری سے کہا : -

मैत्रेयीति होवाच याज्ञवल्क्य उद्यास्यन्वा अरे ऽहम स्मात्स्था -
नादस्मि हन्त ते ऽनया। कात्यायन्या ऽन्तं करवाणीति ॥

مطلب : - ہے پریہ میتری - میں اس گرہست آشرم کو تیاگ کر بان پرست کو گرہن کرنے کی اچھا والا ہوں - اگر تمہاری صلاح ہو تو تمہارے اور کاتیائنی کے درمیان میں برابر برابر دھن سمپتی کو بانٹ دوں -

सा होवाच मैत्रेयी यन्नु म इयं भगोः सर्वा पृथिवी वित्तेन पूर्णा
स्यात्कथं तेनामृता स्यामितिनेति होवाच याज्ञवल्क्यो
यथैवोपकरणवतां जिवितं तथैव तेजीवितं स्याद‍ु मृतत्वस्य
तु नाऽऽशाऽस्ति वित्तेनिति ॥

مطلب : - یہ سن کر میتری بولی - ہے پربھو - میں پوچھتی ہوں - آپ کر پا کر کے مجھ کو اُتر دیجیئے - کہ مان لیجیئے - کہ یہ سب پرتھوی دھن کر کے پورن ہے - یدی دیو اچھا سے یہ سب میری ہو جاتے تو کیا اس سے میں تریپت ہو جاؤں گی - اور امرت ہو جاؤں گی - اس پر یاگیولک رشی نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا - ہاں جس طرح سکھ سادھن والے عام دھنی لوگوں کا جیون ہوتا ہے ویسے ہی تمہارا جیون ہو گا - پرنتو امرت بھاؤ یعنی مکتی اور شانتی کی آشا دھن سے کبھی نہیں ہو سکتی -

सा होवाच मैत्रेयी येनाहं नामृता स्यां किमहं तेनु कुर्यां
यदेव भगवान्वेद तदेव मे ब्रूहीति ॥

مطلب : - اس پر میتری پھر بولی - ہے بھگون جس دھن کر کے ہیں مکتی یا شانتی نہیں ہو سکتی - تو پھر اس دھن کو لے کر میں کیا کروں گی جس سکھ کے سادھن کو آپ جانتے ہو میری مکتی کے لئے وہ ہی بتلائیے اور جس سریشٹ دھن کو آپ سے جانتے ہیں - اس میں مجھے شریک کیجیئے -

اس پوترب ادکت تمولی سمباد سے اُپنشد کاروں کے آشئے کس طرح روز روشن کی طرح خواہشات کے

تیاگ کا اُپدیش دے رہے ہیں۔ اور ایسی بےشمار مثالیں ویدک گرنتھوں میں پڑی ہیں جن سے ہم کو اسی اننت کامنا کا ہی اُپدیش مل رہا ہے۔ کٹھ اُپنشد میں بھی کہا ہے،

यदा सर्वे प्रमुच्यन्ते कामा येऽस्य हृदिस्थित:
अथ मर्त्योऽमृतो भवत्यत्र ब्रह्म समश्नुते ॥

ارتھ: جس سے یہ پُرش ان تمام خواہشات کو جو کہ اُس کے ہردے میں استھت ہیں تیاگتا ہے۔ تب یہ مرن دھرما پُرش یہاں ہی امرت ہو کر برہم کو پراپت کر لیتا ہے لیکن

(۱) جیتے جی کرتا ہے کب دُنیا سے دُنیا دار بس — اپنے منہ سے گرچہ وہ کہتا ہے سو سو بار بس
(۲) زندگی میں جھگڑے جاتا ہے بڑھاتا آدمی — دم نکل جاتا ہے جب ہوتی ہے سب تکرار بس
(۳) سخت مہلک ہے یہ بیماری ہوا و حرص کی — جان ستاں آزار ہے دُنیا میں یہ آزار بس
۴۔ کرتے کرتے عمر جائے گی گزر اپنی تمام — روتے روتے دم یہ ہو جائے گا آخر کار بس
۵۔ تجھ سے دُنیا کی عمارت ختم ہونے کی نہیں — چھوڑ دے اس کو یہاں بس کر دے اے معمار بس
۶۔ کھا چکا دُنیا کو تو اور تجھ کو دُنیا کھا چکی — اب تو کر اس سے خدا کے واسطے اے یار بس
(۷) جس کو تو اب دیکھتا تازہ بہ تازہ نو بہ نو! — ختم ہو جائے گا گل اور موسم گلزار بس
(۸) اس تجارت گاہ میں کچھ کر لے سروقد لین دین — ہونے والا ہے یہ سودا ختم اور بازار بس

ہم یہاں "اوم" کے پیاروں کے لئے اس آشا یعنی ترشنا کے ہی مضمون پر نہایت مختصر طور پر پنگلا نام والی ویشیا (گنکا) کی کہانی کہتے ہیں جس کو شری بھاگوت میں اودھوت دتاترے نے راجہ یدو کے پرتی کہا ہے۔

پورب کال میں ودیہہ نگر میں ایک پنگلا نام کی گنکا رہتی تھی۔ ایک دن کسی پریمی کو اپنے گھر لانے کی اچھا سے وہ خوب بن ٹھن کر بہت دیر تک اپنے گھر کے دروازے تک کھڑی رہی۔ چنانچہ وہ کامنا کی ماری جب ہی کوئی پُرش اس مارگ سے نکلتا۔ دیکھ کر اُس کو سمجھتی کہ کوئی بہت دھن دے کر رمن کرنے والا دھنی ہوگا۔ مگر اُس کے وہاں سے ہو کر نکل جانے پر پھر وہ وچار کرتی۔ کہ شاید کوئی دُوسرا کافی دھن دینے والا پُرش میرے پاس آتا ہوگا۔ چنانچہ اسی پرکار اسی دُراشا میں دروازے کے پاس کھڑے کھڑے اُس کی نیند جاتی رہی اور کبھی باہر اور کبھی اندر آتے جاتے اُسے آدھی رات گزر گئی۔ دھن کی دُراشا سے انتظار کرتے کرتے اُس کا منہ سوکھ گیا۔ اور چیت بھی ویاکل ہو گیا مگر اُس کو بھگوت کرپا سے یا شاید بھگوان دتاترے کی آپار کرپا سے جو ایک طرف کھڑے ہوئے یہ سب تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس دھن کی چنتا سے خوب اُداس ہو کر پرم سکھ کا دینے والا اور شانتی کا داتا ویراگ اُتپن ہو گیا۔ جس کے اُتپن ہوتے ہی اُس نے جو کچھ کہا وہ ہم آپ کے سامنے محض ویراگ کی اُنّتی کے لئے چند الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

وہ بولی: "اہو! مجھ موڑھ کا اور اندریوں پر اُن کے موہ کا وستار تو دیکھو۔ جو میں ان تچھ اور اَست بدھی پُرشوں سے سُکھ کی کامنا کرتی ہوں۔ ہائے میں بڑی بے سمجھ ہوں۔ جو اپنے ہردے میں رمن کرنے والے اور اننت سمیپ تھانت

ہی پرتیی اور سچے دھن کے دینے والے آتم دیو پرتیم کو چھوڑ کر کامنا پورن ہونی دیرکھتی ہی ان دکھ، موہ شوک اور بھے کے دینے والے تچھ پرشوں کو سیون کرتی ہوں۔ دیکھو میں نے دیرکھتی ہی اس اتی نندت برتی سے اپنے آپ کو دھوکا دیا۔ اور ستایا۔ ہائے کشٹ ہے کس لئے میں ان استری لمپٹ کامی پرشوں سے رتی اور دھن کی اچھیا کرتی رہی ہوں۔ اس ودیہہ نگر میں ایک ہی ایسی دشٹ آچار والی اور بیوقوف مند بھاگنی ہوں۔ جو اس گیان والوں کے نگر میں اس اتی سمیپ ابھیشٹ پرماتما جو سب کے ہردے میں براجمان ہیں، چھوڑ کر دوسرے پرشوں سے اپنی کامنا پورن کرانا چاہتی ہوں اور جو میرے کوئی شبھ کرم کا پھل ہے جو آج ایکا ایکی بار میرے اوپر بھگوان وشنو پرسن ہوئے ہیں جس کے سبب نت ہی دراشا میں ورتنے والی اور مجھ درآچارنی کے چت میں پرم سکھ اور شانتی کو دینے والا ویراگ اتپن ہوا ہے۔ اگر آج میرا بھاگ مند ہوتا۔ تو اس پرکار کی اچانک ویراگ برتی میرے چت میں کب یکایک پیدا ہو سکتی تھی۔ بس اب میں اس بھگوت اپکار کو سر آنکھوں پر لے کر اور وشیوں سے اتپن ہونی والی اس تچھ دراشا کو چھوڑ کر جگدیشور کی شرن جاؤں گی۔ اور اس اکسمات پراپت ہوئے ویراگ میں شردھا رکھ کر پرا بدھ وش جو کچھ ملے گا۔ اسی سے سنتشٹ ہو کر اپنا جیون نرواہ کروں گی۔ اور اس اپنے آتم روپ رمن ایشور کے ساتھ نت ہی بھوگ بلاس اور آنند وہار کروں گی۔ افسوس۔ اس سنسار کوپ میں پڑے ہوئے اور وشیے واسناؤں سے نشٹ اور دکھی ہوئے اس بھائی جیو کا پرماتما کو چھوڑ کر کون سہارا ہو سکتا ہے لیکن وہ پرماتما تب ہی پرسن ہوتے ہیں۔ جب جیو وشیے واسناؤں سے اُپرام ہو۔"

پنگلا اس طرح وچار کر اور نشچے کر کے کانت کی دراشا کو چھوڑ کر شانت چت سے اپنے بستر پر سو گئی۔

आशा हि परमं दुःखंनैराश्यं परमं सुखम् ॥

یعنی آشا ہی دکھ اور اشانتی کا موجب ہے۔ چنانچہ آشا سے مکت ہونا ہی پرم اور سچا سکھ تتھا شانتی کا بھنڈار ہے۔ ویراگ کے معنی بھی سوائے خواہشات کے تیاگ کے اور کچھ نہیں۔ ویراگ سے مراد وستو کے تیاگ کے نہیں ہیں تیاگ بھی اس چیز کا ہو سکتا ہے جو اپنے پاس موجود ہو۔ لیکن ویراگ یعنی خواہش کا تیاگ تو ہر ایک چیز کا ہو سکتا ہے خواہ وہ پاس ہو یا نہ ہو۔ جو پدارتھ یا وشے ہمارے پاس ہی نہیں جیسے سورگ لوک یا برہم لوک کے دویہ بھوگ تو بھلا ان کا تیاگ ہم کیسے کر سکتے ہیں۔ مگر یہاں ہی بیٹھے بٹھائے ویراگ یعنی خواہش کا تیاگ تو ان تمام درشٹ اور ادرشٹ یعنی لوک پرلوک کے وشیوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور جب تمام خواہشات کی نورتی ہو جاتی ہے۔ تو چت ہمالیہ پہاڑ کی طرح شیتل اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے اوپر گنکا کے اتہاس میں اس بات کو اچھی طرح درشایا ہے کہ جوں ہی اس نے دراشا کا سنکلپ چھوڑا۔ شیتل اور شانت من ہو کر آرام سے بستر پر لیٹی اور سو گئی۔ اس میں کوئی سندیہہ نہیں کہ من نہایت چنچل اور استھر سبھاؤ کا ہے۔ مگر اس کی چنچلتا کا سبب محض یہ دراشائیں اور کھوٹی واسنائیں ہی ہیں۔ اگر کسی طرح ان کا سدھار ہو جائے تو من کی استھرتی میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔ اور من کے ٹھہر جانے پر شانتی تو پاؤں کا فرش اور ہاتھ کی ہتھیلی پر ہے۔ چنانچہ اس غرض سے مہا پرشوں نے اس من کے سدھار کے لئے کئی اپائے رچے ہیں جن میں نہایت اعلیٰ اور سکھدائی سادھن

وشیوں میں دوش درشن رکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ جن جن وشیوں کو نمت رکھ کر من دوڑتا رہتا ہے، اُن اُن کے اندر دوشوں کو ہی بچار دوارہ دیکھتے رہنا اور وہ دوش یہ ہیں۔ پہلا وشیوں میں اسمت انت اور منتھیا روپتا کا چنتن، نیز دوسرا ہے اُن کے اوانت میں دُکھ ردپتا کا وچار۔ اگرچہ ایک اودیکی پُرش کے پاس تمام وشے ست روپ اور سکھ روپ ہی ہر وقت بھان ہوتے ہیں۔ مگر ایک اعلیٰ ودیک کی نظر رکھنے والا اُن کو انت یعنی آگما پائی اور آداانت میں دُکھ دائیک ہی جانتا ہے دیکھئے وشیوں کی مدیرکارکی ہی اوستھا مانی گئی ہے ایک کا یہ مان اوستھا یعنی پراپتی سے پہلے جب اُن اُن کی کامناحیت میں ہوتی ہے اور دوسری بھوجیہ مان اوستھا یعنی جب کہ اُن کا بھوگ ہوتا ہے۔ اِن دونوں حالتوں کے اندر ودیکی اُوپر کہی ہوئی رِیتی سے وچار کرتا ہے یعنی اُن کی پہلی حالت میں جبکہ وہ پراپت نہیں ہوتے۔ اُنکی پراپتی کی خواہش سے جلتا ہے نیز اُن کے ہل جانے پر یہ بنے رہیں اور نشٹ نہ ہوں" ایسی چنتا اور بھی ادھک سنتاپ کرتی ہے اس طرح ہمیشہ ہوشیار اور خبردار رہنے کے سبب وہ اپنی اندریوں اور من کے اُوپر وجے پراپت کر لیتا ہے جس سے پُورن شانتی کو انوبھو کرتا ہے، شانتی تو اُس کے اندر ہی تھی۔ بلکہ اس کا سروپ ہی شانت تھا۔ صرف کئی ایک وُداشاؤں کے سبب اُس کے من کو حرکت ملنے سے شانتی میں ہی اشانتی کا انوبھو ہونے لگ گیا تھا چنانچہ جب اُس کا سدھار ہو گیا۔ شانتی تو پہلے ہی پراپت تھی جس طرح پانی اپنے سبھاؤ سے ہی شیتل اور ٹھنڈا ہے لیکن جب اُسے آگ کا سنیوگ ہوتا ہے گرم ہو جاتا ہے۔ مگر جب ہی اس نے اگنی کا سمبندھ چھوڑا شیتلتا کے لئے اُسے کہیں جانا نہ تھا۔ کیونکہ وہ تو اُس کی پرکرتی یعنی اپنی ذات ہی تھی لہٰذا ہم اِس کو ادھک نہ کرتے ہوئے اس کا نتیجہ یہ ہی دیتے ہیں۔ کہ محض چھوٹی بڑی خواہش کے تیاگ میں ہی شانتی اور آنند کا راز ہے اور جو اس سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ پُورن شانتی کو پراپت کر لیتے ہیں۔

۲

بھگوت بھگتی یعنی ایشور پریم سے شانتی

सर्व धर्मान परित्यज्य मामेकं शरणं ब्रज ।
अहं त्वा सर्व पापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुच: ॥

نیز بھگوت بھگتی یعنی ایشور پریم سے بھی شانتی ہو سکتی ہے۔ ولشیو گرنتھوں میں بھگتی کا سروپ ایشور میں پرم پریم ہی رکھا ہے، پرم پریم سے مُراد اُس شدھ پیار سے ہے جو اور سب کی طرف سے ہٹ کر بھگوت چرنوں میں لگے عام طور پر تو چت کی پریم مئی برتی کا نام ہی بھگتی ہے، مگر دراصل وہ پریم سی برتی ہی جگہ کی بھولی کام، کرودھ لوبھ، موہ وغیرہ کی شکلیں اختیار کر رہی ہے۔ جب استری میں پریم ہوتا ہے۔ تب اُس برتی کا نام کام ہوتا ہے جب اس کام برتی میں کوئی دِگھن یا رکاوٹ آکر پیدا ہوتی ہے تو اُسے کرودھ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب دھن پدارتھ کا لالچ ہو جاتا ہے تب اُسے لوبھ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جس بیٹے پوتر وغیرہ میں اسکتی ہوتا ہے۔ تب وہ موہ کہلاتا ہے مگر جب وہ ہی برتی بھگوت چرنوں میں انوراگ رکھتی ہے تو اُسے ایشور پریم یا بھگوت

بھگتی نام دیا جاتا ہے۔ گویا وہ ایک ہی برتی جب شدھ ستوگن مئی ہوتی ہے تو اُسے بھگتی بولتے ہیں۔ مگر جب رجوگن اور تموگن سے سمبندھ پاتی ہے تب اُس کے دیگر نام ہو جاتے ہیں۔ اصل معنوں میں جس طرح ایک ہی صاف اور شفاف پانی میں جب لال رنگ ملایا جاتا ہے۔ تب وہ لال ظاہر ہوتا ہے۔ جب سبز ڈالتے ہیں تب سبز جب نیلا ملاتے ہیں تب وہ ہی پانی نیلا نظر آنے لگتا ہے مگر در حقیقت پانی ایک ہے۔ صرف جس جس کی صحبت اُسے ہوتی ہے اُس اُس روپ کو اختیار کر لیتا ہے یہاں بھی صاف اور شفاف پانی کی طرح شدھ برتی ہی بھگتی ہے۔ مگر جب اُس میں کسی ملین گن کا سمبندھ ہوتا ہے تب اُس کو کام کرودھ نا موں سے گنا جاتا ہے۔ نہیں تو چیز محض ایک چیت کی برتی ہے چنانچہ ست سنگ آدی سادھنوں سے تمام کوشش اور پرشارتھ بھی اسی بات میں ہے۔ کہ بتی سے چیت کی سبھاوک شدھ اوستھا نصیب ہو۔ اور جب باہر سے آئے دوش ہٹ جاتے ہیں۔ تب سبھاوک ہی ایشور پریم جاگ آتا ہے مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ شدھ پریم مئی برتی روپ بھگتی کو نرا پادھک پریم ہونے کے کارن اُس کا سکھ اور شانتی روپ پھل نو نت ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے استری دھن وغیرہ کے نمت سے اتپن ہوئی ہوئی پریم مئی برتی کو سا اُپادھک ہونے کے کارن اُس سے پیدا ہوا سکھ اور شانتی روپ پھل نت اور ست نہیں ہوتا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ایک بھگت کو جو شانتی ایشور آرادھن سے ہوتی ہے ایک سنساری کے سکھ اور شانتی سے اُس کا درجہ نہایت اُونچا اور بلند ہے۔

بھگتی بھاؤ سے ویراگ آدک سادھن بھی بھگت میں خود بخود آ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر ایک شے بھگوان کی ہی سمجھتا ہوا اپنے تمام کرم اور اُن کے پھلوں کو بھگوت ارپن کرتا ہے اور کسی بھی چیز میں اپنی ممتا نہیں رکھتا۔ بلکہ یوں جانتا ہے کہ یہ بھگوان کا گھر ہے اور میں اُس کے انتظام کے لئے مقرر کیا گیا ہوں جس طرح ایک دایہ یا لونڈی گھر میں گھر کا سب کام کرتی ہے اور اُس کو اپنا ہی گھر کہہ کر پکارتی ہے۔ یا جس طرح ایک سرکاری ملازم دفتر کے کام کو اپنا کام جان کر کرتا ہے۔ اُسی طرح بھگوت بھگت بھی اپنے تمام فرائض پوری پوری دانائی اور دیانتداری سے سر انجام دیتا ہوا بھگوان کی ہی آگیا کو پالن کرتا رہتا ہے۔ اُسے نہ کرم کے کرنے میں ابھیمان ہے۔ اور نہ ہی کرم کے پھلوں کی ترشنا، تمام کرم تو بھگوان کی شکتی سے سمپادن ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں اپنا کیا ہے اور اُن کے پھل سے بھی کیا پریوجن۔ اس کا ایک ماتر پریوجن بھگوت سیوا سے بھگوت پریسنتا ہے اسی لئے وہ پورن نشکام ہونے کے باعث کرموں کے پھلوں کو بھی نہیں چاہتا۔ اس کی آرزو محض پر میشور پراپتی ہی ہے جس کے لئے اُس نے تمام خواہشات کو قربان کر دیا ہے ہم اُس کی سچی جستجو کو ذیل کے چند فقروں میں اُردو داں کے لئے پیش کرتے ہیں جس سے صحیح اُس کی قلبی حالت کا پورا پورا اظہار ہو جائے۔

۱۔ بہر صورت رُخ دلدار دیدن آرزو دارم — بہر سوئے صدائے او شنیدم آرزو دارم
۲۔ درین غمخانۂ کثرت چرا باشم چرا باشم — کہ من در گلشن وحدت چمیدن آرزو دارم
۳۔ بہر جانب کنم سیرے نہ بنید دیدہ ام غیرے — کہ من در انجمن خلوت گزیدن آرزو دارم
۴۔ نہ با دو رُخ سرو کارم نہ جنت را طلبگارم — بجاں سوز محبت را خریدن آرزو دارم

مطلب۔ ۱۔ میں ہر صورت کے ساتھ اپنے پیارے کا چہرہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور ہر ایک آواز کے ساتھ اس کی آواز سُننے کا خواہشمند ہوں۔

۲- اس کثرت کے غمخانہ میں کس طرح رہوں اور کس طرح رہوں۔ کیونکہ میں وحدت کے گلشن میں سیر کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔

۳- میں جس طرف سیر کروں میری آنکھ کسی غیر کو نہ دیکھے۔ کیونکہ میں ابھِن یعنی انیکتا میں وحدت یعنی ایکتا کو چننے کا آرزومند ہوں۔

۴- میرا دوزخ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ ہی میں جنت کا طلبگار ہوں۔ بلکہ میں پیارے کی محبت کی آگ کو اپنی جان کے ساتھ رکھنے کا خریدار ہوں،

جیسے ہم اوپر "ویراگ سے شانتی" کے پرکرن میں ظاہر کر آئے ہیں۔ کہ دُکھ اور اشانتی کا بیج محض خواہش ہے نگاہِ غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ جب ہی کسی چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ پہلے اس چیز کے ابھاؤ یعنی نہ ہونے کو جتاتی ہے۔ جبتک کسی چیز کی کمی نظر نہ آوے۔ اس کی خواہش اور طلب ہو ہی کب سکتی ہے۔ یہی بچار کی بات یہاں ہے کہ ایشور کا پریمی بھگت اپنے میں کسی چیز کی کمی نہیں دیکھتا جس کے لیئے وہ خواہاں ہو۔ یا ترشنا کرے۔ کیونکہ اس نے اس پیارے سے اپنی سچی لگن لگائی ہے جس کے پاس کسی قسم کی کمی نہیں جس طرح ایک راجہ بیر بے بہا دولت کا مالک ہوتا ہے اُسی طرح بھگت بھی بھگوان کا پیارا ہونے کے باعث دُنیا کے ایشوریہ اور سمپتی کا مالک ہی ہے۔ اگر ظاہری دُنیا میں وہ خاص پربھو کے پیارے غریب یا مفلس دیکھے جاتے ہیں اس طرح اُن کی بیرونی حالت دیکھ کر اُن کی قلبی اوستھا کا اندازہ لگانا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اندر پریم کی بے بہا نقدی کے مالک ہو چکے ہیں۔ دُنیاوی نظر رکھنے والے لوگ اُن کے ہاردک بھاؤں کو کیا سمجھ سکتے ہیں جس طرح آکاش میں پرندوں کے پیروں کا نشان نہیں۔ اُسی طرح اہلِ دُنیا اُن کے اندر کی حالت کو قطعی نہیں جان سکتے بلکہ اگر ٹھیک ٹھیک سمجھا جاوے تو اصلی خوشی کا ظہور ہی وہاں ہوتا ہے جہاں کسی قسم کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ جو بھگت بھگوان میں ہمیشہ سنتشٹ تریپت اور پرسن رہنے والے ہوں۔ اُن کے نزدیک دُکھ اور اشانتی بھلا آسکتی ہے۔ آج ایشور بھی اس لئے آنند سروپ اور سُکھ کا ساگر ہو رہا ہے۔ کہ بے محتاج اور کوئی ضرورت نہیں رکھتا۔ اور اُس کے پیارے بھی جب اس کی طرح ہی بے ہوا و حرص ہو جاتے ہیں۔ تب اس کی طرح ہی وہ بھی آنندی اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ایسا ہونے کا ایک سبب اُن کی اندھی اور اٹوٹ شردھا ہی ہے نہیں اس بات کا سچا صدق ہے کہ اُن کا کوئی کام بھی پربھو کی مرضی کے بنا نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی طاقت ہی تو اس زمین کے تلے پر نہیں جو اس میں رکاوٹ پیدا کر سکتی ہو۔ پورب کال کی بے شمار بھگتوں کی مثالوں نے اس کے اس وشواس کو اور بھی درڑھ بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے خوف و خطر اس سنسار میں بچرتے ہیں۔ سچ مچ جس کے پہلو میں آپ بھگوان ہوں اُسے کس کا اندیشہ اور فکر ہو سکتا ہے۔ ایک بالک بھی جب اپنی ماتا کی گود میں پڑا ہوتا ہے تو کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری ماں میرے لئے سب کچھ ہے۔ اور ایسی کوئی کمی نہیں جسے وہ پورا نہیں کر سکتی۔ یا ایسا کوئی خطرہ نہیں جس سے وہ مجھے بچا نہیں سکتی تو پھر کیا کہئے اس بھگت پیارے کے متعلق جو اپنی سچی ماں یعنی پرماتما کی گود میں پڑا ہوا ہنستے ہوئے اس بات میں اُس کو پورا وشواس ہو سکتا ہے جو سچ مچ ایک انجان بالک کی طرح ہو رہے۔ یہ ہماری دانائی اور عقلمندی ہی ہمارے دکھ اور اشانتی کا موجب بن رہی ہے۔ اور اس ابھیمان سے ہماری یہ دُردشا ہو رہی ہے اگر ہمارے اندر ایک بچے کی سی سرلتا اور سردھا بن آ جائے تو وہ کون مصیبت اور وکھیپ یا اشانتی ہے جس سے ہماری رکھشا نہ ہو۔ اور کمزوری بھی اس میں ہی ہے کہ

ہم خود بخود سب کچھ بنے بیٹھے ہیں۔ اور جس پربھو کی کرپا سے ہم اہنکاری یا ابھمانی بھی ہیں۔ اس کو قطعی بھول چکے ہیں جب ایسے مہاپرش کو بھول گئے۔ جو سب کا رازق ہے تو پھر ہمکو کب سکھ اور شانتی نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر پرمیشور یاد ہو۔ اور اس کی سمرتی بنی رہے تو دکھ، کلیش، ڈر کوسوں دور بھاگتے ہیں جس طرح روشنی کے سامنے اندھیرا نہیں آسکتا۔ اس طرح بھگوت شرناگت کے پاس کوئی اشانتی یا دکھ دیپ نہیں پہنچ سکتے۔ اگر اس سنسار میں بھگوت پیاروں کو بھی شانتی اور سکھ نہیں ہو سکتا۔ تب دعوے سے کہنا ہوگا۔ کہ اس جہان میں کوئی سکھ اور شانتی کا منہ نہ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ شانتی اور سکھ محض اپنے دیوتوں کے لئے ہی ریزرو رکھے جا چکے ہیں۔ دنیا کا پیارا خواہ کتنا ہی ایشوریہ اور سمپتی کا مالک ہو۔ اور کس قدر ہی دھنی کیوں نہ ہو جائے۔ یا عزت اور شہرت کو حاصل کر لیوے۔ مہاپرشوں کا فرمان ہے کہ وہ کبھی بھی سکھ کا بھاگی نہیں ہو سکتا۔ اور نے الواقع یہ ایک چھپی ہوئی سچائی ہے جس سے حقیقی اور پورن شانتی کا خواہاں کوئی بھی بے خبر نہ رہے۔ چنانچہ صاحبوں کا فرمان ہے

ہر سبرن صدا کھواری

نانکو دھو کا کہاں بیاپیے	جانکو اوٹ تمہاری
پن سمرن جو جیون بلنا	سرپ جیسے ادجاری
تو کھنڈن کو راج کمائے	انت چلے گو ہاری
سو سکھ میاد جن اس جنا	نانک تس بلہاری

(گھرو گرنتھ)

(۳)

تتو گیان یعنی برہم ودیا سے شانتی

नास्ति बुद्धिर युक्तस्य न चायुक्तस्य भावना ।
न चाभावयत: शान्तिर शान्तस्य कुत: सुखम् ॥

ادویت ویدانت میں شانتی پد کو جیون مکتی کے ولکھش سکھ سے ہی مخصوص کیا گیا ہے۔ جو تتو گیان کے بعد کی اوستھا وشیش ہے۔ مگر جس میں ویراگ اور اپاسنا لازمی طور پر ساتھ رکھے گئے ہیں۔ اور جن ہر دو کے بغیر تتو گیان حاصل ہو کر بھی کوئی خاص شانتی کے دینے والا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے نوین ویدانتی ویراگ اور اپاسنا سے شون محض عقل کی لطافت اور ودوانی کے باعث اپنے آتم سروپ کا ساکھیات کر کے بھی دکھشیپ اور اشانت ہی دیکھے جاتے ہیں۔ اوپر کے بھگوت گیتا کے شلوک میں بھی بھگوان کرشن چندر نے اسی بات کو درشایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایکت پرش کی بدھی نہیں ہے جس کے معنی ہیں کہ جس نے نشکام اور بھگوت اپاسنا سے اپنے چت کو یکت یعنی سمین نہیں کیا۔ اسے تتو گیان نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے ایسے ایکت اپاسک کے بھاونا نہیں ہوتی۔ بھاونا سے یہاں چت کی برتیوں کا جو اپنے آتم سروپ میں لگا تار پرواہ ہے، مراد ہے جس کو گرنتھ کرتا دل نے دھیان یا ندھیاسن نام دیا ہے۔ اور حقیقت وہ بھی اس کے نہیں ہوتی اور اس دھیان یعنی یکسوئی کے بغیر شانتی

نہیں۔ اور شانتی کے بغیر سکھ کہاں ہے۔ اگرچہ شانتی کا بالکل سیدھا اور سادھن نوتو گیان وپورنک دھیان ہی ہے مگر اس نوتو گیان کے اندر بھی ویراگ اور ابھیاس نہایت ضروری ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے کسی کو مرشد کامل کی مہربانی سے اس چھپے راز کا پتہ لگ بھی جاوے تو محض سمجھ سے کچھ خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ تا وقتیکہ وہ علم باعمل ہو یعنی دل کی یکسوئی سے شانتی اور سکھ کا انوبھو نہ ہو اگر اس میں ستسنگ یعنی دسش یعنی گنگا کے تیاگ پورنک گوشہ نشینی یعنی ایکانت دیش اور انکول کال یعنی برہم مہورت آدی آنند سنبھوگ کی خاص ادشکتا ہے بغیر انکول دیش اور کال کے بھی جیون مکتی کی یہ اوستھا نے الواقع ایک ناممکن سا امر ہی ہے بلکہ جس قدر گوشہ نشینی اختیار کی جاوے گی۔ تو یہ ہے کہ نام روپ یعنی اسم وشکل کا تعلق جس قدر چیت سے گھٹتا جاوے گا۔ نجانند کی انوبھوتی ہونے سے اپار شانتی ہوگی اسم وشکل کے ساتھ تعلق پیدا ہوتے ہی خودی کا امکان ہے اور جب وہ تعلق ٹوٹتا ہے۔ بیخودی کے باعث آنند اور شانتی کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ دکھ اور اشانتی کا سبب محض خودی ہی ہے۔

آنند کے چشمے کے ناکے پر یہ جسم اک بندھ تھا
وہ بہہ گیا بند خودی دریا بہہ رہا ہے واہ واہ (سوامی رام تیرتھ)

ڈ ڈورے کے ہتھ آپ اپنے خودی اسکھاں دے منہ اوہیں تکدی رہی
اونچے کھیدی رہی جھوردی جھرکدا رہی انہاں سکھاں پچھے سکدی سکدی رہی
کدھروں ملیا نمانی نہ خیر ہائے بھار غماں دے جھکدی نہ تھکدی رہی
ڈیٹھا سکھاں دا منہ آپ مرکے گوبند اوہیں مردوں جیندی ہی جھکدی رہی
ڑ ڑک سی خودی دی کہی اڑکی تھاں سکھاں دا کوئی نہ دہن دتا
خودی خوشی دے چشمے تے بندبن گئی بھیڑی خوشی دا چشمہ نہ وہن دتا
پائی رکھدی رہی بھاجڑاں رات دن ایہہ کدی نال آرام نہ بہن دتا
خودی مٹی نے چھٹی اے جند گوبند مرشداں بھید پچھیر کہن دتا (گوبند برتا)

خودی مٹی تب سکھ بھئے من تن بھئے اروگ
نانک درشٹی آیا استت کرنے جوگ (گورو گرنتھ)

यतो यतो निवृत्तते ततो ततो विमुच्यते ।
निवृत्तनाद्धि सर्वतः न वेति दुःखं अणुरपि ॥

مطلب:۔ جتنا جتنا بیخود ہو جاتا ہے۔ اتنا ہی چھٹکارا پاتا ہے۔ اور بے خودی کی مکمل حالت میں تو کنچت ماتر بھی دکھ محسوس نہیں کرتا۔

اس طرح خودی ہی تمام دکھوں کا گھر اور اشانتی کا بھنڈار سمجھی گئی ہے۔ بلکہ تمام کوششیں بھی محض اس کو دور کرنے کی ہیں۔ کرم یوگ، بھگتی یوگ، راج یوگ، ہٹھ یوگ۔ نے یوگ اور اور بھی تمام یوگ سادھنوں کا ایک ماتر یہ مقصد ہے اگرچہ ایک یوگ کا طریقہ عمل دوسرے سے بالکل اور معلوم ہوتا ہے مگر آخری مطلب سب کا ایک ہے

کرم یوگ اور بھگتی یوگ میں جس طرح کہ ہم ظاہر کر آئے ہیں، تمام کرموں کے ابھیمان کو اور اُن کے پھلوں کی ترشنا کو تیاگ کر بھگوت پریتی اور پراپتی کے لئے ہی اُن اُن کا انوشٹھان ہوتا ہے مگر گیان یوگ میں اُن تمام کرموں کو بندھن کا نام سمجھ کر آدمی چھوڑ کر آتما کی ذات کو اسنگ اکرتا ابھوگتا روپ سے جاننا ہوتا ہے۔ ویدانت شاستر میں اسی خودی کو انیو انیہ ادھیاس میتھیا گیان یا چد جڑ گرنتھی کے نام سے پکارا ہے۔ یعنی ست چت آنند سروپ آتما کا است جڑ اور دکھ روپ دیہہ آدکوں کے ساتھ موہوم تعلق ہے چنانچہ جب یہ تعلق وویک ہو جانے پر میتھیا اور جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ تو میتھیا گیان یعنی خودی اپنے آپ مٹ جاتی ہے۔ اور تب یہ جیو مکت ہو کر تمام دکھوں اور کلیشوں سے آزاد ہوا اپنے نج شانت سروپ میں استھت ہو جاتا ہے، یہ ہی بندھ ہے۔ اور اس سے خلاصی یا مکت ہونا ہے اور یہ ہی ویدانت کا نتیجہ ہے مگر وویک یعنی ست است کی پہچان کے بغیر یہ موہوم علاقہ خودی ٹوٹنا نہایت مشکل ہے جس طرح دودھ اور پانی ملنے پر ہم اس کو علیحدہ علیحدہ نہیں جان سکتے۔ اسی طرح اناتما دیہہ۔ اندریاں من اور پران وغیرہ بھی سبھاؤ سے اسنگ آتما کے ساتھ ایک ہو کر ظاہر ہو رہے ہیں۔ یا جس طرح روشنی تمام چیزوں کو گھیرتی ہوئی سب کے ساتھ مل کر سب روپ اختیار کر لیتی ہے اور ایک انجان عقل اس کو اُن تمام چیزوں سے جدا نہیں دیکھتی جو در حقیقت اُن تمام سے باہر اور جدا ہے۔ اسی طرح یہ آتم دیو بھی سب کے ساتھ ملا جلا سا وہی وہی روپ والا بھان ہو رہا ہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ ان سب کا درشٹا اور ساکھشی ایک دیپک کی طرح بطور شاہد کے ہے۔ روشنی جس طرح ان چیزوں کی ادل بدل یا ٹوٹنے پھوٹنے میں جیوں کی تیوں رہتی ہے۔ اسی طرح یہ آتم دیو بھی جسم اندریاں، من، پران وغیرہ کی تمام بدلتی ہوئی حالتوں میں ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔ اور کسی قسم کی تبدیلی کا ظہور اس میں نہیں ہوتا۔ مگر جیسا کہ اوپر بیان میں آیا ہے۔ وویکی اور درشٹا اور درشیہ کی خاصی پہچان رکھنے والے ایک اہل نظر کا ہی کام ہوگا۔ پر نتیجہ اس طور پر اس آتما کی اصلیت سے اور اس کی شدھ بدھ پرکرتی یعنی سبھاؤ کا واقف ہو جاتا ہے۔ وہ تمام اشانتی دکھشیپ دکھ اور کلیشوں کو کیول اناتم دھرم سمجھ کر اور دیہہ آدکوں میں ہی دیکھتا ہوا آپ اُن سے اسنگ ہونے کے باعث سروپ بھوت جو نجانند اور پرم شانتی ہے اس کا بھاگی ہو کر کرت کرت ہو جاتا ہے۔

مگر آگے چل کر اس میں کچھ تھوڑی راز کی بات اور بھی نظر آوے گی اور وہ جن اُپادھیوں سے اس آتم سروپ کا وویک ہوتے پر اس کا شانت اور آنند پورن سروپ انوبھو کیا ہے۔ اُن کا جداگانہ کوئی وجود نہیں ملتا۔ اس طرح جب اُپادھی کے بادھ ہونے سے اس کا بھی میتھیا گیان ہوتا ہے۔ تب پیچھے ایک نروشیش اکھنڈ پورن ادویت شانت تت ہی رہ جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی ساکھشاتکار اور اسیم شانتی کا لابھ ہوتا ہے۔ اور جیون مکتی کا بھوگنا ہوتا ہے بلکہ ایسا بھی نہیں۔ وہ مکت پرش پرم آتم کے ایکتو گیان دوارا پرماتم سروپ ہی ہو جاتا ہے۔

باریک بینی سے اگر سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے، کہ سکھ محض تو پورنتا اور ویاپکتا میں ہی ہے اور ٹھیک اس کے برعکس دکھ اور اشانتی کا بیج پرچھنتا ہی ہے۔ اس میں شرتی کا پرمان بھی ہے

यो वै भूमा तत् सुखं नाऽलपे सुखमास्ति ॥

مطلب: نشچے کر کے جو بھوما یعنی ویاپک وستو ہے وہ ہی سکھ سروپ ہے۔ الپ یعنی پرچھن وستو میں سکھ

نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دویا یعنی اور پورن وستو میں کسی چیز کی کمی نہ ہونے کے سبب کسی خواہش کو امکان نہیں ہے۔ اور یہ ہم اچھی طرح اوپر واضح کر آئے ہیں۔ کہ جہاں خواہش ہے وہاں لازمی طور پر دُکھ ہوگا۔ اور یہاں وہ بات نہیں۔ کیونکہ ایک پری پورن وستو کے گیان ہو جانے سے پرپنچ ماتر کا بادھ ہو چکا ہے۔ تب اشانتی اور دُکھ کہاں سے آویں گے۔ یہ ہی نروکلپ سمادھی یا پرم آستھتی اور ہمارے اس پرکرن کے مطابق "تو گیان یعنی برہم ودیا" دوارہ براہمی اور یزدان شانتی ہے جسکو ہم نے اس طرح نہایت ہی مختصر عبارت میں بیان کیا ہے۔

۱:- آزادہ ام آزادہ ام از رنج دور افتادہ ام
از عشوۂ زالِ جہاں آزادہ ام بالاستم

۲:- تنہاستم تنہاستم چہ بوالعجب تنہاستم
جز من نہ باشد ہیچ شئے یکتاستم تنہاستم

۳:- چوں کار مردم میکنند۔ از دست و پا حرکت کنند
بیکار ماندم۔ جائے حرکت ہم منم ہر جاستم

۴:- از خود کجا بیروں جہم۔ گو من کجا حرکت کنم
از ہر چہ کارے کنم من زوج مطلبہاستم

۵:- چہ مفلسم چہ مفلسم باخود نمے دارم جوے
انجم و جواہر مہر و زر جملہ منم یکتاستم

۶:- دیوانہ ام۔ دیوانہ ام۔ با عقل و ہوش بیگانہ ام
بیہودہ عالم میکنم۔ ایں کردم و من خاستم

۷:- نمرود شد مردود چوں؛ بود ش نگہہ محدود چوں
ما را نگیرد بستر و چوں کبریا ہر جاستم

۸:- طالب بکن تو بین من۔ در جانب رامم است بین
رو تافتی از من چرا؛ در قلب تو پیداستم

(رامم تیرتھ)

مطلب :- (۱) میں آزاد ہوں۔ میں آزاد ہوں اور رنج و غم سے . . . . دور ہوں۔ جہان رُوپی بڑھیا کے نخرے نخرے سے مکت ہو گیا ہوں۔

(۲) میں اکیلا ہوں۔ میں اکیلا ہوں۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ میں اکیلا ہوں میرے سوائے کسی چیز کی جدا ہستی نہیں۔ میں یکتا اور ادّتی ہوں یعنی میں ایسا واحد اور لاشریک ہوں کہ میرے سوائے کسی چیز کی اپنی ہستی ہی نہیں ہے

(۳) جب تمام آدمی کام کرتے ہیں۔ اور ہاتھ پاؤں سے حرکت کرتے ہیں۔ تب میں بیکار اور نکما ہوتا ہوں۔ کیونکہ میں جائے حرکت ہوں۔ اور تمام دنیا میرے سے ہی متحرک ہے۔

(۴) میں اپنے سے باہر کہاں جاؤں اور کہو کہ میں کہاں حرکت کروں اور وہ بھی کس لئے۔ کیونکہ تمام مطلب اور مقصدوں کو پائے ہوئے ہوں۔

(۵) میں کیسا مفلس ہوں۔ میں کیسا مفلس ہوں۔ کہ اپنے ساتھ ایک جو بھی نہیں رکھتا۔ مگر ستارے جواہرات اور سونا اور آفتاب خود میں ہوں اور یکتا ہوں۔

(۶) میں ایسا پاگل اور دیوانہ ہوں کہ اپنا واسطہ عقل اور ہوش سے نہیں رکھتا۔ میں بیفائدہ ہی اس جہاں کو پیدا کرتا ہوں اور پیدا کرتے ہی اس سے علیحدہ ہو جاتا ہوں۔

(۷) نمرود کیوں ذلیل ہوا؟ اس لئے کہ اس کی نگاہ محدود تھی۔ مگر ہمیں ایسا تکبر زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ میں ہر جگہ رہنے والا کبریا ہوں۔

(۸) اے طالب! میری توہین نہ کر دیکھ کہ میں تیرے دل کے گھر میں سمایا ہوا ہوں۔ تو نے مجھ سے منہ کیوں پھیر لیا ہے۔ میں تو تیرے قلب میں ظاہر ہوں۔ یعنی تیرے دل کے اندر بیٹھا ہوا ہوں۔ "اوم شم"

دمکتا نور

از شریمان جانکی ناتھ جی کول

ہئے جا معرفت کے جام کو اب یہ لبالب ہے ۔۔۔ نہ کر غفلت نہ کھا دھوکا کہ مینا کس لئے کب ہے
بھلا کر بھول کو ساری بھیر و منوا سے بن بن میں ۔۔۔ سمجھ لو نور یار رب سب نہ بھولو دیکھنا اب ہے
بھروسہ کر نہیں اس زندگی کا ایک پل بھر بھی ۔۔۔ غلط یہ دین و دنیا سب۔ غلط یہ آخری اب ہے
نگہبانی تو کر اپنی نگاہ سے بار ہیں رہ کر ۔۔۔ پڑھو کلمہ انا الحق کا۔ نہ بھولو من خدا سب ہے
دل و جاں سے نظر کر بس یہ ایک دیکھ دلبر کو ۔۔۔ یہ دیکھ مسکراتا ہے یہیں یونہی کہیں سب ہے
چمن میں باغ میں گل میں گوہر میں اور صحرا میں
دمکتا نور اپنا جانکی دیکھو جو غالب ہے

ایشور درشن

ایڈیٹر

پرشن :- خدا۔ گاڈ۔ ایشور۔ واہگورو۔ کیا واقعی کوئی ہے۔ یا صرف من کی کلپنا ہے۔ اگر کوئی ایسی ہستی دُنیا میں موجود ہے تو وہ سامنے کیوں نہیں آتی؟ کیا اُس کے درشن ہو سکتے ہیں۔ شام لال چھچھر ولی

اُتر :- ہاں! پرماتما ہے۔ اور اُس کے درشن سب کو ہر وقت ہو رہے ہیں، یہ تمام سنسار اُسی کا ہی رُوپ ہے وُہ نرگُن نراکار ہوتا ہوا بھی ساکار رُوپ میں پرگٹ ہے۔ ہزاروں شعاعوں کے ساتھ چمکتا دمکتا ہوا آفتاب نمودار ہے۔ لیکن اُلو، چمگادڑ جن کی آنکھیں اُس کی روشنی کی تاب نہیں لا سکتیں۔ وہ اندھی ہو کر اُس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ ایسے ہی بھگوان کی مایا نے جن مند بدھی منشوں کے ہردہ رُوپی آنکھ کو بند کر دیا ہے وہ ایشور کا درشن نہیں کر سکتے۔ یہ اُن کے پاپ کرموں کا پھل ہے۔ ورنہ بقول ایک مہاتما :-

وہی ہر رنگ میں ہو کر نمودار۔ دکھاتا طالبوں کو لینے دیدار
اُسی نے خلعتِ دانش دیا ہے۔ اُسی نے عقل کو ہادی کیا ہے
اُسی کی ذات کا شاہد ہے سارا۔ دو عالم کا جدھر دیکھو پسارا
ہُوا جس ذات سے روشن جہاں ہے۔ وہی ہر جا میں ظاہر اور نہاں ہے

مہاتما رنجیت رام

خود ہر صورت میں آیا ہے جس نقطہ غیر مٹایا ہے
ہر صورت بن کر آیا ہے۔ نہیں اپنا آپ چھپایا ہے
جو ہر دم مفتوں اُس دا ہے اُسے وصل عطا فرمایا ہے
جز ہستی علم سرور نہیں۔ یہ جگنا ٹھاٹھ رچایا ہے

جب عشق ظہورہ پایا ہے سب رنگی رنگ دکھایا ہے
دلدار دل اندر بسدا ہے۔ نہیں راز کسی کو دسدا ہے
وہ دلبر تجھ سے دور نہیں۔ خود ظاہر ہے مستور نہیں
خود ہر صورت میں پایا ہے جس نقطہ غیر مٹایا ہے

(مہاتما انت رام)

ق - قدرت قیمیں نہیں جُدا قادر - قدرت وِچ ہی آپ سمایا ہے

پ - پاس ہی نت محبوب تیرے جیکر غور دھیان وچار دیکھیں۔
تیرے ہر خیال وِچ نور اُس دا جیکر غور دھیان وچار دیکھیں۔
ت - تاریاں وِچ ہے نور اُس دا جیہڑا دلاں دے وچ پرکاشدا اے
روشن کُل جہان وِچ ذات اُسدی جیہڑا دلاں دے وچ پرکاشدا اے

اُکھ کن زبان دی زندگی او جیکر غور دھیان وچار دیکھیں
پورن توں ہی محبوب ہو رگی آکھاں جیکر غور دھیان وچار دیکھیں
سورج چندر دی جوت نے ٹھنڈ اُسدی جیہڑا دلاں دے وچ پرکاشدا اے
اُسدے بناں نہ ہور موجود لبھدا جیہڑا دلاں دے وچ پرکاشدا اے

گورو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔ سب گوبند ہے سب گوبند ہے۔ گوبند بن نہیں کوئی۔ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ جس کے معنی صاف ہیں۔ کہ جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے یعنی حاضر ہے۔ وہ بھی خدا ہے۔ اور جو دیکھنے والا یعنی ناظر ہے وہ بھی خدا ہے۔ باقی اور کیا رہ گیا۔ سب خدا ہی ثابت ہُوا۔ لا الٰہ الا اللہ۔ سب خدا ہی خدا ہے

سرونگ کھلو دم برہم۔ یقیناً سب برہم ہے۔ جیسے خواب میں دیکھنے والا اور چیزیں ایک ہی ہوتی ہیں اسی طرح جاگرت اوستھا میں جتنا سنسار نظر آرہا ہے یہ سب خدا ہی خدا ہے۔ اس کے سوا سب وہم اور فرضی ہے۔ کامل فقیر نیاز صاحب فرماتے ہیں۔

اگرچہ میں سبھی بتاں دیکھتا ہوں۔ ولے جلوۂ حق عیاں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا۔ سو وحدت کا دیدار واں دیکھتا ہوں
نہ تن دیکھتا ہوں نہ جاں دیکھتا ہوں۔ اسی کو عیاں اور نہاں دیکھتا ہوں
اگر کوئی جانے جہاں غیر حق ہے۔ سو میں اسکو دھوکہ گماں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے کہ اک جسم ہستی روان دیکھتا ہوں
کہاں غیر ہے اور کسے غیر جانوں۔ سوئے اللہ کے پھر اور کہاں دیکھتا ہوں
جسے ذات بیرنگ بے چوں کہے ہیں۔ بہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں

دیوان نیاز

پرماتما کی ہستی کے متعلق جگت گورو گورو نانک صاحب فرماتے ہیں

جپ جی صاحب پوڑی ۵

تھاپیا نہ جائے کیتا نہ ہوئے۔ آپے آپ نرنجن سوئے
جن سیویا تن پایا مان۔ نانک گائیے گنی ندھان
گاویے سنیے من رکھیے بھاؤ۔ دکھ پرہر سکھ گھر لے جاؤ
گورمکھ نادنگ گورمکھ ویدنگ۔ گورمکھ رہیا سمائی
گور ایسر گور گورکھ برہما۔ گور پاربتی مائی
جے ہوں جاناں آکھاں ناہیں۔ کہنا کتھن نہ جائی
گوراں اک دیہہ بجھائی
سبھناں جیاں کا اک داتا۔ سو میں وسر نہ جائی

لفظی ترجمہ از فقیر سرداری لال جی نگر بخت دلیوریا:

جو استھاپن نہ کیا جا سکے۔ یعنی جو کرنے سے یا بنانے سے نہیں بن سکتا۔ نرنجن یعنی مایا سے رہت پاک وہی مایا سے رہت ہے۔ نہ وہ استھاپن کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ بنانے ہی سے بن سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ ہے اور وہی ایک ہے جو مایا سے رہت ہے۔ جن لوگوں نے اسے سیون کیا۔ ان کو عزت ملی۔ ستگورو نانک جی کہتے ہیں۔ کہ اس گنوں کے بھنڈار کی استتی کرنا واجب ہے۔ اس کی مہما کو گایئے۔ سنیئے اور من میں بھاؤ نا رکھیں تو وہ دکھ کو دور کر کے سکھ دیتا ہے۔ (گورمکھ) گور یعنی پرماتما اور مکھ یعنی کلام یا شبد پرماتما کا کلام۔ ناد کے معنی باجا، آواز، شبد۔ یہاں اناہد شبد سے مراد ہے۔ ویدنگ یعنی وید ہے۔ ستجا و اسنتوک گیان ہے۔ ناد یعنی اناہت شبد گورو کا شبد ہے۔ گورکھ اگو یعنی زمین۔ گورکھ یعنی زمین کو قائم رکھنے والا شو (پاربتی) بھگوتی شکتی۔ گور ایسر گور گورکھ برہما) برہما۔ وشنو، شو اور پاربتی کو گورو ہی کا روپ جان۔ اگرچہ میں اسے جانتا ہوں۔ پر بیان

نہ کر سکوں گا۔ اِس کے بیان کی صراحت نہیں کی جا سکتی (کیونکہ یہ گونگے کا گڑ ہے) سبھناں جیاں دا اِک داتا (گوراں اِک دیہہ بجھائی) پرماتما نے مجھے ایک بھید کی بات سمجھا دی ہے (وہ کیا؟) یعنی سب مخلوق کا اِک داتا اِیشور کی ہستی کو نہ ماننے والے ناستک لوگ یہ کہتے ہیں کہ پانچ تتووں کے آپس میں ملنے سے سنسار خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ آگ پانی مٹی ہوا یعنی پانچ تتووں کا ہی یہ سنسار ہے۔ لیکن یہ تو سب جڑ پدارتھ ہیں۔ ان کو آپس میں وقت پر ملانے والی کوئی چیتن طاقت بھی تو ہے جو وقت پر بارش لاتی۔ وقت پر سورج اور چندرما کو اُدے است کرتی ہے۔ ذرا غور تو کریں۔ کہ سورج ہماری زمین سے کسقدر دور ہے۔ اگر وہ ایک اِنچ بھی نیچے ہو جاوے تو یہ سب سنسار جل کر راکھ ہو جاوے۔ جس شکتی نے سورج کو ہماری زمین سے نو کروڑ اٹھائیس لاکھ تیس ہزار میل کی دوری پر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور اُس کو قانون کے تحت رکھا ہے اُسی چیتن شکتی کو ہی ہم اِیشور کہتے ہیں۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اسقدر دوری سے سورج اس زمین کے تمام جانداروں کو روشنی۔ حرارت اور زندگی بخشتا ہے۔ موسم موسم میں اپنی حرارت تیز اور چمکیلی شعاعوں سے زمین کے پانی کو بھاپ بنا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔ جہاں پہنچ کر یہ بخارات بادل بن جاتے ہیں۔ اور پھر پانی بن کر برس پڑتے ہیں جس کے باعث ہر قسم کے پیڑ اور پودے۔ پھل پھول اور طرح طرح کے غلے اناج اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر جاندار کی غذا بن کر اُن کی زندگی کو قائم رکھتے ہیں۔ یہ تو ایک سورج ہے۔ اس قسم کے لاتعداد سورج اِس برہمانڈ میں چکر کاٹ رہے ہیں۔ جو بے حد فاصلہ ہونے کے کارن ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ گورو نانک جو کہ پریم یوگی تھے اور جن کو دیویہ درشٹی پراپت تھی۔ انہوں نے اپنی بانی میں اس راز کا یوں ورنن کیا ہے۔

لکھ پاتالاں پاتال لکھ آگاساں آگاس
اوڑک اوڑک بھال تھکے وید کہن اِک وات (پوڑی ۲۲)

ترجمہ اُردو از خواجہ دل محمد صاحب ایم اے

گورو صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خدا کے عظیم الشان جلال کو دیکھنا ہو۔ تو اُس کی بے پایاں قدرت کا مطالعہ کرو۔

لاکھوں ہی پاتال جہاں | پاتالوں کے پاتال بھی ہیں
چھپے آکاشوں میں لاکھوں | آکاشوں کے جال بھی ہیں
انت نہیں کچھ قدرت کا | سنسار کا تیرے انت نہیں
پار کا تیرے انت نہیں | اور وار کا تیرے انت نہیں
سنکھوں تیرے مقام بھی ہیں | اور سنکھوں ہی استھان بھی ہیں
جن تک جانا ناممکن ہے | سنکھوں اور جہان بھی ہیں
دور زمیں سے اور زمیں | اِن سے آگے اور جہاں
اِن کے نیچے زور ہے کس کا | قائم ہیں کس طور وہاں
لاکھوں ہی انسان مگر | قدرت کی تھاہ نہ پائے گا
خالق کی قدرت کا اُس کو | انت شمار نہ آئے گا
[illegible] | یہ بھی ہو مرقوم کہاں

اس گنتی کی گنتی گنتی والوں کو معلوم کہاں

اب تو موجودہ سائنس بھی یہ کہہ رہی ہے کہ جیسا یہ ایک آفتاب ہے۔ ایسے لاتعداد اور بھی آفتاب ہیں جو اس سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ دور ہونے کے باعث ہمیں چھوٹے چھوٹے تاروں کی مانند نظر آتے ہیں۔ آفتاب کے غروب ہوتے ہی روزانہ آسمان پر لاتعداد تارے اور ستارے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ اور ساری دنیا کو اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی رشمیوں سے آنند دینے والا چندرما اپنی چاندنی سے رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہے۔ گیند کی مانند آکاش میں گھومنے والا یہ ماہتاب ہر پندرہ دن بڑھتا ہے۔ اور پندرہ دن گھٹتا ہے۔ آخر یہ سب قدرتی انتظام نہایت باقاعدگی کے ساتھ کیا خود بخود ہی ہو رہا ہے۔ یا کسی چیتن شکتی کے تحت ہے۔ ایک برکھش کو دیکھ کر تو شائد آپ کہہ دیں کہ یہ پرتھوی سے خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن اسی برکھش کی لکڑی سے بنے ہوئے میز کرسی۔ دروازے کھڑکیاں وغیرہ انیک پرکار کی سندر سندر وستوؤں کو بنانے والے بڑھئی کی قابلیت کی داد دیئے بغیر آپ نہیں رہ سکیں گے ایسے ہی سنسار میں خوبصورت پودوں۔ مختلف جانوروں اور پھر اُن میں جان ڈالنے والی شکتی کو آپ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

یہ تمام کے تمام تارے اور ستارے دھاگے میں بندھے ہوئے لٹو کی مانند اپنے معینہ اصول کے مطابق دن رات مہینہ سے مہینہ۔ سال سے سال مقررہ راستے پر چلتے ہوئے آسمان میں گردش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم نجوم یعنی جیوتش کے ماہرین۔ سورج۔ چندرما۔ منگل۔ بدھ۔ سنیچر وغیرہ تمام گرہوں کا حساب لگا کر صحیح بتا دیتے ہیں۔ کہ فلاں دن فلاں وقت پر سورج یا چندرما کو گرہن لگے گا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت کا ہر کام پیشتر از یں باقاعدہ کسی حساب سے طے شدہ ہے۔ اور یہ نظام شمسی کسی عظیم علیم و بصیر طاقت کا بنایا ہوا ہے۔ جو متحرک اور غیر متحرک تمام جانداروں کو پیدا کرتا اور پالتا ہے۔ کیا یہ تمام انتظام مادہ کے اچانک اختلاط کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ حیرت انگیز نظام عالم اپنے آپ مادہ کے آپس میں اختلاط کے باعث پیدا ہو گیا ہے۔ اور اپنے آپ آسمان میں سال بہ سال۔ صدی بہ صدی۔ زمانہ بہ زمانہ گردش کر رہا ہے۔ یا اس کے بنانے میں اور ضابطے کے تحت چلانے میں کسی قادرِ مطلق کا ہاتھ ہے؟ عقل تو کہتی ہے اور دید بھی یہی کہتا ہے۔ کہ ہاں ایسی ایک طاقت ہے جس کو خدا کہتے ہیں جس نے آفتاب و ماہتاب۔ زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جانداروں کی پیدائش اس بات کا اعلان کرتی ہے۔ کہ اس عالم کو خلق کرنے والا کوئی ہے۔ یہ باشعور عالم بہت ہی متحیر کن ہے۔ اور عبرت اور بصیرت کے واقعات سے پُر ہے۔ پانی کے ناپاک قطرے سے پیدا ہونے والے انسان شیر، ہاتھی گھوڑے اور گائے وغیرہ۔ انڈوں سے پیدا ہونے والے پرندے اور پسینہ و میل سے پیدا ہونے والے کیڑے مکوڑے اور زمین کو پھاڑ کر اُگنے والے پیڑ۔ پودے۔ اگر ان سب کی پیدائش پر آپ غور کریں تو دیکھیں گے کہ یہ نہایت حیرت انگیز واقعات ہیں۔

جب عورت و مرد مباشرت کرتے ہیں تو مرد کا ایک نہایت چھوٹا لیکن باشعور نطفہ عورت کے حمل میں داخل ہو کر عورت کے ایک نہایت ہی چھوٹے اور باشعور نطفے سے مل جاتا ہے جس کو ہم جنین کہتے ہیں اگر آپ ایک بال کے اگلے حصے کے کھڑے کھڑے سو ٹکڑے کریں۔ اور اس میں سے ایک ٹکڑا لے لیں۔ تو یہ اتنا چھوٹا اور حقیر جنین ہوگا۔ یہ حمل میں داخل ہونے کے وقت ہی سے جسمانی شکل میں پروان چڑھتا ہے سائنسداں

نے خوردبین سے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان کی منی کے ایک قطرے میں لاکھوں جاندار ذرّے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے عموماً ایک ہی ذرہ حمل میں داخل ہو کر ٹھہرتا اور بڑھتا ہے۔ عورت کے جسم میں ایسا انتظام ہے کہ جنین کو حمل میں داخل ہونے کے فوراً بعد ہی سے ایک نلی کے ذریعہ غذا پہنچتی رہتی ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے گرد ایک پانی کا تھیلا بھی بنتا جاتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس حقیر سے حقیر چھوٹے سے چھوٹے بال سے باریک بلکہ اس کے ہزاروں حصے کے برابر والے ذرّے میں یہ طاقت کہاں سے آتی ہے کہ جو دھیرے دھیرے اپنے ماں باپ کی طرح شکل و صورت، رنگ و روپ اور تمام عضو کو اختیار کر لیتا ہے۔ نہ ماں کو اور نہ باپ کو ہی علم ہے کہ بچہ اندر ہی اندر کس طرح زندگی حاصل کر رہا ہے۔ ۹ یا دس ماہ کے بعد جب وہ جنم لیتا ہے تو اُس کو وہ اپنا بچہ سمجھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اور یہی بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے اور رکشا کرنے والے ایشور سے ہی منکر ہو جاتا ہے۔ کتنی احسان فراموشی ہے وہ کون سی طاقت تھی جو حمل میں اس کی پرورش کرتی رہی۔ اُس کے پیدا ہوتے ہی ماں کے سینے میں تھوڑی دیر بعد ہی دودھ آ گیا؟ وہ کونسی طاقت ہے جو تمام انسانوں تمام جانداروں تمام پرندوں نیز کیڑے مکوڑوں اور پیڑ پودوں کو زندہ رہنے کے لئے وقت پر غذا اور پانی فراہم کرتی ہے وہ کونسی طاقت ہے جس نے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے بے شمار پرندوں کو ایسی صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ آسمان میں دور سے دور تک بغیر کسی سہارے کے اُڑا کرتے ہیں۔ ہوا، پانی اور مٹی کے مختلف جانور آخر کس دماغ کی اختراع ہیں۔ مکھی، مچھر اور چیونٹی جیسے حقیر جانداروں کو بھی زندگی قائم رکھنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ دیکھیئے ایک مچھر کو بھی گیان ہے وہ انسان کے کانوں کے نزدیک آکر ہی گھوں گھوں کا شبد کرتا ہے۔ اور جسم کے ننگے حصہ پر کاٹ کھاتا ہے۔ چارپائی میں کھٹمل (اچڑیں) پیدا ہو جاتی ہیں۔ اُن کو بھی آنکھ، ناک، زبان وغیرہ تمام اعضا ملے ہیں۔ رات کے وقت کپڑے کی کئی تہوں میں سے گذر کر آخر ننگے جسم تک پہنچ کر انسانی خون کو چوس کر اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ اُنکو یہ گیان دینے والی کون سی شکتی ہے؟

مرد، عورت، گائے، ہاتھی، گھوڑے، گینڈے، شیر، پرندے اور کیڑے مکوڑوں کی پیدائش کیونکر ہوتی ہے؟ انسانوں سے انسان، شیر سے شیر، گھوڑے سے گھوڑا، گائے سے گائے، مور سے مور، ہنس سے ہنس، کبوتر سے کبوتر اپنے ماں باپ کی شکل و صورت رنگ و روپ لئے ہوئے کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے بیج سے کسی کی نگہداشت کے بغیر بڑے اور چھوٹے لاتعداد پیڑ اور پودے اُگتے ہیں اور ہر سال بلکہ برسوں تک پھل پھول، رس، تیل چھال اور لکڑی وغیرہ سے لوگوں کو آرام پہنچاتے ہیں۔ سینکڑوں، ہزاروں رسیلے اور خوش ذائقہ پھلوں سے سیر کرتے اور قوت پہنچاتے ہیں۔ اور عرصہ دراز تک سانس لیتے۔ پانی پیتے اور زمین آسمان سے رزق حاصل کرتے ہوئے زیر سایہ آسمان جھومتے اور لہراتے رہتے ہیں۔

اس حیرت انگیز طاقت کی تلاش میں ہمارا ذہن انسان کے بنائے ہوئے ایک گھر کی طرف جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے یہ ایک گھر بنا ہوا ہے۔ اس میں اندر جانے کے لئے ایک بڑا راستہ ہے مختلف جگہوں پر روشنی اور ہوا آنے کے لئے روشندان اور کھڑکیاں ہیں۔ اندر بڑے بڑے کھمبے دار دالان ہیں۔ دھوپ اور پانی سے محفوظ رہنے کے لئے چھتیں اور چھجے ہیں۔ دالان کمرے اور کوٹھڑیوں میں طرح طرح سے انسان

کو آرام پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ گھر کے اندر سے گندے پانی کو باہر نکالنے کے لئے نالیاں بنی ہوئی ہیں اور اس خیال کے پیشِ نظر گھر بنایا گیا ہے کہ اس میں رہنے والے کو ہر موسم میں آرام پہنچے۔ اس گھر کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ اس کا بنانے والا کوئی ماہر شخص تھا جس نے اس گھر میں رہنے والوں کے آرام کے لئے جو جو چیزیں ضروری تھیں اِن کا خیال کرتے ہوئے گھر بنایا ہے، ہم نے بنانے والے کو دیکھا بھی نہیں پھر بھی گھر کا بنانے والا کوئی تھا یا ہے۔ اور وہ ماہر اور عالی دماغ شخص ہے اس کے مقابل میں جب ہم اپنے جسم کو دیکھتے ہیں کہ کھانا کھانے کے لئے منہ کھانے کو چبانے کے لئے دانت، کھانے کو پیٹ میں پہنچانے کے لئے گلے میں نالیاں۔ کھانے کو پیٹ میں رکھنے کے لئے معدہ اور کھانا ہضم ہو کر خون بن جاتا ہے، تو اسے دل تک پہنچانے کے لئے چھوٹی چھوٹی شریانیں اور پھر خون کو سر سے پیر تک پہنچانے کے لئے پورے جسم میں نسوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جس سے انسان کو طاقت آرام و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ کھانے کے لئے جو حصہ جسم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ فضلہ بن کر باہر خارج ہونے کے لئے ایک راستہ، اور دودھ، پانی، رس وغیرہ کا جو حصہ جسم کے لئے غیر ضروری ہے اس کے باہر نکلنے کے لئے ایک نلی بنی ہوئی ہے دیکھنے کو دو آنکھ سننے کو دو کان سونگھنے کو ناک کے ۲ سوراخ پکڑنے چھونے چلنے اور پھرنے کے لئے ہاتھ اور پیر بنے ہوئے ہیں۔ خاندان کے برقرار رہنے کے لئے خواہشاتِ نفسانی ہمراہ مرد و عورت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ متحیر کن تخلیق صرف مادہ کے باہم اختلاط سے ہوتی ہے یا اس کو خلق کرنے اور پروان چڑھانے میں ہمارے گھر کے بنانے والے کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کسی غیر فانی خوبیوں اور صلاحیتوں کی مالک کسی دانا حکیم اور قدیر طاقت کی کارفرمائی کا کرشمہ ہے۔

آتم درشی یاد انگیشہ سنگھ جی آنجہانی فرماتے ہیں:- ایشور پرماتما یا خداوند خدا سے مراد واقع میں مبداءِ عالم ہے کہ وید کی شرتی کہتی ہے "جس میں یہ عالم پیدا ہوتا ہے اور بعد پیدائش قائم رہتا ہے۔ اور آخر جس میں یہ فانی ہوتا ہے وہی ایشور یا خداوند خدا ہے۔" خداوند خدا حاضر و ناظر ہمہ جا ہے۔ وہ تم کو دیکھتا ہے لیکن تم اس کو نہیں دیکھتے، وہ تمہارے پاس موجود ہے، تم کو ہر وقت دیکھتا ہے، اور اس وقت بھی تمہارے اندر دماغ میں اجلاس فرما رہا ہے، اور وہ تمہارا ہی علم یعنی گیان ہے۔ لیکن تم اس کو ایشور یا خدا نہیں جانتے۔ بہت خیال کرو کہ وہ پورن پرماتما ہمارے دماغ میں کس طرح آ گیا؟ وہ تمہارے دماغ میں محدود نہیں ہوا اور نہ داخل ہوا ہے، جبکہ یہ حضرت علم (گیان) غیر محدود اور انتہا کو نہ پہنچنے والا دراصل میں اپنی ذات یا سروپ میں سمت اسی طرح دماغ میں آشکار (ظاہر) ہے جس طرح آفتاب آئینے یا کوزۂ آب میں دکھائی دیتا ہے اور وہ آئینہ یا کوزۂ آب میں محدود نہیں ہو جاتا۔

جو حضرت علم सत्यं ज्ञान मनन्तं ब्रह्म (ستیہ گیان سروپ برہم) ہرنیہ گربھ ہیں متجلی

ہو کر تم امر افعالِ دُنیا کی تحریک کرتا ہے۔ وہی تمہارے قلب میں اجلاس کرتا ہُوا تمہارے افعالِ طبعی کی تحریک کرتا ہے۔ اور وہی حضرتِ علم تمہارے دماغ میں اس وقت بارِ عام فرماتا ہُوا افعالِ ارادی کی ترغیب فرما رہا ہے پس اسی دربارِ عام میں موقع حضوری ہے۔ اس کی عزت و عظمت اور جلالت کو دیکھو مہنکرشہ ہو جاؤ کیونکہ آپ لوگوں کے بارِ عام کے لئے آپ کے دماغ کے حجرہ کے میں تشریف فرما ہے

ہندوؤں کی مشہور پُستک درگا سپت شتی میں جہاں ایشور کو شکتی روپ میں تصور کیا ہے۔ وہاں دیوی شکتی کی استتی کرتے ہوئے رشی لوگ کس خوبی سے پرماتما کی وبھوتیوں کا ورنن کرتے ہیں۔

یا دیوی سرب بھوتے شو وشنو ماٹے تی شبدتا نمستیئ نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو چیت نیتہ ابھی دھیئے نمستیئ نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو بدھی روپین سنستھتا نمستیئ نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو ندرا روپین سنستھتا نمستیئ نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو کھشودھا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو چھایا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو شکتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو ترشنا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو کھشانتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو جاتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو لجا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو شانتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو شردھا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو کانتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو لکشمی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو ورتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو سمرتی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو دیا روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو تشٹی روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو ماتری روپین سنستھتا نمس تسئی نمس تسئی نمو نمہ
یا دیوی سرب بھوتے شو بھرانتی - - - - - - - - - - - -

ہمارے وید شاستر ایشور کے متعلق یہی ظاہر کرتے ہیں کہ جو پردکھش بھی نہیں۔ جو پرتکھش بھی نہیں۔ جو انومان کا وشے نہیں۔ جو پرتکھش پرمان کا وشے نہیں۔ جو اپ رہت ہے۔ روپ نہیں رنگ نہیں۔ آکار نہیں۔ لیکن جو ست گیان سے انت برہم والیا سوئم پرکاش آنندگھن، چیتنیہ سروپ ہے۔

یہ رُوپ موٹا یا پتلا نہیں۔ اونچا نہیں نیچا نہیں۔ یہ ایک ستھان ہی میں نہیں پر انیک استھان میں ہے۔ یہ جنم رہت جرا سے بادھا رہت ہے۔ یہی اس سرشٹی کو اُتپن کرتا ہے۔ پالتا ہے اور سنگھار کرتا ہے یہ نرگُن ہونے پر بھی سُگن ہے نرا کار ہوتے ہوئے ساکار ہے۔ یہ پرتیکش ہوتے ہوئے بھی اپرتیکش ہے یہی اس جگت کی لیلا ماتر کا وستار کرتا ہے۔ یہی پرکاشک بھی ہے اور اپرکاشک بھی ہے۔

یہ دویت رُوپ سے پرکاشتا ہے اور ادویت رُوپ سے لیلا وستار کرتا ہے۔ یہ بھکتوں کے ہردے میں سدا بسا ہوا ہے۔ اور دُشٹوں کا شاسن کرنے والا ہے۔ یہی پرمیشور، یہی پربرہم یہی شری کرشن یہی شری رام ہے۔ اس سروپ کا درشن پرم نشکام پریم سے ہی ہوتا ہے۔ اجامل آدی بھکتوں کو اس سروپ کا درشن پرم پریم کے یوگ سے ہوا تھا۔ وہ ایک دیش یا ایک کال میں نہیں ہوتا۔ وہ تو ایک ہی سروپ دھارن کرکے رہتا ہے اور بھن بھن سروپ بھی دھارن کرتا ہے۔ یہی پرماتما پرمیشور ہے۔ ایسے پرمیشور کا دیکھنا سرل نہیں۔ جو نشی پرم شردھاوان۔ پورن پریمی ہے۔ جو شم دم آدی سادھن سمپن ہے۔ جو اس جگت کے انیک کارئیوں میں پرورت ہو کر بھی ہر وقت ایشور کے پریم میں چکنا چُور۔ تولین ہے۔ اُسی کو پرماتما کا ساکشاتکار ہوتا ہے۔ یہ پرماتما تجھ سے دُور نہیں۔ بلکہ تیرے سنمکھ ہی ہے تجھ میں ہی ہے لیکن شُدھ پریمی ہوئے بنا اس کا درشن ہوگا نہیں۔

جگیاسُو کو جگت کی سب اُپادھیوں کا تیاگ کرنا چاہیئے، واسنا ماتر کا تیاگ کرنا چاہیئے۔ سرو درشیہ پدارتھوں کو متھیا درشٹی سے بادھ کرنا چاہیئے۔ تبھی جب وستو کا ابھاو ہو جائے اور کچھ بھی شیش رہے تب ایشور کا درشن ہوتا ہے۔ راگ دویش سے رہت ہونا چاہیئے۔ چت برتی کا نرودھ کرنا چاہیئے۔ من کا ناش کرنا چاہیئے۔ اور شم آدی گن والا بننا چاہیئے۔ اس ستھتی کو پراپت ہونے میں اپنا پُرشارتھ ہی کام آتا ہے۔ اپنے پُرشارتھ سے ہی ساکھشاتکار ہوسکتا ہے۔ انیہ کوئی ایشور کا ساکھشاتکار نہیں کرا سکتا۔ جیسے ہیرے کی پرکھ شاستر بنگ سیکھے بنا نہیں سیکھ سکتا اسی طرح پرمیشور کے ساکھشاتکار کے لئے راگ دویش آدی سے پورن ایسے اس سنسار کو سوپن تلیہ جاننا چاہیئے پرماتما کی کرپا منی دیوی مایا کا تیاگ کرکے رات دن پرماتما کا ہی بھجن دھیان کرتا رہے تب ہی پربرہم پرمیشور کا درشن ہوسکتا ہے پرماتما کے ساکھشاتکار میں اور کوئی سہائتا نہیں کرسکتا۔ گورو اور شاستر بھی صرف راستہ بتلاتے ہیں۔ اس پر چلنا تو جگیاسُو کا اپنا کام ہے،

سچ پوچھو تو پرماتما کا اُن بھو اہنکاری منش کو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جس کو دھن اور عزت اور مان پراپت ہے شریر سندر با صحت ملا ہے۔ سمبندھی اچھے ہیں۔ ہر پرکار کے سنسار کے پدارتھوں میں جو مست ہے جسکو حکومت کا نشہ ہے وہ پرمارتھ کی طرف سے اندھا ہے۔ اسی لئے تو گورو صاحب فرماتے ہیں۔ مایا دھاری اندھا بولا۔ حضرت عیسٰی فرماتے ہیں کہ سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا گزر جانا تو شاید ممکن ہو لیکن ایک امیر کا خدا کو پانا ناممکن ہے۔ امیر سمجھتا ہے کہ وہ بہت عقلمند ہے۔ اس نے اپنی لیاقت اور ہنر سے دھن دولت کمائی ہے۔ لیکن اس مُورکھ کو یہ احساس نہیں رہتا کہ اس کی عقل کے پیچھے بھی کوئی شکتی ہے جو پریرنا کرتی ہے۔ اسی نے خلقت و لکشمی دی ہے۔ اسی نے عقل کو بڑھا دیا ہے۔ جب منش کے اندر ناستکتا آتی ہے اور وہ خودی اور اہنکار کے بس میں آجاتا ہے۔ تب اس کا ناش ہو جاتا ہے۔ راون جیسا پرتاپی راجہ جو کہ ایک مہان پنڈت تھا۔ چاروں ویدوں کا عالم تھا جس نے کال کو بھی باندھا ہوا تھا جو بھگوان شِو کا پرم بھگت تھا۔ جب اس نے بھی اہنکار کیا۔ تو ناش کو پراپت ہوا۔ اسی طرح ہر ایک

کشیپ جس کی تمام سرشٹی پر حکومت تھی جس سے دیوتا بھی کانپتے تھے۔ جب اُس نے بھی ایشور کی ہستی سے انکار کر دیا۔ اور اپنی پوجا کرانے لگا۔ تب بھگوان کو نرسنگھ اوتار دھارن کر کے اُس کا ناش کرنا پڑا۔ کنس و دریودھن اور جراسندھ وغیرہ ادھرمی راجوں کو مارنے کے لئے بھگوان کو کرشن روپ دھارن کرنا پڑا۔ ہمارا پراچین اتہاس اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ایشور موجود ہے۔ اور اپنے بھکتوں کی خاطر اُن کی شردھا اور اعتقاد کے مطابق مایاوی روپ دھارن کر کے اُن کے کشٹ نوارن کرتا ہے۔ جب دُنیاوی سب آسرے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف دکھ اور مصیبتوں کا طوفان سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بھگت اپنے آپ کو بالکل ایشور کے بھروسہ پر چھوڑ دیتا ہے۔ اُس وقت جو غیبی طاقت اُس کی سہائتا کرتی ہے وہی ایشور ہے۔

دروپدی کی لاج بچانے کے لئے وہ وستر روپ بنا دُشٹ دوشاسن ساڑھی کو کھینچتے تھک کر چُور ہو گیا لیکن دروپدی کی ساڑھی ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ بھگوان نے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیا۔ بھکت پرہلاد کی خاطر وہ نرسنگھ روپ میں پرگٹ ہوئے، دھرو بھگت میراں، سنت تلسی داس۔ دھنا بھگت، سور داس، سُداما، نرسی نام دیو، روی داس۔ بالک موہن، کرم سنگھ سدنا وغیرہ سینکڑوں ایسے بھگت ہو گزرے ہیں، جن کو بھگوان کے ساکھشات درشن ہوئے، جو بھی سچے دل سے اُس کو یاد کرتا ہے۔ وہی اُس کے درشن پاتا ہے۔

سچے دل سے جو لگن اُس میں لگائی ہوگی۔ اس میں کچھ شک نہیں یکدم وہ نشانی ہوگی
اُس کے دربار میں جانے کے وسیلے ہیں بہت ہم غریبوں کی عنایت سے رسائی ہوگی

خودی اور خواہش: ان دونوں کو چھوڑ دیں۔ پھر بھگوان کے درشن ہو جائیں گے، یہی وید شاستر اور سنت مہاتماؤں کا انوبھو ہے۔

اوم شم

گورکھ ناتھ نندہ

میرے رام کب تیرا دیدار ہوگا

از
سمن سرحدی۔ پرنسپل فرنٹیر کمرشل کالج رام نگر

کرم جب ترا مجھ پہ گر نا ہوگا — تو بیڑا بھنور سے میرا پار ہوگا
ہوں تیری زیارت کا مدت سے خواہاں — میرے رام کب تیرا دیدار ہوگا
ترے نام ہی کا مجھے آسرا ہے — ترا نام ہی لب پہ ہر بار ہوگا
غریبوں کا تو ہی ہے ملجا و ماوا — کرم تیرا اُن کا مددگار ہوگا
بشر خدمت خلق ہو کیش جس کا — تیری رحمتوں کا سزاوار ہوگا
خطاکار کو بخش دو گے اگر تم — خطاکار پھر کیوں خطاکار ہوگا

سمن کو ترے رحم پہ ہے بھروسہ
وہ پھر کیوں کسی کا طلبگار ہوگا

گیان پرکاش (مسلسل)

(آتم جیوتی)

از
شری بھاگ مل جی سینی

اے آتما! آجکل لوگوں میں آتم جیوتی یا نورِ ذات کے درشن کے سلسلہ میں بڑی رازجوئی پائی جاتی ہے سادھو سنت اور خاص خاص ابھیاسی اشخاص اس امر کی شہادت دیا کرتے ہیں کہ اس دوران ابھیاس، آتم جیوتی کا درشن ہوتا ہے ایک کہتا ہے کہ اُسے درشن جیوتی آگ کے شعلہ کی مانند پرتیت ہوتی ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ آتم پرکاش لمپ سا جلتا معلوم ہوتا ہے تیسرا کہتا ہے کہ اُسے کروڑوں سورجوں کا اُجالا دکھائی دیتا ہے کوئی کچھ بھی تو کیا کہے! اور کیا کیا بات کہے! اور کس کس کی بات کہے! اگر اُن سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ آتم جیوتی جو تم کو دوران ابھیاس دکھائی دیتی ہے وہ تم کو جانتی ہے۔ یا تم اُسے جانتے ہو تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور حیران سے رہجاتے ہیں سبھی کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہی ایشور درشن ہے۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو شے خواہ وہ کثیف ہو یا لطیف دکھائی دیتی ہے جڑ اور پرپرکاش ہوتی ہے اور اُنکو جاننے اور دیکھنے والا چیتن ستا رکھتا ہے اور چیتن دائم جڑ شے سے اُونچا ہوتا ہے تو حیرانی اور پریشانی میں پڑ جاتے ہیں اور بعض اوقات جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

پیارے آتما! اپنی باطنی توجہ کو ناک کی نوک یا کسی اور جسمانی مکتے پر جمایا جائے گا۔ تو اجتماعِ نظر سے اپنے شخصی یا موروثی تاثرات کے مطابق بے شمار لطیف سے لطیف نظارے (درشیہ) پیدا ہوں گے اس طرح تمہاری توجہ کے روبرو ظہوری پردہ (درشیہ) تنا رہے گا اور تم اس لطیف مایا جال سے باہر ہو کر اپنی ذات کو جوں کا توں محسوس نہ کر سکو گے اوچار ہیں کئی اشخاص ساری کی ساری عمر ان لطیف آوازوں اور شبدوں اور عجیب و غریب نظاروں کو ایشور یا آتم جیوتی سمجھ کر ان مایاوی لطیف (درشیہ) دھوکوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر اوچار میں لوگ پرماتما کے درشیہ رُوپ میں درشن پاکر دائم مایاوی نیند میں سوئے رہتے ہیں اس سلسلہ میں یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ جو علم ظہورات (SEEING) سے وابستہ ہے خواہ کس قدر ہی اعلےٰ کیوں نہ ہو آخر مایاوی دھوکوں یا سایوں کا علم ہے وہ تمہیں حقیقت یا اصلیت تک نہیں پہنچا سکتا جس اندرونی آواز سلطان الاذکار اور روشنی پر سادھک اپنی سرت یا خیال کو لگاتا ہے۔ وہ جڑ اور پرپرکاش ہیں وہ سادھک کو نہیں جانتے بلکہ وہ انھیں جانتا ہے مگر وہ اس راز کو نہ جانتا ہوا ساری عمر درشیہ میں ہی اٹکا رہتا ہے بھلا کوئی خوابی دُنیا سے باہر نکل کر اپنے آپ کو جوں کا توں جان سکتا ہے؟ وجہ صاف ہی ہے کہ اُس کی نظر کے روبرو خوابی نقشہ کھڑا رہے گا۔ اصلیت یا حقیقت کا کشف تو اُس کی متضاد سمت کی طرف اُٹھنے سے ہوگا۔ جبتک انسانی نظر نورِ عرفان سے منور نہیں ہوتی انسان یکے بعد دیگرے منزلیں پیش کر نیوالے سوکشم درشیہ کو روحانی بلندیاں یا وسیلہ کو مقصد خیال کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ سادھن کی عارضی صورتیں ضرور ہیں۔ اور ان کے ذریعہ برتی کے رُک جانے کی وجہ سے عارضی خوشی اور آنند ضرور ہوتا ہے یعنی آنکھوں اور کانوں کے سادھن من کی نہایت منتشر حالت میں سکون و قرار لانے کے لئے نہایت اچھے ذریعے ہیں۔ مگر انہیں آتم جیوتی یا آتما یا عالم حقائق خیال کرنا کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ جبتک نظر کے اندر نری ہے تب تک سامنے استھول یا سوکشم درشیہ کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔ تریٹی میں نظر آنے والے درشیہ کو سچ کھنڈ کہو یا بھنور گپھا اس سے غرض نہیں نام چاہے کچھ ہی رکھ لو یہ وہ ہے درشیہ ہی نقشہائے خواب کی سی رنگ آمیزی اور کچھ نہیں اس تعلق میں ایک باکمال صوفی یوں گاتا ہے۔

ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست — آنکہ در اندیشہ ناید آں خداست

جو کچھ درشیہ تیرے علم میں آسکتا ہے وہ فانی ہے اور جو (ذات درشٹا) تیرے علم یا خیال سے اُوپر ہے وُہ خدائے حقیقی ہے۔ درشٹ مان ہے سگل متھیا۔ گورو نانک

دلکش راگ ناچ کود یا دیگر ہر قسم کے بیرونی اور اندرونی ابھاروں اور دل بہلانے والے ذریعوں سے جو سمادھی یا بیخودی کی سی حالت پیدا ہو جاتی ہے بعض لوگ اُسے ہی حقیقت سمجھ لیتے ہیں جو درست نہیں۔ ان خود پیدا کردہ جذباتی حالتوں سے نیچے اُترنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ حالتیں آتما یا آتم جیوتی سے کیونکر تعلق رکھ سکتی ہیں جو جملہ حالتوں میں اور اُن کے گزر جانے پر بھی ایک رس ہی رہتا ہے درحقیقت یہ جذباتی حالتیں پورن حقیقت کی جانب جگانے کی بجائے اُلٹا سُلانے کا کام کرتی ہیں۔ یہ حالتیں کم و بیش خیالی خبط اور جذباتی اُبالا ہی ہوتی ہیں۔ اُن کے ذریعے ہم حقیقت کو ہو بہو انوبھو کرنے اور اس میں بیدار ہونے کی بجائے بیرونی یا اندرونی حالات اور ابھاروں کے محتاج اور اپنے وجود کے غلام ہو رہتے ہیں جس طرح نادان بچہ گدگدی میں خوشی مانتا ہے ایسے ہی اندرونی یا بیرونی ابھاروں کی راہ خوشی ڈھونڈنے والے لوگ جذبات کی گدگدی میں خوش رہتے ہیں اور ان جذباتی حالتوں کو ہی عالم حقائق کا درجہ دیتے ہیں۔ کسی بیرونی یا اندرونی ابھار یا بناوٹی تدبیر سے آتما کو انوبھو نہیں کر سکتے۔ جذباتی جوش و خروش یا خوشی جو اکثر ناچنے کودنے اور آنسو بہانے میں ظاہر ہوتی ہے آتما نہیں ہے یہ محض آنند کے دھوکے ہیں ہاں یہ سادھن کی عارضی صورتیں ضرور ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ برتی کے رُک جانے کی وجہ سے عارضی خوشی اور آنند ضرور ہوتا ہے۔

بقول ایک مہاتما جب زندگی میں کرم اور اپاسنا کے مرحلے طے ہو جاتے ہیں تو ایشور و ایشور تو کسی کو ملتا نہیں یہ سب کہنے سُننے کی باتیں ہیں ہاں انکی امداد سے جب دل صاف ہو جاتا ہے اور دل کے پاک و صاف ہو جانے سے اُس میں اصلیت کا عکس پڑتا ہے تب انسان اپنے اصلی روپ اور سروپ کو جان جاتا ہے۔

شاستروں کی رُو سے جن بھگتوں کو جس ایشور کا درشن ہوا وہ انہیں کے تصور اور خیال اور یقین خواہ عقیدہ کی مجسّم تصویریں تھیں چاہے یہ تصویر باہر نظر آئے یا بھیتر دُنیا کی یکساں حالت ہے جو تصور کرتا ہے وُہ اپنے دل میں خیالی تصویر ہی تو بناتا ہے وہاں اس کے اپنے خیال کے سوا اور کیا دھرا ہے یعنی جس ایشور کی کسی کو تلاش ہوتی ہے وہ اُسکا کے تصور اور خیال اور یقین خواہ عقیدہ کی مجسّم تصویر ہوتی ہے جو دھیان لگاتا ہے وہ بھی تو وہی عمل کرتا ہے اور اپنے من میں اُسے دھارن کر لیتا ہے یہ سب درشن پرشن خیال کے کرشمے ہیں۔ ان سے زیادہ اور اُن کی وقعت نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ ایک مسلّمہ اصول ہے۔ کہ جب ہم بیرونی دُنیا کا خیال

بالکل ترک کر کے کچھ عرصہ اپنے خیال کے مطابق کسی شے کا تصور کرتے ہیں تو آخر کچھ عرصہ کی مشق کے بعد ہماری صورت متصورہ منجمد (خیال انجماد) ہو کر اپنی ذہنی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے تو ہم اُسے واقعی طور پر محسوس کرتے ہیں جس طرح خواب کی دُنیا کچھ دیر کے لئے واقعی معلوم ہوتی ہے۔ اِس طرح جب سادھک اپنی سادھنا کے ذریعے اپنے اشٹ دیو کو دیکھتا ہے تو اپنے تجربہ کی بنا پر اُسے حقیقی خیال کرتا ہے اور اُسے اپنے سے غیر جانتا ہے لیکن اُس پر یہ راز نہیں کھُلتا کہ ابھیاس کی حالت میں جس اشٹ دیو کے درشن ہوئے ہیں وہ میرا ہی اپنا آپ ہے میرا ہی خود پیدا کردہ تصور ہے اور وہ میری ہستی سے زائد وجود نہیں رکھتا۔ خواب میں ہم اپنے خود پیدا کردہ تصورات (نقش و نگار) کو واقعی خیال کیا کرتے ہیں صبح اُٹھنے پر اُن کی واقعیت کی قلعی کھُل جاتی ہے۔ واقعیت کچھ اور شے ہے اور حقیقت کچھ اور شے یہ دونوں ایک نہیں ہو سکتے جسے ہم عام طور پر بیداری (واقعیت) کہتے ہیں وہ بھی ایک خواب ہی ہے ایک اور روحانی بیداری آنے پر بیداری خواب و خیال کی مانند اُڑتی معلوم ہوتی ہے جبتک ہم حقیقت (آتما) کی طرف سوئے ہوئے ہیں اور واقعیت کی طرف جاگے ہوئے ہیں ہم پر اس رازِ سربستہ کا پردہ فاش نہیں ہوتا۔

جو لوگ ایشور یا برہم یا آتما کو اپنے سے بالکل الگ جان کر اُس کی اُپاسنا اور درشن کرنا چاہتے ہیں وہ غفلت اور بھرم چکر میں گھوم رہے ہیں کیونکہ برہم یا آتما کو اپنے سے الگ خیال کرنا برہم یا آتما سے صاف صاف انکار ہے یا ناستکتا ہے کیونکہ برہم یا آتما کے سوا کچھ اور موجود ہی نہیں۔

"نہ وہاں آنکھ جاتی ہے نہ گویائی نہ من ہی وہاں جا سکتا ہے ہم نہ یہ جانتے ہیں کہ اُس کے تعلق میں کیا کس طرح تعلیم دیں۔ وہ معلوم اور نامعلوم دونوں سے بالاتر ہے۔ قدیم آچاریوں سے ہم نے یہی سُنا ہے اور انہوں نے ہم پر یہ راز کھولا ہے۔" (کین اُپنشد منتر ۳)

یاگیہ ولک منی نے اپنی استری میتری کو بھی اُپدیش دیا ہے کہ "عالم کو کس شے سے معلوم کریں" آتما چونکہ گیان سروپ (PURE AWARENESS) ہے۔ اِس واسطے کسی شے کا بشئے (دکھائی دینے والا) نہیں بن سکتا وہ جب بشئے کرے گا اپنے سے دُوسری شے کو بشئے کرے گا اپنے آپ کو مطلقاً نہیں کر سکتا۔ اِس امر کو یُوں سمجھو کہ آنکھ ہر شے کو دیکھتی ہے پر اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ ایسے ہی آتما کو قیاس کر لو۔ دُنیا کی جملہ چیزیں کیا کثیف اور کیا لطیف جن میں جملہ محسوس چیزیں اور من بدھی وغیرہ شامل ہیں سب کی سب زمرۂ معلوم میں داخل ہیں اور جڑ روپ ہونے کی وجہ سے گیان کا بشئے ہیں آتما اُن کا بشئے کرنے والا ہے۔ آتما شدھ گیان سروپ (علم محض) (PURE AWARENESS) ہے۔ اُس میں عالم علم معلوم کا کچھ بھید ہی نہیں۔ اِس لئے وہ اپنے آپ کو کیونکر بشئے کر سکتا ہے۔ بشئے کرنے کی صورت میں یعنی اندریہ اور حواس کے ذریعہ بیرونی اشیا کے گیان میں عالم علم معلوم کا یا تریپٹی کا ہونا ضروری ہے۔ اِس لئے درشیہ گیان اور شدھ گیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے درشیہ گیان میں عالم علم معلوم کی تریپٹی پائی جاتی ہے۔ اِس لئے اکھنڈ نہ ہونے کی وجہ سے مبدا پُورن ہے آتما کا سروپ شدھ گیان (علم محض) ہے۔ اِس میں عالم علم معلوم کا کچھ بھید نہیں اِس لئے وہ کسی درشیہ گیان کا بشئے نہیں ہو سکتا وہ خود گیان سروپ ہے۔ اِس فرق کو خوب ذہن نشین کر لو۔ تاکہ حقیقت اور اصلیت ہاتھ آئے۔

حواسی زندگی والے لوگ آتما یا برہم کو کوئی صورت مان کر اپنی زندگی کی پاکیزگی کے لئے اُس کا بار بار تصور کرتے ہیں اور ذہنی زندگی والے اُسے برتر غیر محدود ہستی یا طاقت یا سچائی وغیرہ سمجھ کر اعلیٰ اوصاف کو ہر دم پیش نظر رکھ کر انہیں اپنی زندگی میں جذب کرتے ہیں اور اُسے ہی بہترین حالت مانتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں بھی سچائی ہے مگر پورن سچائی یہ ہے کہ حقیقت بیان، قیاس اور تجربے سے بالاتر ہستی ہے۔

عین ممکن ہے ایسی باتیں کہنے سے کسی کی دلآزاری ہو میرے نزدیک دلآزاری گناہ عظیم اور مہاپاپ ہے اگر سچائی اور جتانے کی غرض سے کوئی بات کہدی جائے تو اُسے بُرا نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ اِن باتوں میں بھی سچائی ہے مگر جزوی ہے کئی انسانوں کو یہ باتیں سہارا دیتی ہیں۔ اور یہ اُن کی واحد ڈنگوری ہے۔ اگر اِن انسانوں سے اُن کا ایشور درشن کا اعتقاد چھین لیا جائے تو وہ نہایت مایوس ہوں گے۔ لیکن میرے نزدیک ایسی اُمید کی خوشی میں جو غلط فہمی پر مبنی ہو مایوسی کا آنا ہزار درجے بہتر ہے کیونکہ اس آزار کے اندر حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے۔ بقول ایک مہاتما جب تک انسان کو اصلی نظر نہیں ملتی تب تک وہ بچگی کے طبقہ میں خیال کیا جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس کی اپنی سمجھ ہی بہت کچھ ہے اور وہ دوسروں کو نہیں مانتا سمجھدار اور گیانی انسان اُن سے وحشت یا گریاں نہیں ہوتے کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بچے تو بچے ہیں وہ اپنے کھلونوں سے محروم ہونا کیسے گوارا کریں گے۔ اُن کا کھلونا چھین لو اور وہ رونے لگیں گے ہاتھا پائی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ بچے تو بچے ہیں بچوں کو خوش و خرم رکھنا چاہیئے یا اُن کو دُکھی کرنا چاہیئے؟ نہیں کبھی نہیں۔ صبر سے اُس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جبتک وہ بالغ نہ ہو جائیں بالغ ہونے پر دونوں فریق کو سوال کرنے اور جواب دینے کا مزا آئے گا اور اطمینان کی صورت پیدا ہوگی۔

آتما یا آتم جیوتی کوئی کثیف یا لطیف وشیہ نہیں اس لئے اس کو بطور معلوم یا وشیہ کے جاننا محالات سے ہے "آتما یہ ہے" ایسا جاننا ناممکنات سے ہے اس کو میز کرسی کی مانند نہیں جان سکتے۔ کیونکہ پھر وہ ایک مادی شے بن جائے گا جیسے تم اپنے آپ سے کود کر باہر نہیں جا سکتے۔ ایسے ہی تم اپنی "آتما" یا "آتم جیوتی" کو یہ آتما ہے ایسا نہیں جان سکتے۔ اُس کی صورت اپنے سے باہر نکال کر نہیں دیکھی جا سکتی وہ قابل تصور نہیں مغرب کے ایک نہایت مشہور عالم فلاسفر اور مہاتما اسپنوزا نے کیا خوب کہا ہے:-

TO DEFINE GOD IS TO DENY GOD" (SPINOZA)

ترجمہ (خدا کا تصور باندھنا خدا سے انکار ہے)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس حالت میں جذبات، خیالات، احساسات اور تجربات نہ ہوں وہی آتمک اوستھا ہے لیکن یہ سراسر لغو ہے ایسی حالت اور گہری نیند میں فرق ہی کیا ہے۔ اگر ہم مصنوعی تدبیروں سادھنوں اور ابھیاسوں سے گہری نیند کی سی حالت جاگرت میں ہم پہنچا سکیں تو ہم اُسے آتمک اوستھا ہرگز ہرگز نہیں کہیں گے کیونکہ یہ حالت کتنی ہی بڑی چڑھی کیوں نہ ہو اس سے نیچے اُترنا ہی پڑتا ہے آتما میں چڑھاؤ اتراؤ ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ حالت آتما سے کیوں کر تعلق رکھ سکتی ہے آتما کی کوئی حالت نہیں۔ حالتوں کا تعلق محض من ہی سے ہے۔ حالتیں من میں ہی بن بگڑ سکتی ہیں چڑھاؤ اتراؤ من کے تعلق میں ہی کچھ معنی رکھتے ہیں۔ آتما تو محض سہارا دینا اور روشن کرنے والا ہے جن کی جگہ حالتوں کی پیدائش قرار اور فنا پر بھی جوں کا توں رہتا ہے۔

بقول شری گورو نانک دیوجی مہاراج: "سوچے سوچ نہ ہووئے جے سوچی لکھ وار" آتما تمہارے تخیل سے بالاتر ایک مثبت حالت ہے۔ اگرچہ اسے حالت کہنا اسے نسبتی طبقہ پر کھینچ لانا ہے۔ خیالات کے پیدا ہونے یا نہ ہونے، اُن کی منتشر حالت اور اُن کی قائمی ان تینوں حالتوں سے آتما کا کوئی تعلق نہیں وہ تمہارے خیالات کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یکساں اور برقرار رہتا ہے کسی حالت سے وہ اثر پذیر نہیں ہوتا۔

اونچے نیچے پیچھے دیال دھام وغیرہ وغیرہ کے تصوّرات آتما کے بدلنے والے ظہور میں تو کچھ معنی رکھتے ہیں خود آتما میں نہیں اُس میں یا اُس کے آگے مقاموں، راستوں، طبقوں، درجوں اور منزلوں کا خیال کوری جہالت ہے آتما کا کسی صفت یا صورت میں دیکھنا محض نادانی ہے۔ اوّدیا کے اندھیرے میں ہی انسان خود پیدا کردہ وہمی نظاروں کو حقیقت سمجھ کر ان پر لٹو ہو رہا ہے۔

مختصر یہ کہ علم صورت (درشیہ گیان) خواہ کتنا ہی اعلےٰ ہو یعنی انسانی آلات علمیہ (اندریہ یا حواس بیرونی انتہ کرن یا حواس باطنی) خواہ کتنے ہی ترقی اور نشوونما یافتہ ہوں۔ اُن کے ذریعے آتما کو جاننا ناممکنات سے ہے۔ کثیف یا لطیف درشیہ کبھی آتما نہیں ہو سکتے کوئی شے کوئی حالت جو ہمارے تجربے میں آسکتی ہے وہ درشیہ ہی ہے۔

"جو ایہہ جانو سو ایہہ ناہیں۔ جانن ہارے کو بل جاؤ"
"اوہ، دیکھے انہاں ندر نہ آوے بہتا ایہہ ہڈان"
"سوئی اجان کہے میں جاناں۔ جانن ہار نہ جاناں رہے"

(گورونانک دیوجی مہاراج)

"اُس آتما کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اُس کی صورت کبھی آنکھوں سے دیکھی نہیں جا سکتی۔ قلب مصفا میں وہ دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح بقائے دوام ملتی ہے" (اُپنشد)

دست پکڑتا ہے اشیا کو
کیسے پکڑے جو انگلی قابض ہو
عقل بدھی حواس من سارے
مثل چمٹا ہیں دنیا انگارے
آتما عقل بدھ من سب کو
قابو رکھتا ہے ہاتھ چمٹے کو
دُنیوی شئے پر عقل کا بس ہے
آگے محبوب آتما کے خود خس ہے
عقل سے برہم جا ہم پہچانا
ہاتھ چمٹے کو بیچ میں لانا
غیر ممکن محال، ہی تو ہے
دم جو مارے مجال کس کی ہے

(مستی مجسم سوامی رام تیرتھ جی مہاراج)

ہرچہ در فہم تو آید آں بود مفہوم تو
چوں بود مفہوم تو آں کو ازاں عالی تر است

(مادرزاد ولی شمس تبریزی)

ترجمہ:- جو کچھ تیرے خیال میں آسکتا ہے وہ تیرے خیال کا ہی مفعول ہے بھلا حقیقت کس طرح تیرے احاطہ خیال میں آسکتی ہے جو اس سے بالاتر ہے۔

"HE MAY BE GOTTON AND HOLDEN BY THOUGHT NEVER"

(ایک مغربی مہاتما)

(ترجمہ پرماتما کسی خیال سے پایا اور دیکھا نہیں جاتا)

آپے صاحب بنتے آپے بندہ ۔ اوہ آپ تماشہ ویکھے
آپ تماشا آپے ویکھن والا اوہ آپ بنیا سب بھیکے
سب کجھ بنیاتے کجھ نہ بنیا اوہ پورا سبھے لیکھے
سنت رین اوہ سب نوں دیکھے پر اُنھوں کوئی نہ دیکھے

(مہاتما سنت رین)

گھبر گیا جو من میں وہ لاانتہا کیونکر ہوا
عقل میں جو آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا
وہ مرتبہ ہی اور ہے ادراک سے پرے
ہم جس کو سمجھے بیٹھے ہیں اللہ ہی نہیں

س

بلھا شوہ نوں کوئی نہ دیکھے جو دیکھے سو کسے نہ لیکھے
اُس دا رنگ نہ روپ نہ ریکھے اوہی ہوئے ہو کے چور
واہ واہ رمز سجن دی ہور عاشق بنا نہ سمجھے کور

(حضرت بلھے شاہ قصوری)

آتما لاصفات، کا قابل ہونے کی وجہ سے آنکھوں سے تو نظر نہیں آتا۔ من بانی کی وہاں تک رسائی نہیں اُس کا اوجھو کیسے ہو مشہور عالم سائنس دان ہربرٹ سپنسر (HERBERT SPENCER) کا اس نتیجہ پر پہنچنا ۔ "حقیقت نہ کسی کو معلوم ہو سکتی ہے" لازمی تھا۔ وہ آتما پر دیگر چیزوں کی طرح تیزاب ڈال کر دیکھنا چاہتا تھا یا اپنی تجربہ گاہ میں نہایت تیز اوزاروں سے چیر پھاڑ کر اُس کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آلات علمیہ یعنی اندریوں کی دسترس سے باہر ہونے کی وجہ سے عقل یا دلیل کی رو سے حقیقت نہ جانی جا سکنے والی تسلیم کئے بغیر اُسے کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ مندرجہ ذیل شاندار الفاظ میں حواس کی دسترس سے باہر آتما یا خدائے حقیقی کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"There must excist some principles which being the basis of science cannot be established by science all reasoned out conclusions, whatever, must rest on some Postulate. There must be a place wherever we meet the region of the unknowable where intellect ought not to venture, cannot venture to go."

(ترجمہ) کوئی ایسی بنیاد (حقیقت) ضرور ہونی چاہیے جو سائنس کی پس پشت ہونے کے باوجود اُس کے

ذریعے پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے بحث و تمحیص سے برآمدہ جملہ نتائج کا لازمی اور لابدی طور پر کسی مفروضہ سچائی ۔ آلات علمیہ کی دسترس سے باہر کی حقیقت) پر انحصار ہونا چاہیئے منزد کوئی ایسا مقام ہونا چاہیئے جہاں کہ ہم ناقابل علم حقیقت سکے طبقہ میں پہنچ جاتے ہیں نیز جہاں کہ فہم و فراست کی رسائی نہ ہو، نہ ہونی چاہیئے "

مشہور عالم جرمن روحانی فلاسفر کانٹ (KENT) نے تو ناقابل علم حقیقت (آتما) پر غور و خوض کرنا ہی چھوڑ دیا۔ یہی نہیں برہد آر نیک اُپنشد کے رشی نے کمال بے خوفی اور پُورن سچائی سے یہی کہا ہے کہ حقیقت نہ ہی نام رُوپ گیان کی طرح علم کی گرفت میں آسکتی ہے اور نہ ہی بیان کی جاسکتی ہے جیسے ریت سے تیل نکلنا اور شراب سے پیاس بجھنی ناممکنات سے ہے ایسے ہی برہم کو علم کی گرفت میں لانے کا خیال فضول ہے اس اُپنشد میں ایک نہایت چھوٹا مگر پُرمعنی منفی سوتر "نیتی نیتی" چار دفعہ دیا گیا ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے وہ آتما یا برہم نہیں ہے یعنی نام روپ سے پرے جو ہستی ہے وہی برہم ہے اور جس سے پرے کچھ نہیں۔

مہا پرش اور اُپنشد بھی اس ذات مطلق کی نسبت یہی اشارہ دیتے ہیں کہ وہ بطور معلوم یا درشیہ کے جانی ہی نہیں جاسکتی بلکہ خود حقیقی چشمۂ نور سے جس سے اندریہ انتہ کرن روشنی حاصل کرتے ہیں۔ جو خدا ہمارے اندریہ اور انتہ کرن کا درشیہ ہو سکتا ہے اُس پر ذات برہم کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مہا پُرش اُسے میز کرسی کی طرح نہیں جانتے بلکہ اُسے آتم رُوپ سے پہچانتے ہیں وہ برہم کو اپنے سے علیحدہ وہمی طاقتور ہستی نہیں جانتے بلکہ اپنی ذات خاص آتما انوبھو کرتے ہیں اور اس انوبھو میں اس قسم کی کوئی تر پیٹی (عالم علم معلوم) نہیں کہ میں نے اپنے علم سے برہم کو جان لیا ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ "میں برہم کو جانتا ہوں" یہ تو اُس کی تحقیر کرنی ہے۔ اگر برہم ہمارے من کے احاطہ میں آگیا تو پھر وہ برہم کیونکر رہ سکتا ہے وہ تو ایک نسبتی ہستی ہو جائے گا۔ وہ ہمارا اپنا آپ ہے۔ وہی نوری حقیقی ذات ہے وہ ہماری رُوح کا مشترک جوہر ہے ہمارے جملۂ علم کا مرکز ہے وہ سدا انجانا رہتا ہے۔ اس رمز کو خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو۔

اس تعلق میں اُپنشدوں کی سدا بہار پھلواڑی کے پھُول سونگھ کر تو دیکھو کہ اُن سے کیا خوشبو آتی ہے

" وہ ذات احد ہے سب کا منتظم ہے ہر شئے کا اندرونی آتما ہے وہی اپنی ذات کو بہت طرح کا بناتا ہے جو لوگ اُسے اپنی انتر آتما کر کے محسوس کرتے ہیں اُنہیں ہی جاوید شانتی ملتی ہے۔ اور کسی کو نہیں "

" جو فانی اشیا میں لافانی ہے جو چیتنوں کا چیتن ہے جو اس کثرت میں ہی ایک ہی ذات احد کو محسوس کرتا ہے اور اُس کو اپنی انتر آتما کر کے جانتا ہے اس کو دوامی شانتی ملتی ہے اور کسی کو نہیں "

بیرونی خدا کا خیال ایک بڑے سے بڑا دھوکا ہے اُس کے تعلق میں ہی خوف و خطرہ ہے۔ اُس کے تعلق میں ہی جھگڑا اور جھمیلا ہے جبتک تم کارخانۂ قدرت کو چلانے والی اور اس کے پس پشت جو حقیقت ہے اُس کو اپنا آتما کر کے نہیں جانتے۔ تب تک خوف سے چھوٹنے کی کوئی سبیل نہیں جبتک ہم اگیان اندھکار میں برہم اور جگت کو اپنے سے غیر جانتے ہیں تب تک زندگی کے معنی کمزوری، بزدلی، بے بسی، لگاتار لڑائی مقابلہ کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ حقیقی اخلاق اور سچے پریم کے معنی ہی نہیں جانتے۔ ہماری بیرونی نیکی، بھلائی کی نہ میں رہتی

خدا کا بھے اور خوف ہوتا ہے اِس تعلق میں کامل مہاتما شری گورو نانک دیو یُوں فرماتے ہیں :

"جب اِن کچھ کر مانے بھیدا　　　تب تک دوکھ ڈنڈا کھیرا
جب اِس تے نبے سبھ بھرما　　　بھید نا ہی ہے پار برہما"

(ترجمہ) جب تک حضرت انسان نے کچھ بھید مانا ہُوا ہے (حقیقت سے اپنے آپ کو الگ تھلگ ہستی مانتا ہے) تب تک ہی اُسے دُکھ سزا اور تکلیف ہے جب اُس کے دل سے جملہ وہمات دُور ہو جاتے ہیں تب اُس کا پار برہم ذات سے بالکل کوئی فرق نہیں رہتا۔

عالمِ ظہورات کا یہ ایک مسلّمہ اُصول ہے کہ کسی شے کا ظہور اُس کی ضد کے ذریعے ہی ہوا کرتا ہے جیسے کبھی اندھیرے کا علم نہیں ہوا وہ کبھی روشنی کو جان نہیں سکتا کسی شے کو جاننے کے لئے اُس سے متضاد صفات رکھنے والی شے کا علم ہونا لازمات سے ہے لیکن آتم جیوتی یا آتما ہرات خود منور ذات اپنا غیر نہ رکھنے کی وجہ سے اپنی ضد ہی نہیں رکھتی۔ وہ نرپکش ستّا (ہستی مطلقہ) ہے بدیں وجہ وہ جگت کی چیزوں کی طرح ہم پر ظاہر نہیں ہو سکتی گہری نیند جس حالت میں جسم اور من وغیرہ کا شعور تک باقی نہیں رہتا۔ جاگنے پر جب ہم یہ شہادت دیتے ہیں۔ "آج ہم ایسی گہری نیند سوئے کہ کوئی خواب نہ دیکھا" تو یہی شہادت صاف صاف بتلاتی ہے کہ وہاں گہری نیند میں ایک بذاتِ خود منوّر روشنی موجود تھی جس کے تعلق میں ہی تجربہ بے خبری کی شہادت امکان رکھ سکتی ہے یعنی بے ہوشی کا تجربہ ایک باہوش ہستی کا قائل ہے اُس کا انکار بھی ایک نُور کی موجودگی سے بامعنی ہو سکتا ہے اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے تو وہ بے خبری میں اپنے آپ کو ہی ثابت کر رہا ہے۔ کوئی شخص کہے کہ "میرے منہ میں زبان نہیں تو اپنے کلام سے ہی اپنی زبان کو ثابت کر رہا ہے اُس کا یہ کہنا "میرے منہ میں زبان نہیں ہے" زبان کا قطعی ثبوت ہے۔ بقول مہابھارت ہم اپنی فنا کا تصور یا خیال کریں تو اپنی فنا کے آپ ہی ناظر ہوں گے فنا کو تجربہ کرنے والی ہستی سے کہاں بھاگ کر جائیں گے جس طرح سورج کو نہ د بالا کرنا مشکل ہے ایسے ہی بذاتِ خود منوّر ہستی سے انکار کرنا مشکل ہے گو ظاہرہ طور پر دنیا کی چیزوں کی طرح علم میں نہ آنے کی وجہ سے وہ نور ہستی مخفی معلوم ہوتی ہے مگر وہ سب سے بڑھ چڑھ کر روشن ہے کیونکہ گہری نیند سے اُٹھ کر تجربۂ بے خبری کی شہادت نوری ذات شاہد کا ناقابل انکار ثبوت ہے جو لوگ (شونیہ وادی) محض ہستی کے قائل ہیں۔ اُنہوں نے حقیقت کو ہستی محض کیسے معلوم کیا ہستی کو تجربہ کرنے والی ہستی سے کیونکر انکار کر سکیں گے نیتی سطلّق کا تجربہ بھی ایک تجربہ کرنے والی ہستی کا ہی قائل ہے۔ ہر قسم کے تجربے کرنے والی ہستی ہمارے اندر لگاتار جاگتی رہتی ہے۔ جیسا گورو بانی میں آیا ہے ——　　　گھٹ گھٹ اندر سدا ہی جاگے　　　(شری گورو نانک دیو)

بقول شری سوامی وویکانند جی ہمارا خدا ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہم کو بلا رہا ہے کہ مجھے جانو اور محسوس کرو مگر کیا عجب بات ہے کہ ہم اُسے کہیں پہاڑوں اور بادلوں سے پرے بیٹھا ہوا ہمارے خون میں دوران پیدا کرنے والا خیال کر رہے ہیں یا مندروں مسجدوں، بہشتوں میں اُس کی موجودگی خیال کرتے ہیں پیارے آتما! جس کو تم جہان کے کونے کونے میں تلاش کر رہے ہو جس کے لئے تم مندروں مسجدوں میں روتے پھرتے ہو وہ تم سے قریب سے قریب ہے کہیں بادلوں مندروں وغیرہ میں چھپا بیٹھا نہیں وہ تو تمہاری زندگی اور روح کا بھی پشت اور روح رواں ہے اور تمہارے دل کے اندر "میں میں" کے رُوپ میں جگمگا رہا ہے۔

جہا پُرش ایسے خدا کے قائل بالکل نہیں جو انکی ذات سے جدا ہو"، تم ہو اس لئے خدا ہے (بیرونی کائنات کی ہستی کا ثبوت جو اسم بیرونی یعنی گیان اندریہ ہیں ایسے ہی پیر لوک، عاقبت اور خدا کی ہستی کا خیالی اندرونی حواس یعنی انتہ کرن کے ذریعے آتا

- -

ہے)"تم ہو اس لئے سوچتے ہو"، تم سوچتے ہو۔ اس لئے تم ہو"، تم نہ ہو نے تو خدا اور شیطان کا ذکر کون کرتا اور ان کو عالم وجود میں کون لاتا کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے جب تم گہری نیند میں چلے جاتے ہو تو پھر تمہارے خدا اور شیطان کہاں چلے جاتے ہیں کس نا معلوم کے پردہ میں منہ ڈھک کر روپوش ہو جاتے ہیں تمہارے جاگنے سے خدا کا تذکرہ جاگتا ہے تمہارے سو جانے سے وہ سو جاتا ہے، تمہاری آنکھ پہلے سورج دیو تا پیچھے۔ آنکھ نہ ہو تو سورج کیسا کیا تم اس قدر نہیں سمجھے کہ ان جملہ نظاروں کا دیکھنے والا ان تمام خیالات کا سوچنے والا اور ان تمام خدا اور شیطان کا تذکرہ کرنے والا آخر کون ہے؟ یہی تو اصلی خدا ہے جو کبھی معدوم نہیں ہوتا بغیر تبدیلی پذیر بنا رہتا ہے اسی لئے شاستر کا اور مہاں پُرش اسے" نت جاگرت جیوتی" کہتے ہیں۔ اب تم بطور خود سوچو میں جھوٹا ہوں غیر مدلل یا کمزور بات کہہ رہا ہوں یا وہ صحیح مدلل اور طاقتور ہے۔ کبیر جی کہتے ہیں سے

جیوں تل ماہیں تیل ہے جیوں چکمک میں آگ　　تیرا پریتم تجھ میں جاگ سکے تو جاگ

جا کارن جگ ڈھونڈیا سو تو گھٹ ہی ماہیہ　　پردہ دیا بھرم کا تا تے سوجھے ناہیں

یاوک روپی رام ہے گھٹ گھٹ رہا سمائے　　جیت چکمک لاگے نہیں تاتے بجھ بجھ جائے

جیسی لکڑی ڈھاک کی تیسی ہے یہ دیہہ　　داہیں آگ رہی چھپی یا میں پرکھ الیکھ

شری گورو نانک دیو جی بھی اس تعلق میں فرماتے ہیں :-

جو ٹھاکر سد سدا حضورے　　تا کو اندھا جانت دورے

دیگر۔ دین دیال کرپال سکھ ساگر سرب گھٹا بھرپوری رے　　پیکھت سُنت سدا ہی سنگے میں مورکھ جانتا دوری رے

مختصر یہ کہ سنسار میں کئی قسم کی روشنیاں ہیں اور وہ اپنے مرتبہ پر کار آمد بھی ہیں۔ لیکن خواہ وہ ایک چنگاری ہو خواہ کروڑوں سورج ہوں مگر ہیں وہ سب جڑ جیوتیاں جو محض جڑ جگت میں ہی مفید ہیں حقیقت کی دنیا میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ بیرونی روشنیاں (چاند اور سورج، آگ بجلی وغیرہ) جڑ ہیں اور اپنی موجودگی کے لفظ نگاہ سے نظر کی محتاج ہیں۔ مگر آنکھ کی روشنی من ہے کیونکہ اس کے تعلق میں ہی آنکھ دیکھ سکتی ہے من نہیں اور من تو آنکھ کے کھلے رہنے پر وہ دیکھ نہیں سکتی مگر من بھی بذاتِ خود کافی نہیں

اندرونی روشنی (چیتنیا یا شعور) کی امداد نہ ملے تو باہر کی اشیاء اور روشنی کا گیان نہیں ہو سکتا۔ بہتر کیا جانے کہ سورج چاند روشن ہیں مگر چیتنیا یا شعور (CONSCIOUS NESS) سے بالاتر ایک غیر شخصی روشنی (برہم جیوتی) برونی روشنیوں اور من موجودی کی بھی روشنی ہے۔ جو ہر قسم کے وکاروں سے رہتا ہے جو عقل کی روشنی ہے [illegible] جو شخصی دیکھنے اور جاننے کو بھی جانتا ہے اس غیر شخصی طور پر جاننے والی روشنی کی بدولت ہی انسان دوسروں کے مقابلے میں اپنی ذہنی، بے زبانی اور حیوانی خوبیوں، کمزوریوں کو جاننے کے قابل ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے حیوان سے انسان اور انسان سے دیوتا بننے کے قابل ہوتا ہے یہ غیر شخصی پرکاش بذاتِ خود شعور اور ہمیشہ سے یہ من ہوش۔ (CONSCIOUS NESS) کی مانند کوئی تغیر پذیر شے نہیں بلکہ نیتہ اور جیوتی ہے وہ نہ صرف

جگت جسم اندریہ اور انتہ کرن کو ہی روشن کرتی ہے بلکہ نیتی، اندھیرے اور بیہوشی میں بھی لگاتار برقرار رہ کر انکی بھی خبر دیتی ہے۔ عالم علم معلوم کی ترپٹی سے اوپر اکھنڈ گیان (گیان سروپ) یا نورِ مطلق PURE AWARNESS ہے اس سے پرے کچھ نہیں۔ چونکہ جہالت اور گیان کی وجہ سے پڑھے اور ان پڑھے لوگ ایسی روشنیوں کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔ اور اُن پر لٹو ہو رہے ہیں جو بالکل جڑ اور پرکاش میں سوئم پرکاش نہیں۔ ایسی اریوں اور سنکھوں جڑ جیوتیاں چیتنیہ جیوتی کے سامنے صفر محض ہیں۔ اور جنہیں جھلک پا کر اپنے آپکو کر تیہ کرتیہ سمجھتے ہیں اور اپنے ہیں آخر کار انہیں آتم جیوتی یا سوئم پرکاش ذات کے درشن حاصل ہو گئے ہیں۔ وہ درحقیقت مختلف اقسام کے ابھیاسوں کے زور سے طرح طرح کے درشیہ (نظارے) پیدا کر کے اُن میں پھنسے رہتے ہیں۔ اُن کو روشنی اور گیان دینے اور اگیان اندھیرے سے باہر لے جانے کے لئے یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔

دُنیاوی گیان میں ترپٹی (عالم علم معلوم) پائی جاتی ہے لیکن ذات برہم سوئم جیوتی سُوروپ ہونے کے کارن سب کو (بنیادی اشیاء) اپنے آپ کے طور پر جانتا ہے۔ یعنی سوئم پرکاش اور سوئم سدھ ہے۔ اور برتی گیان کا یشے نہیں۔ اُس کے جاننے میں گیاتا اور گیہ کا مطلق دخل نہیں۔ لیکن اس شاہی راز کو محض شدھ بدھی بھی جان سکتی ہے جیسا کہ ایک باکمال مہاتما کہتے ہیں سہ "منی نہ لکھے۔ جیہی منی لکھے،،"

یعنی اُس کو عقل نہیں جان سکتی مگر پھر بھی عقل کی ہی مدد سے اُس کا انوبھو ہوتا ہے یا یُوں کہ بغیر پاک یا شدھ بدھی کے اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ شدھ بدھی آتما ذات کے نہایت نزدیک ہے۔ اس لئے اُس کی وساطت سے آتما کا انوبھو ہوتا ہے جس کو آتما کا انوبھو ہو جاتا ہے اور اُس میں مقیم ہو جاتا ہے پھر اس کو خدا کے سلسلہ میں ذہنی تصورات و قیاسات وغیرہ سے ہمیشہ کے لئے مخلصی ہو جاتی ہے۔ اور آتما کا براہ راست انوبھو ہو جانے کے کارن خدا یا ایشور یا آتما پر ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی چونکہ آتما کا زمانہ نتیہ ورتمان ابدی آپ (ETERNAL NOW) ہے اس لئے انوبھوی پُرش کے لئے ماضی یا مستقبل اپنے معنی کھو بیٹھتا ہے یعنی جو اپنے آپ میں جاگ اُٹھتا ہے وہ دائم حال میں سدا مسرور رہتا ہے اس کے لئے آگے پیچھے کے سوال کچھ حقیقت نہیں رکھتے اور وہ جملہ قوانین علت و معلول، کرموں اور تشریحوں سے پرے گذر جاتا ہے۔ ابدیت میں جینے کی وجہ سے یہ ساری اشیاء واقعیت رکھتی ہوئیں بھی اس کے لئے کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ ابدیت میں ماضی اور مستقبل باہم ایک ہو جاتے ہیں اور جہاں خود خیال ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لمحہ ابدیت یا پرم جیوتی سے جملہ جگت اور ہم سب کا ظہور ہوتا ہے۔ اس سے الگ ہماری ہستی ناممکن محض ہے ہم چلتے پھرتے ہیں اُس میں، سوچتے سمجھتے ہیں تو اُس میں، سانس لیتے ہیں تو اس میں غرضیکہ کوئی شے کوئی ہستی، کوئی وقت کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں جہاں وہ نہ ہو وہ زندگی کی زندگی اور ہوش کی ہوش ہے۔ یہی پرم دھام ہے یہی آنند ہے یہی آنند دھام ہے یہی نروان پد ہے۔ یہی بذات خود اور عین وجود ہے جہاں بیرونی (سورج، چاند، ستارے بجلی آگ وغیرہ) اور اندرونی (حواس، عقل، فکر اور تخیل) روشنیوں کا دخل نہیں کیونکہ دونوں اقسام کی روشنیاں عکسی ہیں۔ معکوس کو کیونکر روشن کر سکتی ہیں۔ وہ خود معکوس سے روشن ہوتی ہیں۔ وہ بذاتِ خود منور (سوئم پرکاش) ہے اپنے آپ کو اور اپنے سے ظاہر ہونے والے ظہورات کو جاننا اور روشن کرنا اس کا ذاتی سبھاؤ ہے یہی ہمارا اصلی گھر ہے ہمارا ہی نہیں کل کائنات کا گھر ہے اس میں قیام کئے بغیر حقیقی تسکین قلب

مِل نہیں سکتی۔ اس میں قیام کئے بغیر کال چکر سے رہائی ناممکن محض ہے اس گھر کو بھگوان کرشن چندر پرم دھام کا نام دیتے ہیں۔

روشن جس کو کرے نہ مہر تاباں ۔۔۔ روشن نہ کرے آگ نہ ماہ رخشاں
جا کر جہاں بازگشت ممکن ہی نہیں ۔۔۔ ارجن میرا مقام عالی ہے وہاں

"نہ وہاں سورج روشن ہے نہ چاند نہ ستارے نہ وہاں بجلیاں چمکتی ہیں۔ اور وہاں آگ کا تو کیا کہنا۔ اُس کے روشن ہونے پر یہ سب کچھ روشن ہے۔ اُس کی روشنی سے یہ سب کچھ روشن ہے" (اُپنشد)

اے رشیوں منیوں کی پاک تعلیم و جذبات کے وارثو! عجز و نیاز کی تعلیم کو چھوڑ دو۔ ہم ہمیشہ مدد کے لئے بیرونی ہستی کے خواہاں رہے ہیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ملی اس مدد کی اُمید میں زندگیوں کی زندگیاں گذر جاتی ہیں ان سب اُمیدوں کو چھوڑ دو سب کچھ تمہارے پاس ہے ساری قوتوں کا خزانہ تمہارے پس پشت ہے وہاں سے جو چاہو نکال لو اپنی ذات آتما پر مکمل بھروسہ رکھو تم طاقت اور عظمت سے مالا مال ہو جاؤ گے بھئے اور خوف سے نجات بخشنے والی تعلیم کے راز سربستہ کو جانو اور اُسے عمل میں لاؤ تاکہ تمہارے روم روم میں بس جائے تمہارے رگ و ریشہ میں دوڑ جائے تمہاری ذات کا حصہ ہو جائے، تمہاری میراث بن جائے۔

کاش اب بھی لوگ سچی روحانیت کو سمجھیں اور وہمات سے نکلیں اپنے اندر آتم روپ میں اور اپنے سے باہر جگت روپ میں سچے ایشور کا درشن کریں یعنی اپنے اندر آتما کی ستّا ہیچرتی اور جیوتی کا انوبھو کریں اور باہر آتم دھبوتی کے سوا کچھ اور نظر نہ آئے کیونکہ وہی باطنی حقیقت ہے اور وہی بیرونی ظہور۔ یعنی اندر باہر اُسی کا درشن ہو

دُنیا مفلس ہے غریب ہے کھانے کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں سب دُکھی ہیں لوگ کتوں کی موت مر رہے ہیں یہ کیوں ہے؟ ہم ہی اس کے جوابدہ ہیں۔ ہم ہی اپنے کمزور خیالات کے مارے ہوئے ہیں اس میں کسی کا قصور نہیں جو کچھ ہم پر اچھا بُرا وارد ہوتا ہے وہ ہمارے اپنے ہی خیال کا نتیجہ ہے جو آئندہ ہوگا وہ بھی اپنے ہی خیال کا اثر ہوگا۔ اس لئے ہر دم اپنے آپ کو نمک حرام، گنہ گار۔ ناکارہ۔ غبی، بے یار و مددگار کے رہنا ایک نہایت مکروہ عادت ہے ایسے ہی ماتھے رگڑنا، سجدے کرنا۔ دہلیزوں کو بوسے دینا، بھبھوت لگانا اپنی حقیقی ہستی کی توہین ہے۔ ہر قسم کے دُکھ سُکھ کی بیج و بنیاد تمہارا خیال ہے خیال کا مقام من ہے جیسا کسی کا خیال ہوتا ہے ویسا ہی وہ زبان سے بات اور ہاتھ سے عمل کرتا ہے خدائے حقیقی یا انتر آتما نہ تو کسی کی مدد کرتا ہے اور نہ ہی کسی کا راستہ مسدود کرتا ہے جس کسی کا جیسا ارادہ پختہ ہوتا ہے ویسا وہ لازمی طور پر شکتی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دُنیا میں ارادہ کا قانون ہر ایک کے لئے یکساں ہے۔ کمزوری کے خیالات سوچ سوچ کر ہر وقت چہرے کو مایوس بنائے رکھنا ہر وقت شکایتوں اور گلوں کا زہر اُگلتے رہنا اور ہر وقت خود وہمی میں مبتلا رہنا ہماری ایک دائمی عادت بلکہ فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور ہم روحانی بینائی سے اس قدر محروم ہو جاتے ہیں کہ جن بھوت، دوزخ، بہشت، تنگ و تاریک گلیاں۔ چڑیں اور پریاں حقیقی دکھائی پڑتی ہیں ہم میں بچوں کی سی توقعات، بچوں کے سے ڈر، سہم اور بچوں کے سے توہمات پائے جاتے ہیں۔ توہمات کی لاٹھی کی مدد کے بغیر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔

کراماتوں اور معجزوں میں اعتقاد ہونے کے باعث ہمیں تھوڑے سے فاصلے پر بھی عجیب و غریب سائے نظر آتے ہیں۔ جس شخص کو اپنی اصلیت اپنے خیال، اپنے دل، اپنے ارادہ، اپنے سنکلپ پر پورا پورا وشواس نہیں وہ دائم کمزور، بیمار اور نردھن بنا رہتا ہے اور دنیا اُس کو اپنے پاؤں کا فٹ بال بنا دے گی۔ ایسے انسان جانوروں کی طرح کھونٹے سے بندھتے ہیں اور کمزوری کا گھاس کھا کھا کر جگالی کیا کرتے ہیں۔ اور ذرہ ذرہ باتوں میں ڈر کے مارے پیشاب کرتے ہیں یہ کیا انسان ہیں؟ نہ اِن میں عقل ہے نہ تمیز ہے۔ نہ سمجھ ہے نہ بوجھ ہے یہ جانور ہیں اور دنیا نے انکی حیثیت سمجھ کر انکو کھونٹے سے باندھ رکھا ہے اور سامنے چارہ ڈال دیا کرتی ہے۔ چونکہ ایسے کمزور دل اور ڈرپوک انسان کے ڈر کے مارے چوہے بل میں گھستے ہیں۔ ایک دن ان کو بلی کھا جائے گی۔ کیونکہ چوہا بلی کی خوراک بنایا گیا ہے۔ اگر تم انسان بننا چاہتے ہو تو دلیر ہو، بہادر ہو، کمزوری کے خیالات کی غذا کھانی چھوڑ دو۔ سنو دُنیا کا زبردست روحانی معلم مہاتما بدھ ڈھائی ہزار سال ہوئے باواز بلند اعلان کر گیا ہے "تم جو چاہتے ہو وہی بن جاتے ہو" اور اسی اصول کا اعادہ پرم سنت کبیر کے کلام میں پاتے ہیں ——— "من کی جیسے او بیج تیسی ہی ہو جائے" یہ قانون قدرت ہے یہ سرشٹی کا اٹل نیم ہے۔ اسی سلسلہ میں مشہور انگریزی محاورہ ہے:-

"Sow a thought, reap an action, sow an action, reap a habit,
Sow a habit, reap a character, sow a character, reap a destiny."

(خیالات ہمارے اعمال کا بیج ہیں۔ اعمال سے عادات بنتی ہیں۔ عادات سے کیریکٹر یا چال چلن اور چال چلن سے قسمت بنتی ہے۔)

کاش اگر اب بھی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو آتما کے روحانی نغموں کو حقانی راگ میں گاتے ہوئے کمزور انسانوں کو آتما کی اپار شکتی کی خوشخبری سنا دیں کاش ایسے لوگ پھر پیدا ہوں جو ہم سے اکثر کہیں —"...... تمہارے پیچھے برکت اور طاقت کا لامحدود سمندر لہریں مار رہا ہے۔ رات دن کہا کرو کہ ہم آتما ہیں۔ رات دن سُنا کرو کہ ہم آتما ہیں یہاں تک کہ یہ خیال تمہارے رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں سرایت کر جائے۔ خون کی ہر بوند میں آتما کی صورت ہو۔ گوشت اور ہڈی کے اندر بھی وہی آتما متحرک نظر آئے تمام جسم کے پرزوں کو آتما کے ایک آب دیل سے بھر دو کہ آتما اجنما انت، نت شُدھ، مکت اور سرب شکتیمان ہے۔ رات دن اس پر غور کرو تاکہ وہ تمہاری زندگی کا جزو اعظم بن جائے۔ اس آتما پر برابر وچار کرتے رہو کہ وہی تمہارے کام میں اثر پیدا کرے جو من میں رہتا ہے وہی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور من ہی کی طاقت سے ہاتھ بھی کام کرتا ہے آتما کے اس خیال سے تمہارا کام شاندار بنے گا اور تمہارا کام پاک ہو گا اور تمہارے کام کی صورت و شکل بدلی ہوئی نظر آئے گی خیال میں بڑی طاقت ہے۔ اس خیال کو اپنی زندگی میں متصرف ہونے دو۔ شاندار اور طاقت ور ہونے کے تصور کو دل میں جگہ دو تم میں انسانی سچائی، بندگی اور شرافت عود کر آئے گی اپنے آپ کو کبھی کمزور خیال نہ کرو تم بلوان اور ساری شکتیوں کے بھنڈار ثابت ہو کر رہو گے تمہارا جیون عملی جیون ہو۔ تم اپنے آپ کو عمل کے سانچے میں ڈھالتے چلے جاؤ سدا سُکھی رہو گے۔ (مہرشی شیو)

امر سندیش

(بطرز جپ جی صاحب)

از ۔ کوی لوک ناتھ جی دل

سرد لوکیشور مہیشور شیو شری شیام سندر جی مہاراج نے مہابھارت کے سمر انگن میں کُنتی پتر ارجن کو لکش کر کے اکھل وشو کے پرانی ماتر کو جو بہ مولیہ اُپدیش دیا ہے اُسی کے سار بھاؤ کو کوتا کے تاروں میں پرو کر میں نے نام رکھا ہے "امر سندیش" اسے پڑھ کر انھوا سُن کر یدی ایک مانو کو بھی کچھ لابھ پراپت ہُوا تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ آج سے لگ بھگ ۲۰ برس پہلے کی رچنا آج سپھل ہو گئی ۔ دل

مدھ داج نے پرشن کیا ۔ رن بھومی کی کہو دشا
...لے سنجے بُدھی مان ! ۔ راجن سُنیئے کر کے دھیان
...سُورما بانکے بلوان ۔ دھارے کھنڈ کھڑگ کرپان
...لے برچھا بھالا تلوار ۔ ڈٹے ہیں استر شستر دھار
...سارتھی کورو دل کا ۔ دادا گورو بھیشم یودھا !
...دو سینا کا سنگھار ۔ کُنتی نندن جُدھ کمار
...بجے شنکھ گھڑیال ۔ پارتھ رتھ ہانکت نند لال
...سمر نگن کے تیر ۔ اک گھنشیام اک گوپ شریر
...ایک اگر اور ایک چندن ۔ اک کشتو یکی اک کندن
...ڈھونڈے پیر مہان ۔ پنج بھوت ونڈ گنج سمدھان
...کے ویروں کا سنگار ۔ تن پر کیسری بانا دھار
...نند و نکٹ کوچ کنڈل ۔ مکھ تیجوی اور اجول !
...ن کا مدھ نینوں میں ۔ وگ یوں کا انگوں میں
...سوئم بھگت وتسل بھگوان ۔ بنے ہیں پارتھ کے رتھوان
...مکھ پر گمٹ سمان ۔ مکھ اجول روی چھٹا سمان
...نندن تلک شوبھت بھال ۔ ساجے اُر بیجنتی مال
...مدھر مدھر ادھروں پر پان ۔ مند مند مکھ پر مسکان :
...جیوں شیوں پروا ہُوشیت ۔ جیوں ویناں پر مدھو سنگیت
...سا گرنٹ جنید کلا ۔ پرونت شکھر پہ بُول اُونتا
...شستر ول کا دھیان ۔ کانپ اُٹھا پارتھ بلوان

چوٹ سے جیوں ہو بیاکل ناگ ۔ گم سم بیٹھو کمپ میں جس پرکار
بولا ہو کر ارتی ادھیر ۔ سُنیئے دھن میرے یدو ویر
کون ہیں لکش بنانے یوگیہ ۔ کون ہیں مار گرانے یوگیہ
کچھ ہیں سیس جھکانے یوگیہ ۔ کچھ ہیں کنٹھ لگانے یوگیہ
کل تک جن سے لی شکشا ۔ کل تک جن کا مان کیا
کیسے اُن کو للکاروں ۔ کیسے اُن کو اب مار دوں
اُن پر یدی کروں میں پرہار ۔ ہو مجھ پہ کوٹی دھکار
رکت میں لتھڑا ہو جو راج ۔ اُس کو تیاگ کے ہے مہاراج
اُتم ہے بن مگن کروں ۔ کند مول سے اُدر بھروں
شتھل ہوئے جاتے ہیں انگ ۔ جیون کی کھو گئی ترنگ
کرنے دو مجھ کو وشرام ۔ اب سو بیکار کرو پرنام
کھوئی ہمیں پائیل ہیں ۔ پنچ وچار کے ہوں اودھین
مجھ پر کرپا کرو بھگوان ۔ تو سمجھا تو دھنش اور بان
چکت ہوئے شری رشی کیش ۔ بول اُٹھے ہے اگیہ اکیش
کیوں ہوا اتنا ہوا ترا اش ۔ کہاں گیا مکھ کا پرکاش
کمل بدن ہے کمھلایا ۔ ستشی گہن ہیں ہے آیا
کہاں گئی وہ چنچلتا ۔ کہاں گیا گورو بل کا
دھیرج دھرم نہ دیجے کیوں ہار ۔ ساہس کر کچھ سوچ وچار
دُوول تیاگ ٹوکل ابھیمان ۔ سُن میرا ادیناشی گان
اتما ہے اک گیت نکھا ۔ تن ہے بانس کی بانسریا

آتما ہے اک امر سدھا ۔ تن ہے مٹی کا مٹکا
آتما امر سگندھ سدا ۔ تن ہے بُند لشپ ہرا
آتما روپ ہے جیوتی کا ۔ تن دھاتو کا ایک دیا
تن کو بھسم کرے جوالا ۔ آتما جگ میں امر سدا
تن کو کاٹے کھڑگ کی دھار ۔ آتما پر نہ ہوئے پرہار
تن کو چھیدیں تیکھے بان ۔ آتما امرت کی ہے کھان
تن کا موہ ہے جگ میں گھٹنے ۔ آتما امر اور نربھئے!
آواگمن سناتن ریت ۔ مرتو ہے مت ہو بھئے بھیت
جیسے کنچ اتاریں شیش ۔ آتما ایسے بدلے ویش
جیسے بدلیں نیا مکان ۔ ایسے یہ چولا بھی جان
جیسے بال کا بالک پن ۔ ماں کے دودھ سے بھجے بھجن
اک کو بہ تجے اکت کر ۔ دوسرا اپنا لے اپنا کر
ایسے جیون اور مرن ۔ کیوں چنتا میں ڈولے من
جینا جو مر جائے گا ۔ کھلا ہے جو کملائیگا
ناشوان ہے سدا شریر ۔ تو کیوں موہ وش ہوا ادھیر
تن کا باس سدا شمشان ۔ آتما اجر امر تو جان
تن کے موہ کا بہ تجے دھیان ۔ اپنے کو تو آتما مان
شوروِیرتا کی رکھ لاج ۔ سورگ پراپت کر انھوا راج
اسی میں ہے تیرا کلیان ۔ یہی یگیہ ہے یہی ہو بردان
کرم کھشیتر میں کرم کما ۔ لوک پرلوک میں کیرتی پا
دیکھ کے شترو دل کی امد ۔ پنچ گانڈیو کو نے سنکوچ
اٹھ شترو دل پر چھا جا ۔ جیوں تاروں پر گھور گھٹا
گو بنیہ گیتا کا گیان ۔ آج میں تم سے کروں بکھان
روی کو تھا جو سمجھایا ! ۔ روی سے منو نے جو پایا
میرے روپ انوپ کو جان ۔ مجھ کو کیول پرش نہ مان
سرو کلا سمپورن ہوں ۔ نر تن میں نارائن ہوں
پورن روپ پرشوتم ہوں ۔ نر تن میں نارائن ہوں
میں ہی موہن ناگر ہوں ۔ میں ہی وشنو اجاگر ہوں
میں ہی گوکل نندن ہوں ۔ میں ہی تربھون وندن ہوں
میں ہی جگ کا [illegible] ہوں ۔ میں ہی جگ کا ہرتا ہوں

جگ میں سمٹے سمٹے انگول ۔ لشپوں کو جب چھیدیں ترشول
دین کریں جب ہاہا کار ۔ سادھوؤں پر ہو اتیاچار
پاپ کی بھڑک اٹھے جوالا ۔ ہو ویران دھرم شالا
سوکھے ستیہ کی پھلواڑی ۔ چلے پاپ کی اندھیاری
سجنوں کے ہوں نین سجل ۔ اور شنیت ہوں انتقل
اپنائیں پاپی سنتاپ تو ۔ نیہ کی جڑ کو کاٹے پاپ
جب آرت جن کریں پکار ۔ تب میں لیتا ہوں اوتار
دشٹوں کا کھنڈن کرنے کو ۔ بھگتوں کی جے کرنے کو
اب بھی پاپ دبانے کو ۔ دھرم دھوجا پہرانے کو
آیا ہوں میں نر تن دھار ۔ کرنے پاپیوں کا سنگھار
تو کیول گانڈیو سنبھال ۔ ان کے سر پر کھڑا ہے کال
تو ہے یودھا سنگھ سمان ۔ ان سب کو گیدڑ دل جان
کرم کھشیتر ہے یہ سنسار ۔ چلے نہ کرم بنا بیوپار
کرم کرے نہ میگھ ندی ۔ ہو نہ کوئی لتا ہری
کرم کریں نہ روی ششی ۔ پھلوں میں رتی نہ ہو رس کی
کرم پردھان یہ سنسار ۔ یوگیوں کا بھی کرم آدھار
ہاں جو کرم کرے نشکام ۔ بھینٹ میری کرتے پرنام
اس مانو کے اتم بھاگ ۔ اس کا تیاگ ہے اتم تیاگ
کرم کے پھل کی رکھے نہ آس ۔ یہ ہی ہے اتم سنیاس
جیون میں یہ کر ابھیاس ۔ مجھے جان پھر اپنے پاس
کر سب موہ اور دل تیاگ ۔ کر کے کرم کرم پھل تیاگ
یدھ میں جیت ہو یا ہار ۔ اس سے تجھ کو کیا سروکار
تو دھرتی پہ بیٹھ لگا ! ۔ پھل اس کا کیسا ہوگا
اس کی من میں مت کر سوچ ۔ تیاگ یہی من کا سنکوچ
پھر مسکائے اور بولے ۔ کچھ ہرشائے اور بولے
جانتا ہوں کنتی نندن ۔ وانر سا یہ چنچل من
پون سے بڑھ کر اس کی چال ۔ پہنچ تک اس کی سرل اچھال
پھیلے تو ناپے تربھون ۔ سمٹے تو اک رج کا کن
نرکھ کے جوبن لشپوں کا ۔ بن جاتا ہے بھنور سدا
سدھا بھرا سندر سنگیت ۔ ہے پارتھا ہے پیارا میت

من میں گیان کی جوت جگا ۔ دھیان یوگ سے مجھکو پا
کرم یوگ سے مجھ تک آ ۔ بھگتی یوگ سے مجھے رجھا
کر تو میرا نیتہ بھجن ۔ کتھا کیرتن اور سمرن
ان سے بندھ جائے گا من ۔ یہ ہے گو پنیہ درشن!
من میں میری مورتی دھار ۔ کر سنسار کے سب ویوہار
جگ میں رہ جگ کا مت بن ۔ تیاگ دے موہ کے سب بندھن
جیسے ناؤ رہے منجدھار ۔ جل کو کرے نہیں سویکار
جیسے جل میں رہے کمل ۔ کنتو چھوتا نہیں ہے جل
جیسے مرغابی کے پر ۔ جل میں بھیگ کے ہوں نہ تر
جیتے رہے جنک آدی ۔ مہتیا جگ میں سنیہ وادی
جنہوں نے جیت لیا نج من ۔ کر کے شردل اور چنتن
انکو مان اپمان سمان ۔ انکو رکت اور پاشان سمان
انکو پشپ اور شول سمان ۔ انکو سورن اور دھول سمان
ہو جائے جس جیو کو گیان ۔ کرم اکرم ہیں اسکے سمان
تو بھی ایسے بن لو کمار ۔ من پر رکھ اپنا ادھیکار
جیسے کچھوے کا آکار ۔ وش کر لے اچھا انوسار
چت کو میری اور لگا ۔ جگ کے کام بھی کرتا جا
منہ میں میری پریت لیا ۔ تن سے جگ کی ریت نبھا
سن سن مدھر منوہر گان ۔ کر کر مدھو امرت رس پان
جیتر منا پارتھ بلوان تو ۔ سر جھکا کر پڑے شلا سمان
بول اٹھے پھر کرونا کار ۔ کر کے دکھیا پر اپکار
میری اچھا کے انوسار ۔ ات نیتی پالن اور سنگھار
رما ہوں سب میں اس پرکار ۔ جیوں تلسی مالا میں تار
جیوں کہ پاشان میں آگ کا باس ۔ جیوں پشپوں میں رہے سباس
جیوں گو رس میں ہے نونیت ۔ جیوں وینا میں ہے سنگیت
ایسے سب سنسار میں سار ۔ اور مجھ میں سارا سنسار
اندریوں میں من مجھے جان ۔ سدھ پرشوں میں کپل سمان
نارد ہوں برہم رشیوں میں ۔ واسدیو ہوں ملیچھوں میں
اتم اوم ہوں اکشروں میں ۔ گایتری ہوں چھندوں میں
گنگا ندی ہوں ندیوں میں ۔ رتو بسنت ہوں رتوؤں میں

راجہ اندر ہوں دیوتاؤں میں ۔ گندھرو راج ہوں گندھرووں میں
کام دھینو ہوں گئوؤں میں ۔ پیپل برکھش ہوں ورکشوں میں
میں ہی کرتا دھرتا ہوں ۔ میں ہی ہرتا بھرتا ہوں!
مجھ پر کر پورن وشواس ۔ سب یودھا ہیں کال کا گراس
سادھو دھان ہو ہے ارجن ۔ روپ وراٹ کے کر درشن
چھپا یا پارتھ کے من کے ۔ نرکھ کوئی روی جیو ترمے
بدھ ستمل جگ مگ جگ مگ ۔ بھو منڈل جگ مگ جگ مگ
پربت سم دیہی وکرال ۔ بھال تیجسوی نین وشال
کوئی کھجاؤں میں شستر ۔ پہنے بھالے اور چکر
کوئی مکھ تھے کنڈ سمان ۔ جن میں اگنی پرچنڈ مہان
یودھاؤں کی آہوتی ۔ کنتی سُت نے جب دیکھی
بولا بھرم ہوئے سب ناش ۔ من کے بھیتر ہوا پرکاش
آپ کی دانی سچ ہو ہن ۔ لائی تن میں نو جیون
لوپ ہوا گمبھیر اگیان ۔ جاگ اٹھا ہے آتم گیان
دھنیہ دھنیہ پردکش کمار ۔ جے مدھوسودن کرشن مرار
ہے جگدیشور ہو پرنام ۔ ہے دیویشور ہو پرنام
ہے یوگیشور ہو پرنام ۔ ہے پرمیشور ہو پرنام
تری بھون نائک ہو پرنام ۔ جن سکھ دایک ہو پرنام
منی من رنجن ہو پرنام ۔ بھو بھئے بھنجن ہو پرنام
انتر یامی ہو پرنام ۔ گھٹ گھٹ گامی ہو پرنام
کرونا سندھو ہو پرنام ۔ دینا بندھو ہو پرنام
گربھ پرہاری ہو پرنام ۔ جن ہتکاری ہو پرنام
اسر نکندن ہو پرنام ۔ یدوکل چندن ہو پرنام
کرونا ساگر ہو پرنام ۔ وشو اجاگر ہو پرنام
دیکھ دین ہو گئے دیال ۔ دیا سندھو میں آئی اچھال
گونج اٹھے پھر ادھر رسال ۔ بول اٹھے گردھر گوپال
سب دھرموں کو تج کر آ ۔ میری شرن کو چھوڑ نہ جا
کنٹھ سے لوں گا نہیں لگا ۔ ہے! ارجن اب ہے پر یکھا!
جو جن میری شرن میں آئے ۔ بھو جھٹکے سب اس کا مٹ جائے
جو نت دن میرے گن گائے ۔ وہ مجھکو ہر دے سے بھائے

اُس کی رہے مجھے چنتا ۔ اُس کی کروں سو تم رکھشا
اُس کا آپ اُٹھاؤں بھار ۔ اُس پر دوں سکھ سمپتا وار
کرکملوں میں لے ہتھیار ۔ اُس کی نیّا کر دوں پار
کرم سے آگیا کا پالن کر ۔ سپھل بنا لے یہ جیون
دھیان سے سُن امرت گیتا ۔ سب تج کر مم شرن میں آ
اُٹھ اپنا گانڈیو اُٹھا ۔ اپنا کھشاتر دھرم نبھا
باقی سب کچھ مجھ پہ چھوڑ ۔ دُرگ اسنیہ کا اُٹھ کر توڑ
کارن بن کرپال کرشن ! ۔ موہ ہٹے جب ہر شی کیش
گرج اُٹھا تب گڈاکیش ۔ سُن کر مدھر امر سندیش

بھبھک اُٹھا کنتی کا لال ۔ کر کے دونوں آنکھیں لال لال
گوروجن میں سبھی جھکا ۔ بڑھ گانڈیو کو لیا اُٹھا
بکھرے بان لئے سنبھال ۔ نوبت باج اُٹھی تت کال
دیودت کا سُن سنگیت ۔ کوروسبھا ہوئی بھے بھیت
پانڈوں کے من ہوئے ابھئے ۔ بولے کرشن چندر کی جے
تبھی بولا ہے مہاراج ۔ دھرم راج کا ہوگا راج
ایسا مجھکو ہوا پرتیت ۔ نرنارائن کی ہے جیت
گونجا پرتی دل میں یہ گان !
جے جے بھگتوں کے بھگوان

بھگت سورداس کی فریاد
کرشن کنہیا کے دربار میں

از
شری فتح چند نسیم

کنہیا میں ازبس گنہگار ہوں ۔ ریاکار ہوں اور خطا کار ہوں
میں پاپوں میں دن رات اُلجھا رہا ۔ تیری بارگہ میں نگوں سار ہوں
نہیں آنکھ اُٹھتی تیرے روبرو ۔ بہت منفعل ہوں بہت خوار ہوں
کنہیا! میں ازبس گنہ گار ہوں
زبوں بختی خود سے ناچار ہوں

تیری بندگی ہو ہمیشہ عزیز ۔ بدی اور نیکی کی رکھوں تمیز
عقیدت تیری دل میں بستی رہے ۔ نہیں اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز
مجھے گیان اور دھیان تو دان دے ۔ انہی نعمتوں کا طلبگار ہوں
کنہیا میں ازبس گنہ گار ہوں
میں باطل کے ہاتھوں دل افگار ہوں

رہے سر میں سودا ہمیشہ ترا ۔ رہے میری آنکھوں میں تو ہی بسا
تیرے نام کی مالا جپتا رہوں ۔ میرے من کے مندر کے اے دیوتا
نہ تحسین دولت کا بھوکا ہوں میں ۔ میں ان جھوٹی باتوں سے بیزار ہوں
کنہیا میں ازبس گنہ گار ہوں
دیا کی درشٹی کا حقدار ہوں

خطوط گنجینۂ معرفت

از حکیم بودھ راج جی کرنال

راقم نے اپنے کلام کا مجموعہ کتاب "کلام مضطر"، شریمان حکیم بودھ راج صاحب کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حکیم صاحب کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے روحانی خطوط کا ایک ایسا سلسلہ جاری کر دیا۔ کہ جسے روحانی دُنیا سے تعلق رکھنے والا انسان پسند کرے گا۔ خطوط کیا ہیں۔ گویا گلستانِ روحانیت کے سدا بہار پھول ہیں کہ جن کی خوشبو اور رنگینی سے دل و دماغ کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان اپنے آپ کو بحرِ نور و سرور میں تیرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اِن خطوط میں پہلا خط تو "کلام مضطر" کے متعلق ہے۔ اور باقی کے تمام خطوط بلند پایہ روحانی خیالات کا بے نظیر مجموعہ ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ فرما کر سرور سرمدی حاصل کیجئے۔

مضطر

پہلا خط۔ جو "کلام مضطر" کے متعلق ہے۔ میرے مضطر جی سے

دانشاں شاداں رہو دوراں کے سایہ تلے
ہر زماں یکساں رہو دوراں کے سایہ تلے

دیگر سے
یہ عالم ہے نقشہ میرے حسن کا
جدھر دیکھتا ہوں ادھر آپ کو

تمہارا گلستانِ معانی ہزارہا بوقلموں گُل ہائے معرفت سبحانی۔ حقیقت یزدانی۔ خود شناسی حقانی، در تعریف و توصیف پیر دستگیر و رموز اسرار پنہانی و درِ راز گلشن دو جہانی۔ پاک و صاف شستہ از بوئے نفسانی و اصناف رنگ ہائے و خوشبو ہائے۔ دانش۔ ترک۔ تجرید۔ آزادی روحانی کا میری طائر قدسی مدراک کا آئینہ بنا۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک

بودھ۔ کرنال۔ ۲۸ جون سنہ ۶۰ء

خط نمبر ۱

میرے مضطر جی!.... آج ۲۹ جون سنہ ۱۹۶۰ء بدھوار کا روز ہے۔ بادل آسمان پر چھائے ہوئے ہیں۔ دھوپ در نقاب ہے۔ اور گاہ بگاہ اپنی زیارت دے کر شائقین کو روشن بناتی ہے۔ آئینہ ساعت نمانے ۹ بجکر ۲۵ منٹ کا وقت بتایا۔ قلبِ بحرِ زخار سے معرفت اور حقیقت و عشق ربی کے امواج و حباب اُبھرنے لگے اُچھلنے لگے۔ اندرون و بیرون وہی ذاتِ محیطِ کل ہے۔ بلکہ عین کُل وہ بحر وحدت سے سر نکال گوناگوں نمودات اسماء سے موسوم و انواع ملابس صفات سے موصوف و ملبوس بازار کثرت میں آکر۔ کہیں گل کہیں خار۔ کہیں نور میں کہیں نار۔ کہیں گلخن کہیں گلزار۔ کہیں صحرا کہیں بازار۔ کہیں عاشق کہیں دیدار۔ کہیں سودا کہیں خریدار کہیں لیل کہیں نہار۔ کہیں منظور کہیں نظارہ، کہیں دیوانہ، کہیں ہوشیار۔ کہیں دشمن کہیں یار۔ کہیں جامہ کہیں دستار۔ کہیں مائل کہیں بیزار۔ کہیں مفلس کہیں زردار۔ کہیں بے شرم کہیں شرمسار۔ کہیں کافر کہیں دیندار

کہیں تاجدار۔ کہیں باجگذار۔ کہیں بندہ کہیں کردگار۔ کہیں بے نام کہیں نام دار۔ کہیں زمین کہیں اشجار کہیں کوہ کہیں دیار۔ کہیں ہموار کہیں ناہموار۔ کہیں خشک کہیں تمردار۔ کہیں خوش خلق کہیں بدکردار۔ کہیں پنہاں کہیں نمودار۔ کہیں قطرہ کہیں بحرِ ذخار۔ کہیں ذرہ۔ کہیں خورشیدِ انوار۔ کہیں برگ کہیں بار۔ کہیں صحیح۔ کہیں بیمار۔ کہیں رشتہ کہیں تار۔ کہیں سوسن کہیں گلنار۔ کہیں لالہ کہیں ہزار۔ کہیں مخفی کہیں اظہار کہیں سمیع کہیں گفتار۔ ہو رہی ہے۔

خدا کو ڈھونڈتے ہی جاتا۔ اگر مجھ سے جدا ہوتا - جدا ہوتا اگر مجھ سے تو پھر وہ کیا خدا ہوتا۔

الراقم - بودھ

میرے مضطر جی۔ آج ۳۰ جون سنہ ۱۹۶۰ء دیروار کا روز روشن ہے۔ آفتابِ عالم تاب بے نقاب بر سطحِ آسمان مقیم ہے۔ اور عین درمیان نہ صبح نہ شام۔ نہ آغاز نہ انجام۔ نہ سرورِ آلام۔ نہ فکر نہ اوہام نہ آبادی نہ ویران۔ نہ دوست نہ دشمن جان۔ نہ اپنا نہ بیگانہ کا نشان نہ قربِ دلبود کا پیام، نہ شہر نہ صحرائے بیابان۔ نہ تاریکی نہ شمعِ سوزاں ...... عین سے

سماں دوپہر ماہ تھا جون کا		جگہ کی جو پوچھو تو خط استوا
تمازت نے لو کی دیا سب جلا		حرارت سے تھا ریگ بھی بھونتا
بدن موم ساں تھا پگھلتا پڑا		پہ لب سے تھا خندہ پڑ دیا ہوا

کہ گرمی کی بھی جان میں ہی تو ہوں
عناصر کے بھی پران میں ہی تو ہوں

بیابان تنہائی و دق غضب		ادھر معدہ خالی ادھر خشک لب
اٹھائی نگاہ سامنے اے عجب		لڑی آنکھ اک شیر غراں سے تب
یہ تیزی سے گھورا گیا شیر جب		جلال جمالی تھا چتون میں اب

کہ شیروں کی بھی جان میں ہی تو ہوں
سبھی خلق کے پران میں ہی تو ہوں

میرے مضطر جی! یہ عارفانِ صادق و محققانِ واثق و درویشانِ راسخ و سالکانِ برحق کی قلبی حالت ہے الٰہ کسی کی قسمت بنائے۔

الراقم مفہوم

خط نمبر ۳

میرے مضطر جی۔ آج یکم جولائی سنہ ۱۹۶۰ء ہے اور شکروار کا روز۔ مہرِ انور فروزاں و تاباں ہے۔ دہانِ مشرق سے سر نکال عین وسط میں آپہنچا ہے۔ اپنی مہر اور لطف نظری کا نمونہ ہر کس ذی روح و غیر ذی روح انس طیر و حوش و زند پرند چرند گدا و شاہ کو یکساں دکھا رہا ہے۔ اور اپنی محولت کا ثمرہ چشمانِ بصیرت و معرفت کو کھول دل سے دے کر یہ جتلا رہا ہے۔ کہ

سے غنچۂ توحید کا ہے گل کھلا سب دیکھ لو — ہے تماشہ بے چگوں کے لیے حیراں سب دیکھ لو
ہستِ مطلق کا ظہور ہے یہ عالم سربسر — پردہ غفلت کا اٹھا کر برملا سب دیکھ لو
علم ہے کل کا مکین اور منتظم واحد میاں — علم ہے ایوان میں جلوہ نما سب دیکھ لو
ایک کی گنتی ہے دس سے اربوں لاکھوں تک عیاں — اپنے دل میں آپ ہی لیکھا لگا کر دیکھ لو
ہے خلو حرکت سے پُر حرکت حرارت کی پناہ — وہ حرارت عرق ہو پانی بہا سب دیکھ لو
منجمد ہو آپ پھیلا خاک کی صورت میں آ — خاک پر ہے گل ظہورہ رُو نما سب دیکھ لو
جسم و انفاس و نواطق ہم دماغ و دل حواس — مادۂ عنصر کا ہے نقشہ بنا سب دیکھ لو
ایک ہی مادہ سے ہے بے جان اور باجان خلق — خاتم دونوں کا مادہ ہیں ہوا سب دیکھ لو
خاک پر رہتے ہیں سب اور ہوا سے جیتے ہیں سب — سب کے سر پر نیلگوں خیمہ تنا سب دیکھ لو
ایک ہی خورشید ہے اور ایک ہی ہے ماہتاب — ایک ہی پانی طراوت سے بھرا سب دیکھ لو
سب کا سب سے ہے علاقہ سب کا سب سے اتحاد — سب کوئی ہے ایک جا آکر لیا سب دیکھ لو
ایک ہی آغاز ہے اور ایک ہی انجام ہے — درمیاں بھی گذرا سب کا ایک سا سب دیکھ لو
آپ جیسا آپ ہے ہر فردِ کثرت گاہ میں — ہے عیاں وحدت کا حلیہ جابجا سب دیکھ لو
ذاتِ کل کی ایک ہے ترکیب سب کی ایک ہے — ایک جیسی ابتدا اور انتہا سب دیکھ لو
عین کہتے ہو جسے وہ درحقیقت عین ہے — نقطۂ موہوم کو سر سے اٹھا سب دیکھ لو
غیر تھا ہوگا نہ ہے ثانی سراپا عین ہے — ذاتِ یکتا آپ ہے جلوہ نما سب دیکھ لو
مضطرؔ مفہوم ثانی اور باقی آپ ہے — چشم حیرت وا ہوئی ہے جابجا سب دیکھ لو

خط نمبر ۴

میرے مضطر جی۔ آج ۲ جولائی ۱۹۶۰ء کا روز ہے۔ خورشید انوار در نقاب ابر ہے۔ باوجود ساری شب بستر استراحت پر خواب گراں تھی۔ بیدار ہوئی ہے اور اپنی زبان حال سے کہتی ہے کہ ؎

آنا صبا کا ٹھیک ٹھیک لانا پیام یار ہے — ٹک آنکھ کب لگنے لگی تیر نگاہ تیار ہے
ہوش و خرد سے اتفاقاً آنکھ گرد و چار ہے — پھر یاد کی چھیڑ چھاڑ خانی کا گرم بازار ہے
معلوم ہوتا ہے ہمیں مطلب کا ہم سے پیار ہے — سختی سے کیوں چھپتے ہو دل کیا یوں ہمیں انکار ہے
لکھنے کی نے پڑھنے کی فرصت کام کی نے کاج کی — ہم کو نکما کر دیا جو آپ تو بیکار ہے
پہرہ محبت کا جو آئے ہم بغل ہوتا ہے وہ — غصہ طبیعت کا نکالوں روبرو دلدار ہے
سونے پہ خاطر خواب میں جاگے یہ خاک آب سے — ہنسنے میں ہنس ملتا ہے وہ مل رونا تو بُو بار ہے
گہ برق وش خنداں بنا گہ ابر تر گریاں بنا — ہر صورت و ہر رنگ میں پیدا اُسے عیار ہے
دولت غنیمت جان در وشش کی مت کھو اسے — مال و متاع گھر بار زر صدقے مبارک تار ہے

خط نمبر ۴

منظور نا لائق کو ہوتا ہے علاج درد عشق!
کیا انتظار و کیا مصیبت کیا بلا کیا خار دشت
دولت نہیں طاقت نہیں تعلیم نے تکریم نے
عمروں کی امیدیں اُڑا چھوٹی بڑی سب خواہشیں
منصور سے پوچھا کسی نے کوچۂ جاناں کی راہ
اس جسم سے جاں کود کر دریائے وحدت میں پڑی
تشریف لاتا ہے جنوں چشم و سر و دل فرش راہ
بلا چھوٹا اس جسم سے سر سے ٹلی اپنی بلا
یہ جسم و جاں نوکر کوئے ٹھیکیدار کا بھر دیا

جب عشق ہی معشوق ہو کیا صحت ہیں بیمار ہے
شعلہ مبارک جب بھڑک اٹھا تو سب گلنار ہے
شاہ غنی کو تو فقط عرفان حق درکار ہے
دیدار کا پایا مزہ جب اُڑ گئی دیوار ہے
کھُب صاف دل میں راہ بتلائی زبان دار ہے
کر لیں یہ پوچھا جا تو وہ پڑا مُردار ہے
پہلو میں مت رکھتا خرد کو راہ یہ بدکار ہے
ویلکم لے تیغ خوں چکاں کیا مرگ لذت دار ہے
تو جان تیرا کلام لے کیا ہم کو ان سے کار ہے

میرے مضطر جی۔ بادِ صبا کے پیغام اور پیام بے خود اور محو سا بنا رہے ہیں۔ خدا جانے کونسا؟ کیسا؟ اور کس طرح کا؟ سرور ہے۔ جو قلم اور کلام کو یارا نہیں۔

مفہوم

خط نمبر ۵

میرے مضطر جی۔ آج ۳ جولائی ۱۹۶۰ء اور روی وار یعنی اتوار ہے شمس تاباں بے حجاب و بے نقاب اظہر من الشمس بر تبریز ہے۔ تیز اور نورانی چشمان سے ہر کس و ناکس کو منور اور درخشاں بنا رکھا ہے تاریکی و نار شب کا نام غیبت و نابود کر رکھا ہے اور اپنی زبانِ حالی سے چشم بینا معرفت و حقیقت کو کہتا ہے۔ سہ

اے طالبان اے طالبان من باشما ہر جاستم
این دوری و مہجوریم از دیدۂ نا بیناستم
با حسن خود و ربا فتم من نزد عشق عاشقی
گاہے نیاز ایمان من گر بے نیازی شان من
ہم صورت ناسوتیم ہم معنیٔ لاہوتیم
بر عکس رسم این جہان در پردہ بے با شما عیاں

ہم جلوہ گر در دیدہ ہا ہم مضطر دلہا ستم
ور نیستیم خود با شما دریا و موج آساستم
ہم لیلی و مجنوں ستم ہم وامق و عذراستم
این ہر دو سے زید بین ہم بندہ و مولاستم
پنہاں تراز تنہا دہم پیدا تراز پیداستم
چنداں کہ بے پردہ شدم اندر پردہ اخفاستم

میرے مضطر جی۔ آپ کا مرقعہ ملبوس از لباس حسن و خوبی میری حیرت نما دیدوں کا سر چشمہ بنا۔ غواصی ہیں۔ بغیرت۔ دوئی۔ بیگانگت ڈھونڈھنے پر بھی ہاتھ نہ لگی۔

مفہوم

(باقی پھر)

یوگ وِدّیا

از

سوامی گیانانند جی بان پرستی
رام دھام ہری دوار

سانکھ اور یوگ درشن کی وِدیاؤں کا ہٹ یوگ سمبندھی وِدیا سے سمبندھ

ماہ جولائی و نومبر ۱۹۵۸ء کے رسالہ "ادم" میں سرشٹی کرم بمطابق پاتنجل یوگ اور کھٹ درشنوں کا آپس میں سمبندھ بتلایا جا چکا ہے۔ مگر یہ اتنی دیر کی بات ہے۔ کہ ممکن ہے ہمارے پریمی پاٹھک اُسے اپنی یادداشت سے گرا چکے ہوں۔ اسلئے مختصر سے اس کا ذکر کر دیا جائے گا۔ یوگ وِدّیا ایک وسیع مضمون ہے یہاں تک کہ کوئی دھرم خواہ کسی بھی دیش یا جاتی کا ہو اس کے سِدھانتوں کو اپنائے بغیر ایک پھیکا پکوان ہی ہے۔ عام فہم لوگ یوگ وِدیا کو مختلف شاخوں میں تقسیم شدہ تصور کرتے ہیں مگر یہ غلط بات ہے۔ ایشور ایک ہے تو اُس کے سروپ دو نہیں ہو سکتے، جنہوں نے ایشور کو دیکھا ہے۔ ایشور کا ساکشاتکار کیا ہے۔ اُن کا ایشور کے دیکھنے کا ویاکھیان ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس کے درشن کرنے کا سادھن بھی ایک ہو سکتا ہے۔ اسی نیائے سے شرتی، سمرتی اور وید انوکول شاستر اُس کا ایک ہی سروپ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور وید انویائی مہاتماؤں، تتو ویتاؤں نے اپنی اپنی بانیوں میں اس کی تصدیق کی ہے۔
کیونکہ وید شروتی گیان۔ ایشوری گیان ہے، سرشٹی کی ابتدا سے ہی چلا آیا ہے۔ اور ایسا ہی رہے گا۔ ہندو سنسکرتی میں ہر ایک بنیادی کاریہ دھرم کے ساتھ سمبندھت ہے۔ اور ہر ایک دھرم کاریہ میں خواہ یہ وِدیا ادھین ہو۔ یا یگیوپویت سنسکار ہو یا وِواہ پدھتی ہو معقول شریک کر لئے گئے ہیں، منتر سہت اُن کی پورتی کے لئے ضروری ہیں۔ اور وید وہت جتنے بھی کاریہ ہیں اُن میں پرانایام اور دیگر یم، نیم آدی کا پالن بھی ضروری ہے کسی دیوی یا دیوتا کے نام کا اُچارن جپ آدی اور دھیان بھی ضروری ہے۔ یہ بتلانے کی غرض یوں ہے۔ کہ "یوگ" شبد سمگر کرم مارگ کو سوچت کرتا ہے جو کہ برہمچریہ آشرم میں سوادھیائے آدی سے چل کر گرہست آشرم میں وید وہت کامیہ۔ نت نیمت کرموں کو کرتے ہوئے اور دنیا کے بھوگوں سے جائز طور سے سیر ہوتے ہوئے یوگی بان پرست آشرم میں کیول ادھیاتم کرم کو اپنا کر اُس کے اختتام کو دھرم میگھ سمادھی میں پہنچاتا ہے اور سنیاس کا اور موکش (اپ ورگ) کا حقدار بنتا ہے۔ اس یوگ مارگ پر چلتے چلتے اُسے یوگ وِدیا کے تمام انگوں کو سیکھنے اور عمل میں لانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیول منتر اُچارن سے ہی یگیہ سمپورن نہیں ہوتے کیول دھیان سے ہی کاریہ ادھینہ نہیں ہو سکتا ہے۔ دھارنا بنانے کے لئے مورتی اور پوجا ادیہ پدار کی ضرورت ہے۔ کیول پرانایام یا آسن سے ہی مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے رشیوں نے ہماری دھرم شاستر کی کرم پدھتی میں ان تمام شاخاؤں کے اصول کو شامل کر دیا اور چونکہ ان سدھانتوں کی جانکاری کی ضرورت بھی اسلئے ان تمام شاخاؤں کا وِستار پوروک، الگ الگ پشتکوں میں ترنیہ کر دیا۔ کم فہم لوگوں نے ان کو الگ

الگ مارگ ایشور پراپتی کے مان لیا۔ مزید یہ کہ کئی مہاتماؤں نے جس آتما سے ایشور کی پراپتی کی انہوں اسی کو پردھان مان کر الگ سمپردائے قائم کر دیا ہے۔ کئی مہاتماؤں نے جس ادھیاتمک اوستھا کو پراپت کیا بس اسی کو بھگوان کا سروپ مان کر ایک نیا دھرم قائم کر دیا۔ الغرض الگ الگ مہاتماؤں کے انوبھو۔ اپلبھدی اور اوستھا بھید سے الگ الگ مارگ اور سمپردائے ستھاپت کر دیئے اور بھارت ورش کی ادھیاتمک تقسیم کا باعث ہو کر انہیں میں اس کی سیاسی تقسیم کا موجب ہوئے۔ لہذا اب ہم سرشٹی کرم (تخلیق عالم Creation) اور لے کرم (تحلیل عالم Dissolution) کو ہر ایک شاخ یوگ سائنس سے لے کر یہ بتلائیں گے۔ کہ ان میں درحقیقت کوئی فرق نہیں ہے۔ جو فرق نظر آتا ہے وہ ان الگ شاخوں Branches of Knowledge کے کشیتر یعنی فیلڈ Field میں فرق ہونے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہ سب ایک ہی قانونِ قدرت کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں۔

اول :- کھٹ درشنوں کی وچار دھارا سے انسان پہلے "اہیم آتما شریرم" ادہنفات "میں شریر ہوں" کہہ کر چارواک سدھانت کا پیرو کار بنتا ہے۔ اپنے جسم خاکی کو اپنی آتما یعنی روح تصور کر کے اس کے ہی پالن پوشن میں لگا رہتا ہے جب اس کی عقل میں نیائے شاستر اور ویشیشک شاستر کی تعلیم سے اضافہ ہو جاتا ہے تو وہ "اہیم آتما انتہ کرنم" ادہنفات "میں انتہ کرن ہوں" ماننا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے بعد سانکھیہ اور یوگ کا درجہ آتا ہے جس کی رو سے انسان اپنے آپ کو اپنے "انتہ کرن" अन्त:करण (قلب اندرونی) کے ساتھ پہچاننے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ سانکھیہ کی تعلیم سے یہ نتیجہ ہو جاتا ہے۔ کہ میں بدھی نہیں ہوں اور پاتنجل یوگ سوتر میں بیان کردہ عملی اصولوں پر عمل کرنے سے اس بات کی تصدیق سادھک خود کر لیتا ہے کہ "میں پرش ہوں" "اہم آتما پرشا"۔ اس وقت اس کے شریرک حرکات پرائے دنیاوی جاگرتک ویوہار یعنی دنیاوی کاروبار حذف ہو جاتے ہیں۔ وہ محض اپنے قلبی شاسن یعنی ادھیاتم کرم میں مشغول رہتا ہے جس سے اس کے چت میں نصب شدہ ہزاروں اور کروڑوں جنموں کے سنچت سنسکاروں کا خاتمہ ہو کر چت اپنے انتم سنسکار کے ساتھ اپنے پردھان کارن پردھان (ادیکت سامیہ اوستھا یعنی مولا پرکرتی) میں لے ہو جاتا ہے اور یوگی سمپرگیات کی چاروں اوستھا کو عبور کر کے اودیا روپی ست، رج، تم گنمئی تروینی ندی سے پار ہو جاتا ہے۔ اور سنیاس آشرم کا ادھیکاری۔ کیولیہ موکش۔ اسمپرگیات نربیج سمادھی پراپت کرتا ہے۔ جنم مرن سے رہت ہو جاتا ہے۔ نشٹھ برہم ستہ وستو میں ادہنفات اپنے سروپ میں مقیم ہوتا ہے تب وہ "میں برہم ہوں" "اہیم آتما برہم"، "شوہم"، "میں شو روپ ہوں" آدی شبد او چارن کا مستحق ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں۔ یہ ہے سدھانتک وچار دھارا ادہنفات Thoritical basis اس کو ہم نے مندرجہ ذیل طرز سے دکھلایا ہے۔ پہلے لے کرم ادہنفات تحلیل عالم کو درج کیا جاتا ہے۔

(۱) وادرشنک سدھانتک بنیاد { اہیم آتما شریرم ← اہیم آتما انتہ کرنم ← اہیم آتما پرشا ← اہم آتما برہم
بحوالہ چارواک شاستر — بحوالہ نیائے ویشیشک شاستر — بحوالہ سانکھیہ و یوگ شاستر — بحوالہ ویدانت برہم سوتر

(۲) سمادھیوں کے نام جن کے دوارا یوگی مذکورہ بالا انتم اوستھا کو پراپت کرتا ہے ← ستھول بیوکشتم سادھی ← کرن گراہیہ اور آہنگ گراہیہ ← اسم پرگیات وہرم میگھ سمادھی

دوارا

[دشیش گن پرو ← ادی ستیش گن پرو ← [لنگ ↑ اگن پرو

(۳) یوگ سوتر میں اِن کوٹیوں کی تقسیم۔ ترچیت चित्त کوٹی ← चित्त چیت کوٹی ← چیتنیہ کوٹی ← چینی کوٹی

چیت کوٹی میں من اندریوں کی سٹر پر حکومت ہوتی ہے۔ اور چیت کوٹی میں بدھی انتہ کرن کے تابع بدھی پردھان ہے۔ اور چیتنیہ کی کوٹی میں بدھی نردودھ مکتی ہوکر ایشور سے ایکتا پراپت کرکے ایشور روپ ہو جاتی ہے اور اس سے اوپر کیول اودیا روپی آورن کو دور کرکے برہم روپ میں اوستھتہ یوگی ہوتا ہے، تمام مذاہب کے عامل ایسی دیچار دھارا کے تابع ایسی قسم کے ابھیاس سے انہیں اوستھاؤں میں سے چیت (قلب اندرونی) کو گذار کر عقل کل (ایک بدھی) کا درجہ پاتے ہیں۔ اور سروگیہ اور سروشکتیمان (قادر مطلق) بن جاتے ہیں۔ اور کوئی دوسرا راستہ اس کے پانے کا نہیں ہے۔

ہٹ یوگ ستھول شریر اور پران کرپا پردھان۔ یوگ ودیا کی شاکھا ہے۔ اور پاتنجل یوگ درشن میں بیان کردہ سادھن۔ چیت کلاؤں کی پردھانتا کو لے کر سادھن پرنالی کی تشریح کرتا ہے۔ آپ ادھین کرچکے ہیں۔ کہ جن کا چیت اُتم ستمتی کا ہوتا ہے یعنی دڑہ۔ ویراگ بلت، شانت اور سادھن سے متیکت ان کو چیت سمادھیوں دوارا آتم ساکشا تکار کرکے اسم پرگیات۔ پراپتی کا اپدیش پاتنجل یوگ درشن پہلے پاد ادنفات سمادھی پاد میں دیتا ہے۔ جن کے چیت میں ابھی شانتی پراپت نہیں ہوئی۔ یعنی یم نیم آدی بھوگ واسنائیں ابھی ستا رہی ہیں انکو کریا یوگ ادنفات تپ سوادھیائے۔ ایشور پردھان کا نسخہ ادنفات اُپدیش دیا گیا ہے۔ مختصر سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ اتم ادھیکاریوں کے لئے پاتنجل یوگ کا اُپدیش یم نیم سمیت دھارنا دھیان سمادھی کے ذریعہ ایشور پراپتی کا سادھن بتلایا گیا ہے، مگر مند ادھیکاریوں کے لئے جن کے اندر ابھی ستھول اور ستھول شریر سمبندھی بگھن موجود ہیں انہیں کو آسن پرانایام آدی سے چیت کی چنچلتا کو مند کرکے دھارنا دھیان سمادھی کے راستہ پر چلنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ یہ لکھا ہی ہے کہ ایسی ستھتی میں ہٹھ یوگ کے بغیر راج یوگ سدھ اور راج یوگ کے بغیر ہٹھ یوگ کی سدھی نہیں ہوتی ہے

हठं बिना राज योगो राज योगं बिना हठ: न सिद्धियति
ततो युग्ममानिष्पत्ते: समभ्यसेत् ॥

اب ہم سرشٹی کرم (یعنی تخلیق عالم ادنفات cosmic creation کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ بموجب پاتنجل یوگ سوتر یہ سرشٹی کرم نئے کرم مذکورہ بالا کا اُلٹ ہی تو ہے۔ کیونکہ یہ بات بادلیل ہے کہ انسان یا کل عالم پنڈ یا برہمانڈ) جس نیچے کے درجے سے اٹھ کر اوپر کی آخری منزل پر پہونچتا ہے تو وہ آد میں یعنی ابتدا میں اُس اوپر کی منزل سے اسی راستے پر سے اترا یعنی اسی زینے سے اترا ہوگا جس زینے سے وہ

اب اوپر چڑھنا ہے۔ اوپر چڑھنے کا راستہ اور نیچے اترنے کا راستہ بالمقابل مندرجہ ذیل ہیں:

اول تے کرم — चैत्य کوٹی चित्त کوٹی — चैतन्य کوٹی चिति: کوٹی चित्
معقول سوکشم — کرن گراہیہ — آہنگ گراہیہ — سنکلپا آبھاد — آگم پیگیات — نروان موکش
دوم سرشٹی کرم — चित् شدھ برہم — चिति: برہماسنکلپ — चैतन्य سرشٹی کرنا
चित् آہنکار — चैत्य جگت

شدھ برہم चित् سے اسمات گن سنچار ہوکر برہم ہی (ویدانت کے الجھن ممنتو یادان کارن کے سدھانتا نوسار) پولنگ برہما اوتھات ردپ شکتی بن جاتا ہے اور پھر "ایکو ہم بہو سیام" کا سنکلپ کرکے مہتتو۔ چتین سرشٹی کرتا ایک جیو ویراٹ کا سروپ دھارن کرتا ہے جس کو منڈکو اپنشد ۲/۱/۴ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

अग्निर्मूर्धा चक्षुषी चन्द्रसूर्यौ दिशः श्रोत्रे वाग्विवृताश्च वेदाः ।
वायुः प्राणो हृदयं विश्वमस्य पद्भ्यां पृथिवी ह्येष सर्वभूतान्तरात्मा ॥

ترجمہ:۔ اگنی اس پرمیشور کا مستک ہے۔ چندرماں اور سوریہ دونوں نیتر ہیں۔ سب دشائیں دونوں کان نیتر ہیں۔ سب دشائیں دونوں کان ہیں۔ اور پرگٹ ہوئے وید اس کی بانی ہے۔ وایو اس کا پران ہے اور سمپورن وشو اس کا ہردیہ ہے۔ یہی سمپورن پرانیوں کا انتر آتما ہے۔

چھندوگیہ اپنشد ۵/۱۸ میں راجہ اشوپتی وششٹھ کے آتما روپ ویراٹ پرش نے ... ویشوانر کا یوں اپدیش کرتے ہیں۔

"तस्य ह वा एतस्यात्मनो वैश्वानरस्य मूर्धैव सुतेजाश्चक्षुर्विश्वरूपः प्राणः
पृथग्वर्त्मात्मा संदेहो बहुलो बस्तिरेव रयिः पृथिव्येव पादावुर एव
वेदिर्लोमानि बर्हिर्हृदयं गार्हपत्यो मनोऽन्वाहार्यपचन आस्यमाहवनीयः ॥"

ترجمہ:۔ اس اس وشو کے آتما ویشوانر کا دیولوک مستک ہے۔ سوریہ نیتر ہے، وایو پران ہے۔ آکاش شریر کا مدھیہ بھاگ ہے جل بستی ستھان ہے۔ پرتھوی دونوں چرن ہیں، ویدی وکشھ ستھل ہے۔ دربھ لوم ہے گارہپتیہ اگنی ہردیہ ہے۔ انواہاریہ پچن اگنی من ہے۔ اور آہونی اگنی مکھ ہے"

اس ایک جیو نامی سرشٹی کرتا میں سرو برہمانڈ شامل ہے یہ اسی پربرہم کا معقول بھاد ہے جو سنکلپ "ایکو ہم بہو سیام" کے جز "ایکو ہم" کو واضح کرتا ہے اور اس ایک جیو سے پھر بمطابق جز "بہو سیام" انیک پرکار کے جیو یونی اتپن ہوتے ہیں۔ ویدانت انوسار پربرہم کی شکتی اور بھگوت گیتا انوساد مول پرکرتی معقول بھاد کے ساتھ سنیکت ہوکر ہی سرشٹی رچنا کا کاریہ کرسکتی ہے یہ قادر قدرت پرمیشور کا اصول یعنی نیم ہے۔ جب اس شکتی کا سینچار اوتھات اول پرولشن۔ دیولوک برہم لوک میں

ہوتا ہے اور بعد میں فورنا ودّیت لوک ۔ جنیدرلوک اور سوریہ لوک اور دیگر لوکوں اور تمام برہمانڈ میں دستررت ہو جاتا ہے ۔ تب اسی شکتی کو ہٹ یوگ کی وہ سمست "وِشو" نرمروپ ہے، سمست دیوں سے ابھن (الامتیز) ہے ۔ اسی کے ستیا نگ اور انہیں مُکھ کہے گئے ہیں ۔ یہ اس کے اپلچھدی کے دولو ہیں ۔ سشبد آدی ستھول وشیوں کو بھوگتا ہے ۔ اسے ستھول بھوگ" کہا جاتا ہے ۔ اونکار کا پہلا پاد ۹ ماترا روپ ہے" (بحوالہ منڈوک اُپنشد شنکر بھاشیہ)

اب سوال (شنکا) اٹھتا ہے کہ انسان کے ستھول شریر کے اندر اس شکتی کا سنچار کیسے ہوتا ہے کونسی ودّیا یا یُکتی کھوکر ادھیاتم ودّیا کی کونسی شاکھا اس مسئلے کو حل کرتی ہے ؟ یعنی یہ مسئلہ کس کے دائرے کے اندر شامل ہے ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ ستھول شریر سمبندھی عملی ادھیاتمک ودّیا ۔ ہٹ یوگ نامی شاکھا کا مضمون ہے لہٰذا اس ودّیا کے شاستروں کے ورق اُلٹنے کی ضرورت ہے ۔ جس طرز سے مہاں کنڈلنی شکتی وشو روپی برہمانڈ میں سنچار کرتی ہے ضرور اسی نیم انوسار پیدا ہونے والے بچے کے ستھول شریر میں اس کا سنچار ہوتا ہو گا ۔ کیونکہ قادرِ قدرت کے قوانین بڑے سے لے کر چھوٹے اَنُو تک یکساں طور سے عمل میں لائے جاتے ہیں ۔ کسی کی رو ۔ رعایت نہیں کی جاتی ۔ بچہ کی ولادت کے دوران بچہ کے ستھول شریر میں کنڈلینی شکتی کا سنچار بھی سہسرار یعنی دماغ پر BRAIN میں پہلے ہوتا ہے ٹھیک جیسے برہمانڈ میں مہاں کنڈلینی کا سنچار پہلے برہم لوک سے شروع ہوتا ہے ۔ یہیں برہمانڈ کی ناڑیوں کی علمیت نہیں ہے کیول وویک جنیہ گیانی ہی بتلا سکتے ہیں جنہوں نے "سوریہ سنیمات تری بھون گیانم" کی سدھی حاصل کی ہو ۔ یہ کنڈلینی شکتی سہسرار میں داخل ہونے کے بعد دیگر چکروں میں سے گذرتی ہوئی انت میں مولا دھار" چکر میں کنڈل مار کر سو جاتی ہے ۔ تجربہ ۔ یوگ کنڈلینی اُپنشد، تنتر شاستر آدی، کامشیر تنتر یوگ شکھیر اُپنشد گھیرنڈ سنگتا ۔ ہٹ یوگ پردیپکا ۔ وغیرہ پستکوں میں کنڈلینی شکتی کو بخوبی بیان کیا گیا ہے ۔ درشنوں کے نظریئے سے اور پاتنجل یوگ شاستر کے نظریے سے ہٹ یوگ سمبندھی کنڈلینی کا ورودھ نہیں ہے ۔ سب شاستر آپس میں سنگھٹت ہیں ۔ سب ویدیا تیں ویدوں سے ہی پرگٹ ہوئیں لہٰذا ورودھ کیسے ہو سکتا ہے ۔

سمشٹی سرشٹی (عالمِ کُل) Universe میں سنچار کرنے والی شکتی کو ہٹ یوگ کی اصطلاح میں مہاں کنڈلینی کہا گیا ہے ۔ اور اس کی ویشٹی او بیکتی (انفرادی ظہور) کو منش شریر میں کنڈلنی کا نام دیا گیا ہے ۔ سمشٹی کنڈلینی سمپورن جگت کو چلاتی ہے یعنی کُل عالم کی ناظم ہے ۔ اویکات (ناقابلِ نظر) ہے اور ویشٹی کنڈلینی جیو کے شریر کو چلاتی ہے ۔ اور ویکت کہلاتی ہے ۔ مہاں کنڈلینی جیو کے شریر کو چلاتی ہے اور ویکت کہلاتی ہے ۔ مہاں کنڈلینی پر برہم سروپ ہے

महाकुण्डलिनी प्रोक्ता परब्रह्म स्वरूपिणी

ستھول شریر میں اس کو کنڈلینی اس واسطے کہا گیا ہے کہ جس ناڑی میں یہ شکتی نواس کرتی ہے وہ وہ کنڈل والی ہے

कुण्डले अस्या: स्त: इति कुण्डलिनी "

اس کے دو کنڈل اِڑا اور پنگلا دونوں طرف واقع ہیں ۔ ان کے درمیان سے سشمنا ناڑی اور اس کے اندر

چیترنی ناڑی اور اُس کے اندر برہم ناڑی کا مارگ ہے۔ یہ کنڈلینی شکتی مولادھار چکر سے اوپر کی طرف سوادھشٹھان
منی پورک۔ اناہت۔ وشدھ۔ اور آگیا چکر سے گذرتی ہوئی سہسرار۔ اکل ستھان تک پہنچتی ہے۔
پرورشیں کرتے سمے یہی سہسرار سے نیچے کی جانب انہیں چکروں میں سے گذر کر مولادھار میں سوئی رہتی ہے

मुलाधारस्थ वह्णधात्मतेजो मध्ये वयवस्थिता ।

لہذا اب ناظرین کی واقفیت کے لئے کنڈلینی کے سہسرار سے نیچے اُترنے کے مارگ کی تشریح کرتے ہیں۔ وہ ہی ہٹ یوگ شاکھا میں سرشٹی کرم کہلاتا ہے جس سے جیو کو جیو بھاؤ پراپت ہوتا ہے۔ وہ یوں ہے

برہم سے جیو ہونے کی سائنس

سہسرار۔ اکل استھان ← آگیا چکر ← وشدھ ← اناہت ← منی پورک ← سوادھشٹھان ← مولادھار
داخل کنڈلینی (हं सः (सोऽहं) ॐ ...) ← ← { جیو کو جیو بھاؤ کی چیتنا پتال پر ہوتی ہے } ← ← کنڈلینی سوئی رہتی ہے
(اویکت شبد सोऽहं)
اویکت ناد کا ستھان ← ویکت ناد شکتی روپ ← اس سے آگے حروف کی پیدائش مختلف چکروں میں ہوئی

शब्द ब्रह्ममयी देवी एकानेकाक्षरा कृतिः ॥ اسی کا نام "شبد برہم" کہا گیا ہے

اب پرشن اُٹھتا ہے کہ برہم سے جیو کیسے بن گیا؟ کنڈلینی کا سنچار جب سہسرار چکر یعنی دماغ میں ہوتا ہے تو اس وقت تو برہم سروپ ہے اور آگیا چکر میں اُترنے پر وہ सोऽहं سروپ سامیہ اوستھا

जीवो ब्रह्मैव नापरः । ہے

اوستھا جیو برہم روپ ہی ہے۔ اس کے مطابق جو برہمانڈ میں ہے وہی پنڈ میں ہے جیسا کہ ہم اوپر ات میں ہی بتلا آئے ہیں۔ کنڈلینی شکتی ساتھ لے کر جیو اس دنیا کے سفر کے لئے ماتا کے گربھ میں آتا ہے پرا بھوگنے کے لئے نابینا پن بھی ساتھ لاتا ہے۔ گربھ میں ساتویں ماہ میں پرورش کرتا ہے اس سے پہلے وہ ا کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے۔ جیسے مالک مکان تعمیر ہونے تک اس کے قریب مکان بنتا دیکھتا رہتا ہے جب داخل ہوتا ہے تو اسی وقت کنڈلینی شکتی "سہسرار" میں اپنا مکھ استھان مقرر کر لیتی ہے۔ اور بعد میں کھٹ چکروں میں اور مختلف سب سوراخوں اور نگاہوں میں پران شکتی کے ہمراہ داخل ہوتی ہے۔ ا آخر میں سوئمبھو لنگ کے گرد ۳ ۱/۲ لپیٹوں میں لپٹ کر سو جاتی ہے، تمام جیو جاگرت، سوپن اور سشپتی اوستھا کو انوبھو کرتے ہیں۔ اور ترپا اوستھا کا گیان اور وہ گیان محض یوگیوں کو ہوتا ہے۔ ان تینوں میں کنڈلینی تیام "سامیہ اوستھا" (نشکریا inactive) میں ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ شریر دھارنا کا دیہہ ہوتا ہے۔ اویکت سوہنگ شبد सोऽहं ہی کنڈلینی کی سامیہ اوستھا ہے۔ اس سوہنگ شبد کی ابھولی آگیا چکر میں ہوتی ہے وہی سوہنگ شبد सोऽहं پران وایو کے سہارے سے انا چکر میں پہنچ کر اناہت چکر کی اول ماترکا (حرف اول) क का سہارا لے کر कोऽहं

کو ہنگ شبد میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ آگیا چکر کو انو بھو کرنے والا جیو آتم سروپ کو نہیں بھولتا
یہ پاتنجل یوگ سوتر انوسار آہنگ گراہیہ پر گیا۔ نروچار سمادھی کی اوستھا ہے، مگر دیگر لوگ اپنے کرم
آشیہ کلیشوں کے آدھین اس اوستھا کو بھولے ہوئے ہیں، نیچے اتر کر کئی قسم کے وسنیوں میں غلطاں ہو
کر وہ सोऽहं شبد کے بدلے कोऽहं کہنے لگتا ہے۔ اور ارد گرد کے لوگوں کی صحبت سے
اس کا گیان انتشار ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھول کر देहोऽहं "دیہو ہنگ" شبد کہنے لگتا ہے

اپنے آتما کو دیہہ یعنی ستھول شریر ارتھات "اہم آتما شریرم" مان لیتا ہے۔ اور دیہہ آتم
وادی देहात्म वादी بن جاتا ہے "अधः स्रोता वै जीवा:" اس پرمان کے
مطابق سہسرار سے نیچے اتر کر آتا ہے۔ اور آناہت سے منی پورک اور سوادھشٹھان اور انت میں
مولادھار میں آکر پران شکتی کے سہارے مکمل جیو بھاو کو اختیار کر لیتا ہے "اہم آتما برہم" یہاں کنڈلینی
سے "اہم آتما شریرم" چارواکی بن کر اس کے شریر کے پالن پوشن میں لگ جاتا ہے، تمام شریروں میں کو کنتھ
چیتی "ستیت اوستھا مولادھار نشیتہ کنڈلینی سرودیا یک ہے۔

ہمارے پریمی ناظرین کو اب ثابت ہو گیا کہ کھٹ درشنوں کے فلسفہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔
اور نہ ہی اس کے عملی جامہ اور اس کے نتائج میں کوئی ورودھتا ہے۔ پاتنجل یوگ درشن اسی کو "چیتی روپ
شکتی" کہتا ہے تو ہٹ یوگ یہاں کنڈلینی نام لیتا ہے کیونکہ یوگ شاستر کا دائرہ کشیتر चित से
चित्त تک سرشٹی کرم دکھلاتا ہے جو کہ سوکشم مانسک ستا ارتھات Subjective reality
ہے اور ہٹ یوگ کا دائرہ کھیان ستھول شریر کی سمبندھی اسی مانسک ستا کا پرینام یعنی objective reality تک
Subjective reality کے Reaction کو بتلاتا ہے۔ کہیں بھی کسی قسم
کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

جیو سے برہم بھاو کی پراپتی

پرلے کرم ہے۔ کسی طرح سے سرشٹی طبعی کو بڑھاتے رہنا۔ اپنے کارن میں لے ہوتی ہے
تو یہ پرلے اور یہاں پرلے کا ورنن ہے، مگر ہم تو جیو بھاو کا برہم بھاو میں لے کو بتانے لگے ہیں۔ یوگ
درشن یہی بتاتا ہے کہ اودیا سے ریتمبرا سادھک کس طرح ستھول سوکشم۔ گرہن گراہیہ اور آہنگ گراہیہ۔ چاروں
سمادھیوں کی سدھی سے اودیا دور کر کے اسمتا پرکیات روپی کیولیہ موکش کا ادھیکاری بنتا ہے۔ ماہ جولائی اور
نومبر ۱۹۵۸ء کے رسالوں میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اس مضمون کے شروع میں بھی اوپر مختصر سا اشارہ کیا
جا چکا ہے۔ مزید واقفیت کے لئے پاتنجل یوگ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اب ہٹ یوگ میں بیان کردہ
"ऊर्ध्व स्रोता वै देवा:" سدھانت کو لیا جاتا ہے
اس سدھانت کے مطابق سوئمبھو لنگ کو لپٹی ہوئی کنڈلینی کو جاگرت کر کے اوردھ گامی ہو کر جیو
دیو بھاو کو پراپت ہوتا ہے اور سوئم سوئمبھو بن جاتا ہے۔ ہٹ یوگ ستھول شریر کی پردھان پرانایام کی
دیا ہے۔ اسلئے کنڈلینی جاگرت کرنے کے سادھن میں کئی قسم کے پرانایام۔ پردھان شکتی چالن۔

جہاں مُدرا، جہاں بندھ۔ جہاں ویدھ۔ ویپریت کرنی مدرا وغیرہ وغیرہ کا صبح شام ابھیاس بنیم انوُسار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ شریرک کاریہ ہے۔ اس لئے گورو دوارا ہی تکمیل کو پہنچائی جاسکتی ہے۔

یہ کنڈلنی یعنی شکتی سہسرار میں پرکاش روُپ سے ستھت ہے۔ جیو کو جیو تو जीवत्व دینے کے لئے یہ شریر کے سوکشم سے اتی سوکشم سوراخوں میں پرویش کرکے سشومنا ناڑی سے بجر ناڑی اور اُس سے بھی اتی سوکشم چترنی ناڑی اور اُس سے بھی نہایت سوکشم برہم ناڑی میں سے ہوکر اُردھ گامنی ऊर्ध्वगामनी یعنی اُوپر کی طرف متحرک ہوتی ہے۔ جب پران اور اپان کا میل ہٹ یوگ کی کریاؤں سے ہوتا ہے تو یہ کنڈلنی خفیہ صورت کو چھوڑ کر ایک شیش ناگ کی طرح جاگرت ہوکر اُوپر کو اٹھتی ہے۔ اور مذکورہ تینوں ناڑیوں کے راستہ برہم ناڑی کے ذریعہ سہسرار میں پہنچتی ہے برہم ناڑی پرکاش مئے ہو جاتی ہے۔ اس ناڑی کو بوجہ لطیف ترین ہونے کے مری نال تنتو मृणाल तन्तु کی شہرت حاصل ہے۔ اس کو برہم دوار کہتے ہیں۔ پاتنجل یوگ درشن سوتر ۲۲/۱۷ میں اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ پرش چیت کا بھوگتا کیسے بنتا ہے۔ بھگوان وید ویاس اس کی تشریح کرتے ہیں کہ اوپکاری یعنی ویکار رہت چیتی चिति جو کہ بغیر متغیر ہے بھوگتا پرش کی شکتی کہلاتی ہے سے کرم میں یہ بدھی کی شکل میں تبدیل ہوکر نردوھ مکھی برتی یعنی بہی بدھی جتینی روُپ ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر برہم ستھت ہوتا ہے جس استھان کو پہاڑ کی گفا اور سمندر کی تہ سے بھی خفیہ مانا گیا ہے۔ یہ خفیہ ستھان ہی "برہم ناڑی" "مری نال تنتو" ہٹ یوگ میں پرسدھ ہے۔ اسی میں "برہم" ستھت ہے۔ جس یوگی کے پران برہم ناڑی دوارا سہسرار۔ اکل ستھان۔ گگن منڈل۔ برہم رندھر وغیرہ (یہ سب ایک کے ہی نام ہیں) نکلتے ہیں وہ سیدھا برہم لوک کو جاتا ہے۔ مرن جنم سے رہت ہو جاتا ہے۔ اب بتلائیے دونوں شاستروں میں کہاں

میں نام اور تذپ کے آشن سے ادتھات منتر اور دھیان کے آشن سے یوگی سمادھی کے اشفیں پدوں میں سے گذر کر انتم اوستھا پراپت کرتا ہے اس لیکھ میں وستار بھئے سے منتر یوگ اور لے یوگ آدی سمادھیوں کا اولیکھ نہیں کیا جاتا مگر سب میں سرشٹی کرم اور لے کرم ایک ہی ہے یہی سمجھ لینا چاہئیے۔ کنڈلنی یعنی شکتی کے جاگرت کرنے میں کھٹ چکروں کا وستار پورک بیان۔ ان کے بیج، شکل، دیوتا، شکتی اور استھان کا ذکر آتا ہے۔ اُن کا کاریہ۔ اُنکا دھیان۔ اور اُس میں پران آدی کے چڑھانے کی کریا بنات خود ہی اتنا بڑا مضمون ہے کہ اس کو اس موقع پر ناظرین کے سامنے نہیں لکھا جا سکتا۔ اس لیکھ کا کیول ایک مکھ ادویش یہ بتلانا ہے۔ کہ شاستروں کی وِدیاؤں میں آپس میں اختلاف کہیں بھی نہیں ہے۔ جگیاسوؤں کی کم فہمی نے اختلافات کو بڑھا رکھا ہے۔ ہر ایک شاستر کا ایک دائرہ، پریوجن۔ طریقہ ہے جس سے بھید نظر آتے ہیں۔ اگر ہم ہر ایک شاستر ادتھات دائرہ کو پہلے تحقیق کرلیں تو شاید مغالطہ ہی نہ ہو۔ یوگ درشن کیول چیت نرودھ سمبندھی شاستر چیت کریاؤں کو ہی محض بتلاتا ہے جس سدھانت روپ میں theoreticaly سانکھ تائید کرتا ہے۔ ہٹ یوگ چیت نرودھ سمبندھ میں شریرک ستھول کریاؤں سے پرانوں پر وجے پراپت کرکے چیت نرودھ کرنا چاہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے سہائی ہیں جو ستھول مل کے رو گی نہیں ہیں۔ اوتم ادھیکاری ہیں چیت کلاؤں دوارا کلیان کرتے ہیں انکو ستھول کریاؤں کا آشرا نہیں لینا پڑتا۔

(باقی آیندہ)

مستانِ حق

از
شری نوبت رائے جی شوخ

جو تم سے دل لگا لیتے ہیں کب رنجور ہوتے ہیں
کوئی صدمہ نہیں رہتا سبھی غم دور ہوتے ہیں

محبت سے تمہاری جن کے دل معمور ہوتے ہیں
تنِ خاکی میں رہ کر بھی سراپا نور ہوتے ہیں

انہی کے سب کو آداب و ادب منظور ہوتے ہیں
سر آنکھوں پر انہیں لینے کو سب مجبور ہوتے ہیں

تمہارے کیف میں ڈوبے ہوئے مسرور ہوتے ہیں
مٹا کر خود کو تم میں تم سے جو بھرپور ہوتے ہیں

چھلکتے ہیں سرور و نور سے آنکھوں کے پیمانے
چمک کر داغِ دل انکے چراغِ طور ہوتے ہیں

جہاں ان کو نظر آتا ہے اپنا آئینہ خانہ
انہی کے اپنے جلوے سب قریب و دور ہوتے ہیں

جدھر جائیں فرشتے راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں
عناصر ان کی خدمت پر سبھی مامور ہوتے ہیں

انہی کی چاہ میں ہر شے انہی کی ہو کے رہتی ہے
مگر وہ بے نیازی کے نشے میں چور ہوتے ہیں

خیال و خواہش و کاہش کی زد میں وہ نہیں آتے
شرابِ بیخودی سے اسقدر مخمور ہوتے ہیں

چھپا رکھتے ہیں جو انکو زمانے کی نگاہوں سے
وہ ان کے انکسار و عجز کے دستور ہوتے ہیں

وصالِ دائمی موقوف ہے شوخ اسکی رحمت پر
اُسے جو آپ میں پاتے ہیں کب مہجور ہوتے ہیں

"پنچھی اُڑ گئے"

کہانی (شانتی انک کیلئے)

از۔ شری چمن رام ودھیمان ایم اے بی ٹی

درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی علاقہ کے کانٹوں اور سانپوں سے اٹے پڑے دُرگم راستے پر ننگے پاؤں ایک خوبصورت نوجوان جلدی جلدی قدم بڑھاتا ہُوا اُس دُشوار گذار بن کو پار کرنے میں ایسا بیقرار نظر آتا تھا جیسے پیٹ کا بچہ ماتا کے دل و دماغ اور اندر کی گرمی سے تنگ آکر جلدی سے جلدی باہر آکر شکوہ کا سانس لینے کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ سانپوں سے بھرپور کانٹے دار جھاڑیاں اُسے آگے بڑھنے سے روک نہ سکیں۔ بدن پر ایک لنگوٹی اور کرتا تھے۔ کرتا بیچارہ اُن جھاڑیوں سے ٹکر لیتا ہُوا تار تار ہو چکا تھا لیکن نوجوان کے ہشاش بشاش چہرے کو دیکھ کر ایسا دکھائی دیتا تھا کہ اُس نے زندگی میں ہار ماننا سیکھا ہی نہیں اُفق کے اُس پار نامعلوم زندگی کا کونسا نشانہ اُسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا جو بڑھنے کی نئی زندگی بھر جاتی تھی۔ اُس کا قدم رُکنے کی بجائے تیزی سے اُٹھنے لگتا۔ جیسے کہ سوار کی مہمیز تھکے ماندے گھوڑے کو بھی سرپٹ دوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ گھر سے نکلے اُسے کتنے دن گذر ے۔ کتنی راتیں اُس نے سخت زمین پر ننگے بدن سو کر گذاریں۔ اِن باتوں کی طرف دھیان دینے کا اُس کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔ جُوں تُوں اس پہاڑی علاقے کو پیچھے چھوڑ کر وہ ایک سڑک پر جا کر رُکا جس کے دائیں طرف ایک آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھتی ہوئی پگڈنڈی دکھائی دیتی تھی۔ اُس پگڈنڈی پر کچھ آدمیوں کے پاؤں کے نشان بھی دکھائی دے رہے تھے بارش کافی ہو چکی تھی۔ آکاش کسی تپسوی کے ہردے کی طرح دھول بیٹھ جانے سے صاف ہو گیا تھا۔ دور کی چیزیں بھی نزدیک ہی دکھائی پڑتی تھیں۔ صبح کے سورج کی سنہری کرنیں زمین پر سونا برسا رہی تھیں۔ اُس پگڈنڈی کی عین سیدھ میں دور جانب شمال اُونچی سی اُٹھتی ہوئی سنہری لکیر تھی۔ سڑک کے بائیں طرف ایک سندر پھلواڑی تھی۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کے بھار سے دبے ہوئے وایو دیوتا سُست چال سے چل رہے تھے۔ پنچھیوں کا دلکش گیت سنائی دے رہا تھا۔ لیکن پھلواڑی میں کوئی انسان ہو گا ایسی اُمید نہیں تھی۔ نوجوان کو اس سنسان جگہ بھی ایسا بھرم ہوا جیسے اُس سے کوئی کہہ رہا تھا کہ کیا اس پگڈنڈی پر بڑھنے کا حوصلہ ابھی باقی ہے؟"

نوجوان نے اِدھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ پھر بھی اُس کے منہ سے بے اختیار یہ لفظ نکل گئے " کافی"

" رُکو گے تو نہیں "

" بالکل نہیں "

" بڑھتے ہی چلے جاؤ گے "

"ضرور"

اس کے بعد جوان نے پھلواڑی کے پھاٹک کے پیچھے کسی کا قہقہہ مار کر ہنسنے کی آواز سنی۔ اُسے ایسا معلوم ہُوا کہ جیسے اُس کا کوئی مذاق اُڑا تا ہو۔ نوجوان نے اپنی لال لال آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھا پھلواڑی کے پھاٹک سے پھولوں کا دونا ہاتھ میں لئے ایک ہرن کی سی آنکھوں والی۔ بال ہنس کی سی چال چلتی ہُوئی دوشیزہ اُسے اپنی طرف آتے دکھائی دی۔ اُس کے انگ انگ خوبصورتی کے سانچے میں ڈھلے ہُوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ شاید کوئی اپسرا ہی دھرتی پر اُتر آئی ہو۔ نوجوان نے آنکھیں نیچی کر لیں۔ لیکن وہ دوشیزہ جدید تعلیم و تمدن میں پلی ہُوئی جان پڑتی تھی۔ بغیر کسی پس و پیش کے اس اجنبی کے پاس آکر رُکی۔ اور کہا۔ "کہاں جانا ہے راہی!"

"گوبند پور"

"کہاں سے آنا ہُوا"

"پہاڑی علاقے کے اُس وُرگم بن کے اُس پار سے جہاں ابھی ہماری قومی سرکار کا دھیان نہیں گیا۔"

"پڑھے لکھے ہو؟"

"تھوڑا سا"

"گوبند پور جانے کی وجہ"

"اپنے کچھ پریمیوں سے ملنا اور شو مندر کی زیارت"

"وہ دیکھو سونے کی سی اُونچی اُٹھی دیکھا۔ وہ شو مندر کا کلس ہی ہے۔ مندر کی دیواروں میں جو بڑے بڑے شگاف آچکے ہیں۔ وہ تو گرنے والا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی وہ جو اونچے اونچے گھاس کے ٹیلے دکھائی پڑتے ہیں۔ وُہ وہاں کے رہنے والوں کے گھاس پھوس کے گھر ہیں۔ ان میں سے ہی کسی میں تمہارے پریمی جن رہتے ہوں گے۔ روزگار آمد و رفت اور تفریح و طبع کے آجکل کے کوئی بھی ذرائع وہاں میسّر نہیں۔ وہاں کے لوگ ایک دم گنوار۔ آج کل کی تعلیم و تربیت سے بے بہرہ۔ اس زمین پر کی یہ چھوٹی سی بستی تو موجودہ زمانے میں کسی دوسرے جہان کا چھوٹا سا حصّہ جان پڑتی ہے۔ وہاں جا کر کیا پتھروں سے سر پھوڑو گے۔

نوجوان کو یہ سب کچھ سُن کر نا اُمیدی سی ہُوئی۔ لیکن گوبند پور کے متعلق وہ پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے اشتیاق مند تھا۔ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دوشیزہ کی طرف تاک کر بولا: "کیا تمہارا وہاں کبھی جانا ہُوا"

"ہاں۔ میرا جنم وہاں ہی ہُوا تھا۔ لیکن بہت پہلے کی بات ہے۔ اب تو سُنا ہے وہاں کی اور بھی ابتر حالت ہو چکی ہے۔"

"اب تم کہاں رہتی ہو"

"کنچن پور" یہاں سیر کرنے آئی ہوں"

"کہاں ہے کنچن پور"

"وہ دیکھو مغرب کی جانب۔ اُن درختوں کے بیچ میں سے۔ یہاں سے صرف دو ہی میل کے فاصلے پر

وہ دیکھو اس کی اونچی اونچی عمارتیں۔ وہ دیکھو میری انگلی کی سیدھ میں اونچا سا برج۔ یہ وہاں کی گھنٹہ گھر کی چوٹی ہے۔ یہ شو مندر سے بھی اونچا ہے۔"

"شو مندر سے"! نوجوان نے حیران ہو کر پوچھا جیسے اُس کی اس بات کے سچ ہونے میں شک ہو۔

"ہاں۔ اُس سے کہیں اونچا"

"کمال ہے"، نوجوان نے رُک رُک کر کہا۔

"گھنٹہ گھر کے ساتھ وہ جو اُونچی سی عمارت ہے۔ وہ میرا لکشمی ہوٹل یہاں کا مشہور و معروف ہوٹل ہے۔ لاکھوں کی آمدنی ہے۔"

"تمہارا ہوٹل"، نوجوان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں میرے آنجہانی باپ لکشمی کانت اس ہوٹل کے مالک تھے۔ اُن کی صرف میں ایک ہی لڑکی ہوں یہ مجھے ورثہ میں مِلا ہے، وہ کنچن پور کے ایک بڑے مشہور سیٹھ تھے، تمہارا نام راہی؟"

"کام چلنا اور نام راہی"

"مخول نہ کرو"

"میرے ماتا پتا مجھے لاڈ پیار سے پرسو چودھری کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ میں تو اس دُنیا میں اکیلا ہی ہوں میرے نام سے آپکا کیا مطلب"،

"میں بھی اکیلی ہوں"

"تمہارا نام۔ دیوی"

"مایا وتی! چلو میرے ساتھ کنچن پور۔ اس نگر میں زندگی کی سبھی آسائشیں میسّر ہیں۔ گوبند پور کے پتھروں میں بھٹک کر کیا کرو گے۔ اگر دل نہ لگا۔ تو پھر چل دینا"

ایک پنتھ دو کاج۔ نوجوان نے سوچا۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ راہ چلتے کنچن پور بھی دیکھ چلیں، سر جھکا کر ہاں کر دی۔

(۲)

پرسو چودھری کو اب لگا کہ کنچن پور تو دھرتی کا اندرا پوری ہے۔ اونچی اونچی عمارتیں، فر فر کرتی دوڑی جاتی ہوئی موٹر کاریں۔ میٹھے گیت گاتے ہوئے ریڈیو۔ تھکے من اور بدن کو بہلانے والے سینما۔ رات کو دن بنانے والی بجلی کی شکتی سے چلتے ہوئے بجلی کے پنکھے وغیرہ وغیرہ اس سیدھے سادے نوجوانوں کو حیرانی میں ڈال رہے تھے۔ وہ ایک اونچی عمارت کی اوپری منزل میں بیٹھا کوچ پر لیٹا پڑا تھا۔ فر فر کرتی ہوئی پنکھے کی ٹھنڈی ہوا اُسے بڑی سکھدائیک معلوم ہوتی تھی۔ طرح طرح کی کھانے والی اور پینے والی چیزوں کی وہاں کیا کمی تھی۔ پانی کو ٹھنڈا کرنے والی اور دودھ ٹھنڈا کرنے والی اور دودھ کو آئس کریم میں بدلنے والی مشینوں وغیرہ سے وہ ہوٹل سجا ہوا تھا۔ ریڈیو بج رہا تھا۔ اُس کے میٹھے گانے اگرچہ نوجوان کو کسی دوسرے لوک کے جان پڑتے تھے لیکن پھر بھی ان میں اُسے رس آتا تھا۔ سورگ کے فرضی سُکھوں کا تو اُس نے صرف نام ہی سنا تھا لیکن یہاں تو خیالی سُکھ اصلیت کا جامہ اوڑھے سامنے حاضر کھڑے تھے۔ اُس کے صرف اشارہ پہ زندگی

کی سبھی آسائشیں اُس کے قدموں پر لوٹنے لگیں۔ نوجوان کی بھولی بھالی صورت من کی پاکیزگی۔ سندر گٹھا ہُوا شریر دیکھ کر مایا دیوی اپنا آپ کھو بیٹھی تھی۔ اُس نے نوجوان کے آگے "آتم سمرپن" کر دیا تھا۔ ہوٹل کے دروازے پر "لکشمی ہوٹل" کی جگہ پر اب "پرسا ہوٹل" کا سائن بورڈ لگا دکھائی دینے لگا۔

تیس برس بعد۔ پربت سے رائی سے پربت بنتے اِس سنسار میں کیا دیر لگتی ہے۔ کچھ ہی دنوں میں سیٹھ پرسرام جی کا کیپن بندھ میں طوطی بولنے لگا۔ پرسا ہوٹل کے علاوہ تین کپڑے کی ملیں اور تین سینما گھر اُس کے نام پر شہر میں چل رہے تھے۔ زندگی کی اس چڑھائی کے پہلے ہی سات برسوں میں مایا دیوی کے گربھ سے پانچ پُتر پیدا ہوئے جو سب اب جوان تھے۔ خوبصورتی اور گنوں میں ایک سے ایک بڑھ کر۔ پڑھے لکھے اور بدھیمان۔ مایا دیوی کو وہ سب کچھ حاصل تھا جو دھرتی پر کسی خوش نصیب سے بھی خوش نصیب ناری کو مل سکتا ہے۔ دھن، مان اور بیٹے جیون میں ان کے بغیر اور نعمت کیا ہے؟ اُس کی جوانی ایسے ٹھاٹ باٹھ کے جیون میں ڈھلنے کی بجائے اور نکھر آئی تھی۔ بیٹے اسم بامسمّٰی تھے۔ بڑے بیٹے کا نام پرشاد کا ایسا کاروباری دماغ تھا کہ اُس کے دماغ سے روز کام بڑھانے کی سکیمیں نکلتی رہتی تھیں۔ دوسرے بیٹے کا نام رُدر اکھش بھا جس کی تھوڑی بات پر بھویں تن جاتی تھیں۔ تیسرے بیٹے کا نام بھگوان داس تھا جسے شراب کے نشے میں ہی مست رہنا بھاتا تھا۔ کنبھ کرن کی طرح مدہوشی سے کبھی کبھار جاگتا تھا۔ پانچواں بیٹا بڑا آن کا پورا اور ابھیمانی تھا۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نام تھا خودی رام۔ دنیا کی سُکھ اور دھن و مال کی چکا چوند میں مایا وتی دُنیا کی بے ثباتی کی تصویر کو بھول گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ تغیر و تبدّل کی وجہ سے ہی دھرتی کا یہ لوک جگت نام سے مشہور ہے۔

پرسرام کو وہ دن یاد آئے جب قدرت کی گود میں کھیلتا تھا۔ ندی اور جھرنوں کے بہنے کی آواز اُسے اپنی طرف کھینچتی تھی۔ پنچھیوں کے سُروں کے ساتھ سُر ملا کر اُس نے کئی بار سُکھ دُکھ کے گیت گائے تھے۔ اُس سیدھے اور قدرتی جیون میں اُسے کتنا آنند آتا تھا۔ وہ کیا ارادہ کر کے گھر سے نکل کر من کی دشوار گزار راہ پر چل پڑا تھا۔ اُسے وہ دن بھی یاد آیا جب وہ پھلواڑی کے پاس کھڑا شومندر کے سنہری کلس کو چمکیلے دیکھ رہا تھا اور مایا وتی نے پھلواڑی کے اندر سے ہی اُس پر قہقہہ لگایا تھا۔ یہ سارے منظر باری باری فلم کی طرح اُس کی آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ گوبند پور میں رہنے والے اپنے سگے سمبندھیوں کی یاد ستانے لگی اُسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ خواب میں اُس کے گدیلے کے نیچے سے ایک کالا سانپ پھن اُٹھائے اُس کی طرف بڑھا۔ ڈر کے مارے سیٹھ کی چیخ نکل گئی۔ وہ اُٹھ بیٹھا۔ ریڈیو بج رہا تھا۔ سیٹھ نے جھٹ اُٹھ کر اُسے بند کر دیا۔ اُسے یہ گدھے کی چلاہٹ کی طرح بُرا معلوم ہُوا۔

سورج نکل رہا تھا۔ بدن پر ایک ہی دھوتی کو لگائے اور اوڑھے سیٹھ پرسرام جی پھلواڑی کی طرف ننگے پاؤں بڑے بڑے قدم بھرتے جا رہے تھے۔ اُن کے منہ کے خط و خال سے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ دماغ کا توازن کھو بیٹھے ہیں۔ نوکر "سیٹھ جی" "سیٹھ جی" کہہ کر اُن کے پیچھے بھاگے۔ لیکن سیٹھ نے اُن کو ڈانٹ ڈپٹ بتائی۔ مایا وتی کو بھی پتہ چلا۔ وہ ہانپتی کانپتی اُن کے پیچھے بھاگی۔ سیٹھ سڑک کے اُس سرے پر پہنچ کر پگڈنڈی پر پاؤں دھرنا ہی چاہتے تھے کہ مایا وتی نے اُنکی دھوتی کا آنچل پکڑ لیا۔ اور کہا "کہاں جا رہے ہو؟"

"جہاں جانا تھا"

"کہاں"

"گوبند پور"

"کیا شو مندر کی زیارت کی ہوس ابھی باقی ہے"

"میری طرف دیکھو میری جوانی"

"سدا رہیگی۔ لیکن میرا شریر جواب دے چکا ہے۔"

"دیکھو تو یہ سب کچھ"

"نہیں رہے گا۔"

"ٹھہرو تو"

"بالکل نہیں"

یہ کہہ کر سیٹھ نے زور سے جھٹکا دے کر دھوتی کا آنچل چھڑا لیا۔ سامنے شو مندر کا کلس صبح کے سورج کی کرنوں سے کندن بنا چمک رہا تھا۔ اور نزدیک ہی دکھائی دیتا تھا۔ پرسوچودھری شانت چت بنا پیچھے دیکھے پگڈنڈی پر لمبے لمبے قدم بھرتا جا رہا تھا۔ مایاوتی بیہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑی۔ گرتے وقت اُس کے منہ سے یہ الفاظ بے اختیار نکل پڑے: "آہ پنچھی اُڑ گئے"۔

شو استتی

از

پنڈت چندر چوڑ

نکلے زبان سے میری ہر دم نمہ شوائے — حاجت برار اسم اعظم نمہ شوائے

یہ منتر مبارک مشکل کشائے عالم — کرتا ہے دور دل کے سب غم نمہ شوائے

کرتے ہیں اس کا سمرن شنکر کے جو پیارے — رکھتا ہے شاد انکو ہر دم نمہ شوائے

دنیا میں شاد کامی عقبیٰ میں سرخ روئی — دیتا ہے ہر بشر کو منعم نمہ شوائے

آزار دنیوی کا غمخوار بھی یہی ہے — زخم جگر کا بھی ہے مرہم نمہ شوائے

من کا ہرن جو تن کی کھیتی کو کھا رہا ہے — اس کے لئے بھی ہے یہ ضیغم نمہ شوائے

خوف گناہ خطرا امراض ہو نہ ہرگز — دشمن کو بھی مٹاتا ہمدم نمہ شوائے

فرزند و مال زر سے انسان کو بشاشت — ہوتی ہے جو کہ جپتا ہے بیغم نمہ شوائے

وہ کون آرزو ہے اے چندر چوڑ جب کہ

کرتا نہیں ہے پورا منعم نمہ شوائے

اوم

شانتی انک
دوسرا حصہ

کتھائیں

ایشور استتی

از شریمتی شانتی دیوی جی ۱۴ یو۔ بی پریاگ لکیتن جواہر نگر دہلی

ہے پربھو! ہے پربھو!! ہے پربھو! ہے پربھو!!
اندر تو، باھر تو، تو ہی تو، تو ہی تو!

تیری رچنا کا انت نہ پایا کسی
سارا بھید نہ پورا بتایا کسی
تیرا گیان نہ پورا سنایا کسی
ہے بھی دیا ایک تو سب سے نیارا ہے تو ... اندر...

دھیانی دھیان لگا کر ہار گئے
یوگی درشن پا بلہار گئے
رشی منی بھی کر ستی پیار گئے
کر جوڑ کہوں میرا سوامی ہے تو ... اندر...

تیرے دوار آئی بھکاری پتا
کر کرپا ہو میری سہائی پتا
کوئی جنموں سے میری جدائی پتا
رہوں تجھ میں مگن میرا جیون ہے تو

ہے پربھو! ہے پربھو!! ہے پربھو! ہے پربھو!!
اندر تو، باھر تو، تو ہی تو، تو ہی تو!

نوٹ:۔ شانتی دیوی جی دھرم پتنی شری گنیش داس جی جن کے گھر ۲ نومبر سے ۴ دسمبر تک شریمان پوجیہ مہاتما پربھو آشرت جی مہاراج کی ادھیکشتا میں چار ماسی ویدک یگیہ ہوا اُس اوسر پر گایا گیا یہ گیت

لیکھک: شری دل خوشاب نواسی



"آتما جب اپنے پریتموں سے ہار کر نراش ہو جاتا ہے تب پرارتھنا اسے بل دیتی ہے نو جیون دیتی ہے اور شانتی دیتی ہے۔ ایسا ہی رشی منیوں کی بانی سے پتہ چلتا ہے" (دل)

جب بھی دل نے تڑپ تڑپ کے تمہیں پکارا — بن گئے تب ہی بے سہارے کا آپ سہارا
جب بھی ارکی ویتھا سنانے کوئی آیا — تب ہی آپ نے کر کے کرپا اسے اپنایا
چارہ بنے سدا ہی تم اس بے چارے کا — اوگن گنا نہ اک بھی اس اوگن ہارے کا
جس نے بھی دنیا کے چھوڑ کے سبھی سہارے — تم کو کیول اپنا سمجھا، پریتم پیارے!
پاشانوں کی تھی اک اونچی کارا گار — تڑپ تڑپ کے جل نے کی جب ہاہاکار
بادری ہو کر برس پڑیں گھنگھور گھٹائیں — پھوٹ پھوٹ کر بہہ نکلیں کتنی سرتائیں
رُوپی کرنوں سے تپ کر چاتک جونہی پکارا — رم جھم رم جھم کر اٹھا بادل متوارا
سوانتی بندو بھی تب دو چار کہیں سے برسے — پھوٹ پڑی پرسنتا چاتک کے انتر سے
کمل کی بند کوٹھری میں بے چارا بھنورا — تڑپ رہا تھا اندھیارے میں کارا بھنورا
اس کی دنیے پہ آپ نے اوشا کو بھجوایا — کمل کے ساتھ ہی بھنورے کا من بھی مسکایا
تڑپ رہی تھی کلی کے ہردیے میں مدھو باس — اس کے دل کی سن کر کلی کا وکاس
کلی کھلی سندر سباس نے ہرش منایا — اک طوفان سباس کا راشی راشی چھپایا
اپنے پاؤں دیکھ کے ہوا میور اداس — موک بانی سے آپ کے دوارے کی ارداس
چھلک گئے نیلے نبھ پر کچھ متوارے بادر — ناچ اٹھا ویاکل میور تب بے سدھ ہو کر
جھانک رہا تھا اک چکور جلتے انگار — اس نے کیا نویدن آپ کے ہی دربار
رجنی نایک مند مند نبھ پر مسکایا — رودم رودم ویاکل چکور کا تب ہرشایا

آمر وِٹپ پہ کُوک رہی تھی کوکلا کاری
آپ نے اُسے بنا ڈالا سنگیت کی رانی
جگت میں چھایا تھا جس سمے پرکاش کا انچل
اُن کی پرارتھنا سُن، سندھیا کو بھجوایا
بیچ کی اچھا تھی جگ کا سوندریہ نہارے
پھُوٹ پڑی ننھی کونپل کا رُوپ دھار کر
کوئلہ اپنی کالی کایا سے شرما کر
آپ نے اُسے بنایا جگمگ کرتا ہیرا!

مانس کی جھلی میں لپٹا ہوا کومل بچپن!
آپ نے دی اُس کو مادکتا بھری جوانی
یوں ہی گنگا، گیدھ، اجامل، گنج اور شبری
اُسی کے آپ نے تاپ مٹائے، درس دکھایا
میرا، تُلسی، سُور، سُداما، نرسی مہتا
جس جس نے بھی سرل ہردیہ سے تمہیں پکارا

ہم بھی آج سُنانے آئے کرُن کہانی
اب اتنا اُپکار کرو ہم کو اپنا لو

کیونکہ تم ہو دیا سندھو، کرُونا کے ساگر
پتتوں کو پاون کر لو، اب مت ٹھکراؤ
برہا کی رین بناؤ ملن کی مدھر پربھات
ہار کے آئے ہیں یہ ہار ہی جیت بناؤ
دل کی ٹوٹی وینا کی یہ بکھری تاریں!
جیون داتا ہو، ایسا نو جیون بھر دو
کیول اپنے چرنوں کی پاون بھگتی دو
جنم جنم میں کھوج کریں اور تم کو پائیں

اپنے بھدّے پن کا اُسے ہوا دُکھ بھاری
جیون کی جھنکار بھری بن گئی کہانی
تڑپ رہے تھے اُس کے پیچھے تارے چنچل
ننھے تاروں کے من کا سنتاپ مٹایا
لگا پرارتھنا کرنے آپ کے در پہ پیارے
رُوح کی نو جیون داتا کرنیں نہار کر!
لگا پرارتھنا کرنے آپ کے در پہ جا کر
بھول گیا وہ جیون بھر کے دُکھ کی پیڑا!
آپ کے در پہ لگا پرارتھنا کرنے پرتی کھشن
چڑھ گیا اُس کے انگ انگ پہ سوَرن کا پانی
جس جس نے بھی کتھا سُنائی اپنے من کی!
دین جنوں کے سر پہ کی کرپا کی چھایا
نام دیو، رُوح داس، کبیر، قصائی سدنا
اُسی اُمسی کو آپ نے بھوسندھو سے تارا
جیون بھر دوارے دوارے کی خاک ہے چھانی
ہو گیا نہیں پھر بھی اپنے چرنوں میں بٹھا لو
دینوں کے سچے بندھو، ترلوک اُجاگر
آن پڑے ہیں دوارے پہ درشٹی نہ چُراؤ!
وِکست کر دو اب تو آشا کے جلجات
بجھی بجھی جیون کے پتھ کی جوت جگاؤ
آپ کی مرلی کی تانوں کے سنگ گُنجاریں!
ہرا بھرا دل کی پھلواری کو اب کر دو
بھگتی میں وِچلت نہ ہوں ایسی شکتی دو!
تمہیں رِجھانے کے کارن ہر سوانگ رچائیں

سنت ہری سنگھ جی

(خاص شانتی انک کیلئے)

"شانتی کے اوتار گورو ارجن"

यंवेदोऽपिनवेद वपुषं वेदान्त वेद्यं विभुम्
ये सन्तः प्रवदन्ति संसृति परं सत्य स्वरूपं समम्।
यं ज्ञातुं मुनयोऽति तप्त तनवोऽतप्यं तपस्तन्वते
तं वन्दे गुरु अर्जनं कलियुगे शान्तावतारं शिवं॥

ترجمہ:- ویدانت وید یہ دلبھو گرہ والے جنہیں وید بھی ٹھیک ٹھیک نہیں جانتا۔ جنہیں سنت جن سنسار سے پار ستیہ سروپ اور سم بیان کرتے ہیں۔ جن کو جاننے کے لئے منی بھی بڑی بڑی کٹھن تپسیاؤں کو تپتے ہیں۔ اُن منگل مورتی اڈوم کل جگ میں شانتی کے اوتار شری گورو ارجن دیو جی مہاراج کو میں پرنام کرتا ہوں۔

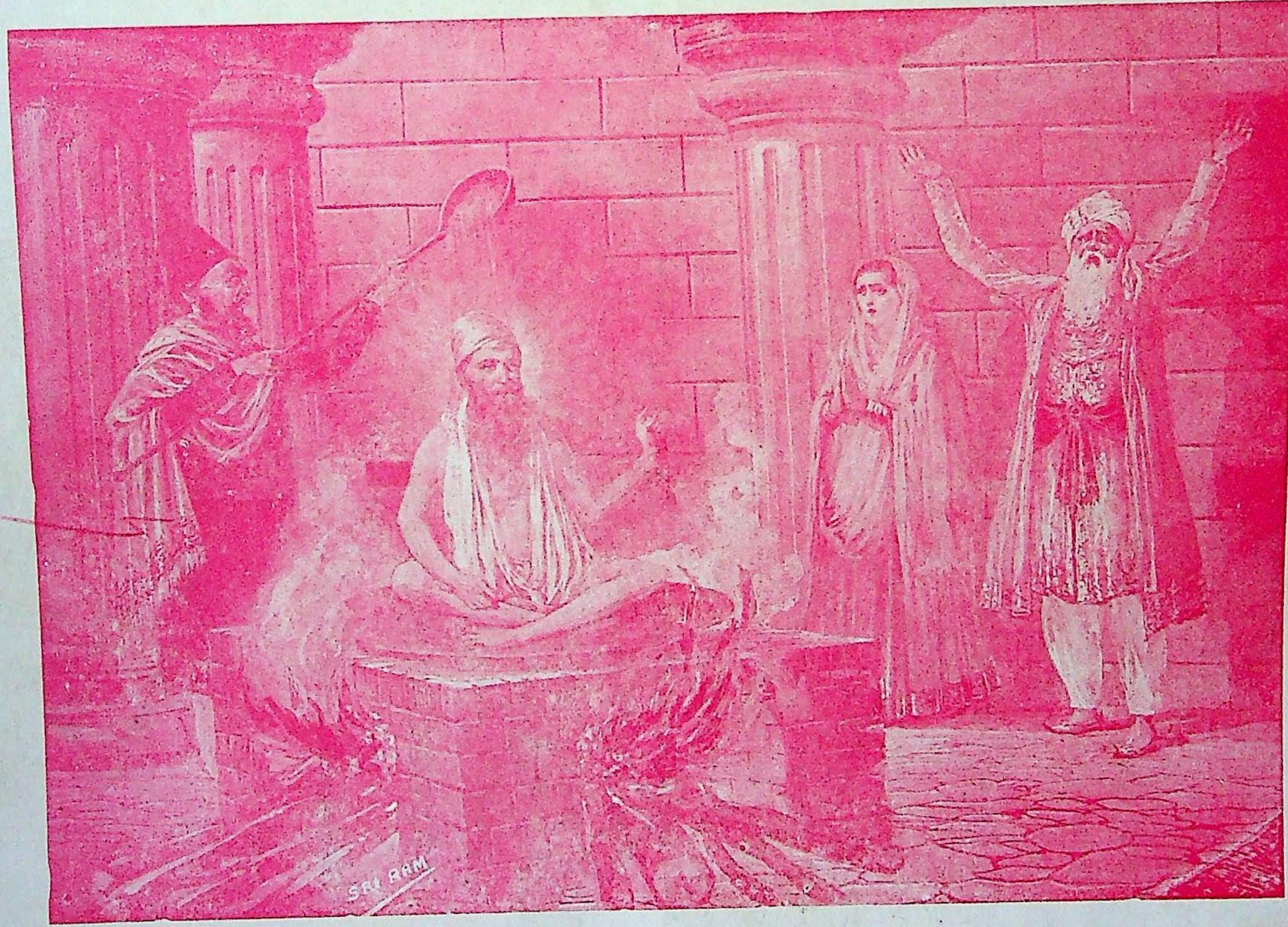
شری گورو ارجن دیو جی چہارم گورو تخت چوتھی پادشاہی شہید گورو رام داس جی مہاراج کے چھوٹے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کا شبھ جنم بمقام گوئندوال ضلع امرتسر بتاریخ ۱۹ بیساکھ سمت ۱۶۲۰ بکرمی مطابق ۱۵- اپریل ۱۵۶۳ء ماتا بھانی جی کے بطن سے ہوا تھا۔ بچپن سے ہی اُن کی طبیعت کا میلان نیک اعمال اور صحبت عارفاں کی طرف حد سے زیادہ تھا اور وہ روز و شب پرماتما کی بھگتی اور مہاتماؤں کی سیوا میں مصروف رہتے تھے۔ اُن کے بڑے بھائی کا نام پرتھوی چند تھا جو کہ بوجہ اپنی ناقابلیت گوریائی کی گدی سے محروم رہ گیا تھا۔ جب ان کی عمر اٹھارہ اُنیس سال کی ہوئی تو اُن کے والد بزرگوار نے انہیں اُن کے بڑے بھائی کے مقابلہ میں کئی گنا قابل فرمانبردار، ایشور بھگت اور دھرم کا شیدائی جان کر گوریائی کی گدی ان کے حوالے کر دی ——

اس پر نابکار پرتھوی چند نے انہیں ذلیل و خوار کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کے اخلاق پہ قربان ہو کر راہ راست پر آ جاتا وہ اُلٹا اُن کا دشمن بن گیا اور کئی ایک بد باطن اشخاص کو اپنا رفیق اور ہم پہلو بنا کر گوریائی کی گدی حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ کی کوشش کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کی خبیث باطنی کا ایک ادنٰے سا نمونہ حسب ذیل ہے:-

ایک دفعہ جبکہ گورو ارجن اپنے والد بزرگوار کے حکم سے امرتسر سے لاہور ایک شادی کے موقعہ پر پدھارے تو انہوں نے واپسی کے لئے شوق ملاقات کا اظہار کرتے ہوئے ایک پتر اپنے پتا شری گورو رامداس جی مہاراج کے نام لکھا جس میں یہ چوپائی قلمبند کی:-

میرا من لوچے گور درشن تائیں بلپ کرے چاترک کی نیائیں
ترکھا نہ اُترے شانت نہ آوے بن درشن سنت پیارے جیو
ہوں گھول جیو گھول گھمائی گور درشن سنت پیارے جیو

یہ چٹھی بد قسمتی سے پرتھوی چند کے ہاتھ لگ گئی جسے اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا اور اپنے پتا گورو رامداس جی سے اس کا ذکر



शान्ति के अवतार "गुरु अर्जुन देव"

تک نہ کیا۔ جب اس کا کوئی جواب گورو ارجن کو نہیں ملا تو بہت بے تاب ہو کر ایک مزید پتر ارسال کر دیا جس میں یہ ذیل کی چوپائی درج تھی:-

تیرا مکھ سہاوا جیو سہج دُھن بانی — چر ہویا دیکھے سارنگ پانی
دھن اوہ دیس جہاں توں وسیا — میرے سجن میت مرارے جیئو
ہوں گھولی ہوں گھول گھمائی — گورسجن میت مرارے جیئو

اس چٹھی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلی کا ہوا تھا۔ پھر تو گورو ارجن دیو کی بے قراری اور بھی بڑھی اور چونکہ انہیں پتا بزرگوار کی یہ آگیا تھی کہ جب تک انہیں بُلایا نہ جاوے وہ امرتسر واپس نہ آویں۔ انہوں نے اس عالم اضطراب میں پھر تیسرا پتر لکھا۔ جسے دستی گورو رام داس جی کے ہاں پہنچایا گیا اور اس کا مضمون یہ تھا:-

اک گھڑی نہ ملتے تاں کل جگ ہوتا — ہُن کد ملئے پریہ تدھ بھگونتا
موہے رین نہ وہاوے نیند نہ آوے — بن دیکھے گور دربارے جیئو
ہوں گھولی جیو گھول گھمائی — تس سچے گور دربارے جیئو

جب یہ پتر گورو رام داس جی کی بارگاہ میں داخل ہوا تو اُس وقت اتفاق سے پرتھوی چند موجود نہ تھا اور پتر گورو رام داس جی کے دست مبارک میں پہنچ گیا۔ جب انہوں نے پریم اور سنیہہ سے پورن اس پتر کو پڑھا تو آنکھوں میں نم آگئی اور بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ مضمون ہذا کو پڑھ کر بھانپ گئے کہ اس سے پہلے بھی ایک دو پتر ضرور آئے ہیں جو انہیں ملے نہیں۔ خیر سوچ وچار کر کے آپ نے بڑے اشتیاق سے ایک پریم بھرا پیغام ارسال کر کے گورو ارجن کو بُلا بھیجا۔ جب وہ حاضر خدمت ہو گیا تو آپ نے پرتھوی چند کو بھی بُلایا اور پہلے پتروں کا بھی ذکر کیا۔ گورو ارجن دیو جی نے عرض کی کہ اس سے پیشتر بھی دو چٹھیاں ارسال خدمت کی تھیں۔ اغلب ہے کہ وہ حضور کے ملاحظہ کے بغیر ہی کہیں کسی نے گم کر دی ہیں۔

اس پر گورو مہاراج نے پرتھوی چند سے دریافت کیا کہ تمہیں کچھ خبر ہے؟ شرارت تو سب اُس کی ہی تھی لیکن وہ صاف ہی منکر ہو گیا کہ اُسے تو کوئی خبر نہیں اور اس نے نہ صرف اتنے پر اکتفا کی بلکہ کچھ نازیبا کلمات بھی گورو ارجن کی شان میں کہہ ڈالے۔ مگر گورو رام داس جی مہاراج کو اتنے سے سنتوش نہ ہوا اور انہوں نے کسی ڈھنگ سے پرتھوی چند کے گھر کسی شخص کو بھیج کر وہ دونو چٹھیاں جُوں کی تُوں منگوالیں اور انہیں پرتھوی چند کو دکھلا کر اسے سخت ندامت اور شرم دلوائی لیکن بجائے اس کے کہ پرتھوی چند اپنے کئے ہوئے فعل پر شرمسار ہوتا اُس نے اپنے قابل تعظیم بزرگوار والد کو بھی سخت سُست کلمات کہہ ڈالے۔ جس پر گورو جی نے کرودھ میں آکر ——— "جا یہاں سے چلا جا" ——— کہہ کر اُسے ہمیشہ کے لئے اپنے سے الگ کر دیا۔

یُوں جب پرتھوی چند منہ کی کھا کر چلا گیا تو گورو جی نے اپنے سچے سپوت ارجن دیو کو بڑے پیار سے چھاتی کے ساتھ لگا لیا اور فرمایا کہ اے میرے ہونہار فرزند! جس طرح سے تو نے یہ تین چوپائیاں لکھی ہیں، اُسی طرح سے ایک چوتھی چوپائی بھی لکھ کر اس پریم بھری اپنی کوتا کو پورن کر دو۔ تو وہاں کیا دیر تھی۔ انہوں نے جھٹ ہی اُس کی رچنا کر کے آپ کے حاضر کر دی۔ جو کہ حسب ذیل ہے:-

بھاگ ہویا گور سنت ملایا — پربھ ابناشی گھر میں پایا
سیوا کری پل چسا نہ وچھڑاں — جن نانک داس تمہارے جیئو
ہوں گھولی جیو گھول گھمائی — جن نانک داس تمہارے جیئو

نوٹ:- یہ مکمل شبد گورو گرنتھ صاحب کے اندر راگ ماجھ کے اندر موجود ہے۔ دیکھو ماجھ محلہ پنجواں شبد ہزارے (
پھر کیا تھا آپ نے اپنے فرزند ارجمند کی اس قابلیت اور ویراگیا کو دیکھ کر آتیشت پرسن اور خوش ہو کر اُسے اپنے گلے لگا لیا اور گوریائی کی گدی سونپ دی۔ یہ مبارک واقعہ ماہ بھادوں سمت ۱۶۳۸ کا ہے۔

جب پرتھوی چند اس گوریائی کی گدی سے بالکل محروم ہو گیا تو وہ امرتسر کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر کچھ فاصلے پر ایک گاؤں مُڈالی میں جا بسا جہاں اُس نے اپنے سینکڑوں ہزاروں شردھالوؤں کو بھگتی اور دھرم کی تعلیم دے کر اپنا پیرو کار بنا لیا اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ چند اور بد اشخاص کو اپنا رفیق اور ہم پہلو بنا کر گورو ارجن کا جانی دشمن بن گیا اور اُن کی تباہی کے منصوبے سوچنے لگا۔ بالآخر شہنشاہ جہانگیر کے دربار تک بھی جا پہنچا اور اُسے بھی جا بھڑکایا۔ اُس نے جہانگیر کو بتلایا کہ گوبند وال کا ایک سادھو گورو ارجن ہے جو اپنے آپ کو "سچا بادشاہ" اور سرکار کو جھوٹا اور فرضی قرار دیتا ہے اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اُن کے بھائی باغی خسرو سے جو سرکار کا دشمن ہے ساز باز کر کے اُنہیں تخت سلطانی سے بے بہرہ اور تباہ کرنے کے درپے ہے۔

پرتھوی چند اس سازش میں کامیاب ہو گیا کیونکہ جو کچھ بھی اس نے کہا جہانگیر نے اُسے سچ مانا اور سن کر آپے سے باہر ہو گیا اُس نے اپنے تائیں اس امر کا مصمم فیصلہ کر لیا کہ گورو جی کو یا تو جبراً مسلمان بنایا جائے یا اُن کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس بنا پر گورو جی پر بغاوت کا الزام لگا کر دو لاکھ روپیہ جرمانہ عائد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ فی الفور اسے ادا کریں ورنہ عدم ادائیگی جرمانہ اُنہیں خلل امن کے جرم میں گرفتار کر کے شاہی دربار میں پیش کیا جاوے۔

سُنا جاتا ہے کہ یہ وارنٹ گرفتاری جب امرتسر میں پہنچے تو اس وقت ہرمندر صاحب میں جو آج کل دربار صاحب کے نام سے مشہور ہے اور اس کی دھرم نیو گورو ارجن صاحب نے ہندو مسلم کے اتحاد کی غرض سے اپنے آشنا دوست سائیں میاں میر صاحب سے رکھوائی تھی ایک بڑے بھاری دیوان میں خود وعظ کرتے ہوئے امرت کیرتن رس میں مگن تھے۔ ایسی اوستھا میں تعمیل کے لئے جب وہ سرکاری وارنٹ آپ کے روبرو لائے گئے تو آپ نے فوراً پہچانا کہ کوئی خاص واقعہ درپیش ہے چنانچہ اُسے کرتار کا بھانا تصور کرتے ہوئے بڑی بُردباری سے کام لیا اور جواب میں اپنے آپ کو بالکل بے قصور قرار دیتے ہوئے جیسا کہ فی الحقیقت واقعات تھے ساری موجودہ سنگت کی یک رائے سے ادائیگی جرمانہ سے بالکل انکار کر دیا مگر وارنٹ چونکہ گرفتاری تھے آپ کو گرفتار کر کے لاہور عدالت میں لایا گیا جہاں اُن دنوں شہنشاہ جہانگیر مقیم تھا۔ جہانگیر نے ستگورو سے پوچھا کہ — "کیا تمہیں باغی خسرو ملا، اس کی تم نے مدد کی اور اُسے اپنایا؟"

اس پر گورو جی نے فرمایا کہ — "یقیناً وہ انہیں ملا ہے مگر چونکہ ہم فقیروں کے اندر غیریت نہیں اور ہمیں راجہ اور باغی برابر ہیں ہم نے شرنا گت جان کر اُن کا یتھا اُچت ستکار کیا ہے۔"

اس پر جہانگیر آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے کہا کہ تم نے چونکہ قانون شکنی کی ہے اور اس حرکت سے مسلم گورنمنٹ پر وار کیا ہے اس لئے میں تمہیں سزائے موت دیتا ہوں ——— ایسا حکم سُنا کر خود تو کشمیر کو چلا گیا اور گورو جی کو دیوان چندو لال کے سُپرد کر کے سزائے موت دینے کا حکم صادر کر دیا۔

مگر غضب یہ ہوا کہ بدبخت چندو پہلے سے ہی گورو جی کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا جس کی یہ وجہ تھی کہ گورو جی نے چندو کی لڑکی کا ناطہ اپنے لڑکے گورو ہرگوبند جی کے لئے (جو بعد میں چھٹے گورو کے نام سے گوریائی کی گدی پر رونق افروز ہوئے) قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ چونکہ چندو ایک نہایت مغرور ظالم اور بد نہاد حکمران تھا۔ اسے اپنے پرانے کینہ کا بدلہ لینے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ اس نے گورو ارجن پر بڑے ظلم اور ستم ڈھانے شروع کر دیئے اور وہ وہ سختیاں کیں کہ جن کا ذکر کرنے سے قلم کا کلیجہ پھٹتا ہے۔ اس نابکار نے انہیں طرح طرح کی خلاف انسانیت تکالیف دیں مثلاً انہیں آگ میں تپائے ہوئے توے پر بٹھلایا گیا۔ اُبلتے ہوئے

پانی کی دیگوں میں غوطے دیئے گئے۔ جلتی ہوئی ریت کے کڑچھے اِن کے ننگے جسم پر گرائے گئے۔ آگ کی طرح سُرخ کی ہوئی گرم سلاخوں سے اُن کے جسم مبارک کو چھلنی کیا گیا۔ اس قسم کے وحشیانہ مظالم جیٹھ اساڑھ کی جھلس دینے والی دوپہر کی دھوپ میں کئی دنوں تک متواتر جاری رہے۔ سُنا گیا ہے کہ ایسے مظالم کو سُن کر ایسی حالت میں سائیں میاں میر صاحب آپ کے درشنوں کو آئے اور عرض کی کہ اگر حکم ہو تو لاہور کی اینٹ سے اینٹ ٹکرا کر اِن دُشٹوں کا ناش کر دوں۔ مگر مہاراج مُسکرائے اور اُن کی زبان سے یہی الفاظ نکلے۔

"تیرا بھانا میٹھا لاگے ہر نام پدارتھ نانک مانگے"

اس موقعہ کا نہایت اعلےٰ فوٹو کسی پنجابی کوی نے نہایت خوبصورت الفاظ میں یوں کھینچا ہے۔ ؎

چاروں طرف اگ ورسے سیک سی تن ساڑدا چھالے چھالے ہو رہیا سی جُسّا سچی سرکار دا

آکے میاں میر ڈٹھا حال ایہہ جد یار دا ہو دیا کل ڈُھے پیارو دے تے چیکاں ماردا

تب ہنس کے بولے گورو ارجن کیا پریتی ہے جام سے

کی ہویا تن تپ رہیا ہم شانت ہیں ہری نام سے!

ناظرین! اِس سچے گورو کی شانتی کی تعریف زبان اور قلم کی طاقت سے باہر ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اگر وہ ظالموں سے اُن کے ظلم و ستم کا بدلہ لینا چاہتے تو بڑی آسانی سے لے سکتے تھے۔ کیونکہ لاکھوں معتقد اُن کی امداد کے لئے کمربستہ تھے لیکن انہوں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اُنہیں بد دُعا تک بھی نہ دی کیونکہ وہ "راضی بہ رضا" رہنے کا عزم کر چکے تھے۔ سائیں میاں میر صاحب کو بھی یہی فرمایا کہ " ایشور اچھیا میں ہی اپنی اچھیا ہے"۔ ہم قدرت کے حکم کے خلاف نہیں جانا چاہتے بلکہ اُس کے حکم کی تعمیل ہی کریں گے، جو ہو رہا ہے وہ ایشور کی آگیا ہے جس کے آگے ہمارا سر خم ہے۔

یوں جب ظلم و ستم کا پیمانہ لبریز ہو چلا اور ادھر پوشیدہ طور پر ایسے وچار کئے جا رہے تھے کہ گوروجی کا جسم گائے کے چمڑے کے اندر بند کر کے اُنہیں دریائے راوی میں بہا دیا جائے تو اس پوشیدہ راز کو کسی طرح جان کر آپ نے لاچار اور مجبور ہو کر اس جسم ناپائدار کو چھوڑنے کا عزم کر لیا اور دریائے راوی میں غسل کی درخواست کی کہ وہ اپنا جھلستا جسم تھوڑی دیر کیلئے ٹھنڈا کر لیویں۔ اُن کی گذارش کو مان کر اُنہیں دریائے راوی پر لے جایا گیا جس میں اُنہوں نے چھلانگ لگا دی اور سب کے دیکھتے دیکھتے ہی غائب ہو گئے۔ اُن کی پیاری من موہنی نورانی صورت ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور نابکار چندو اور اس کے جملہ ہمراہی اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔

یہ حادثہ ماہ جیٹھ سمت ۱۶۶۳ بکرمی میں ظہور میں آیا جبکہ گوروجی صرف تینتالیس ۴۳ سال کی عمر میں اپنے پرم پتا پرماتما کی گود میں جا گزیں ہو گئے اور ہزاروں لاکھوں شردھالوؤں کو دھرم پر جان قربان کرنے کا عملی سبق پڑھا گئے۔

اتہاس پڑھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ گوروجی نے شریر چھوڑنے سے پہلے یہ ذیل کا شبد اُچارن کیا تھا۔

دیکھئے گورو گرنتھ صاحب راگ ماڑو محلہ پنجواں

(دھارنا، سیوک کی اوہڑک نبہی پریت!)

مان موہ اور لوبھ وکارا بیو چیت نہ گھالیو
نام رتن گُناں ہر ونجے لاد وکھر لے چالیو

سیوک کی اوہڑک نبہی پریت
جیوت صاحب سیویو اپنا چلتے راکھیو چیت۔

جیسی آگیا کینی بھٹا کر — تِس تے مُکھ نہیں موڑیو
سبھ اَسند رکھیو گرھ بھیتر — اُوٹھ ادہاں کو دَوڑیو!
آگیا میں بھُو کہہ سوئی کرہ سُو کہا! — لوگ ہر کچھ نہیں جانیو
جو جو حکم بھیُو صاحب کا — سو ماتھے اتے مانیو
بھیو کرپال ٹھاکر سیوک کو — سنّورے ہلت پلاتا
دھن سیوک سپھل اوہ آیا
جن نانک خصم پچھاتا

(گورو گرنتھ صاحب محلہ پنجواں)

اُن کے دیہہ انت کے بعد اُن کے شردھالو سیوکوں نے شاہی قلعہ لاہور کے عین سامنے اُن کی ایک عالیشان یادگار گوردوارے کی صورت میں تعمیر کروا دی جو کہ "ڈیرہ صاحب" کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی باوجود پاکستان کے علاقہ میں آجانے کے اپنی پوری آن بان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اس کے پاس ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ بھی رونق افروز ہے۔

گورو جی نے اپنے چوبیس سالہ عہدِ گورویائی میں وہ کارہائے نمایاں کئے جو ہمیشہ سنسار میں قائم اور برقرار رہیں گے۔ آپ نے کئی ایک دھرم استھان تعمیر کروائے مثلاً امرتسر کا ہر مندر صاحب جہاں لاکھوں کی سنکھیا میں یاتری بغرض اشنان تیرتھ آکر اپنا جنم سپھل کرتے ہیں۔ اسی طرح لاہور میں باولی صاحب اور گوردوارہ جنم استھان گورو رام داس۔ اس کے علاوہ ترن تارن کا قصبہ بھی آپ ہی نے بسایا تھا جو سچ مچ عامیان کے ترنے اور تارنے کا ہی موجب ہے۔ مگر سب سے بڑھ چڑھ کر آپ کا جو اپکار کلجگی جیووں پر ہوا وہ ہے شری گورو گرنتھ صاحب کی رچنا جس میں آپ نے جملہ گورو صاحبان اور بھگتوں کی بانیاں اکٹھی کر کے ہر ایک راگ میں ایک سلسلہ کے ساتھ درج کیں۔ جو کہ اُدھ بُھد اور سچ مچ مہان پرشنسا کے ہی یوگ ہے۔ کیونکہ جب تک دھرتی لوار آکاش اوئم سورج اور چاند رہیں گے تب تک اس کا مطالعہ اور کیرتن آدمی کا کاریہ چلتا رہے گا اور کروڑوں کی سنکھیا میں نرناری اسے پڑھ اور سُن کر اپنا مانو جنم سپھل کریں گے۔ سچ ہے آپ کی ہی سُکھمنی صاحب میں گائی ہوئی چوپائی آپ پر گھٹ ہو کر پھر آپ کے ہی نام کو روشن کرتی ہوئی آپ کو ہی اشارتاً سنکیت کرتی ہے۔

دھن دھن دھن جن آیا
گُر پرساد سب جگت ترایا

اس کے علاوہ گورو گھر کے خاص پریمی اور گورو جی کے خاندان سے گہرا سمبندھ رکھنے والے گورمکھ پیارے بھائی گورداس جی نے بھی اپنی اس ذیل کی وار (شبد) میں آپ کی قلبی حالت کو کئی مثالیں دے کر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ وار یعنی شبد یہ ہے:۔

(دھارنا۔ گورو ارجن وڈوں قربانی)

رہندے گُر دریاؤ وِچ — مین کلیں ہیت نرباِنی
درشن دیکھ پتنگ جیوں — جوتی اندر جوت سمانی
شبد سُرت لِو مِرگ جیوں — بھیڑ پئی چِت اور نہ آنی
چرن کمل بل بھنور جیوں — سُکھ سمپٹ وچ رین وہانی
گُر اُپدیش نہ وِسرے — بابیہا جیوں آکھ وکھانی
گُرمکھ سُکھ پھل پرم رس — سہج سمادھ سادھ سنگ جانی
گورو ارجن وڈوں قربانی

مختصر مطلب:- اس وار کے اندر بھائی گورداس جی نے شری گوروارجن دیوجی کی قلبی حالت کو بیان کرتے ہوئے مین، پتنگ، مرگ، بھنور اور بابیہا کے پانچ درشٹانت دیئے ہیں۔ مطلب اُن کا یہ ہے کہ جیسے مچھلی آدی جیو اپنے اپنے وشے میں نمگن ہو کر اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں ویسے ہی گوروارجن بھی ان کی طرح اپنے اشٹ پرماتما میں نمگن ہو کر آخر اسی کے اندر ہی سما گئے وہ مین کی مانند آتم سمندر میں پتنگے کی طرح پرماتم جیوتی میں مرگ کے سمان شبد سُرت کی لو میں بھنور کی طرح چرن کمل میں اور بابیہا کی مانند گور اُپدیش میں ابھید ہو کر گم ہو گئے۔ اُنہوں نے پرماتم رس میں سہج سمادھی اور سکھ روپ پھل پایا۔ اتاہ میں اُن گوروارجن پر قربان جاتا ہوں۔"

اسی طرح گورو گرنتھ کے آخر میں متھرا نامی بھٹ نے بھی گوروارجن دیوجی مہاراج کی ثنا میں یہ نیچے کے دو سوئیے اُچارن کئے ہیں وہ بھی غور طلب ہیں۔

متھرا جن کو پربھ دین دیال ہے اسنگت سرشٹ نہال کری
رام داس گورو جگ تارن کو گُر جوتی ارجن ماہیں دھری
ایہہ پدھتی تے مت چوکیں رے من بھید وبھید نہ جانوں بیو
پرتچھ ردے گورو ارجن کے ہر پورن برہم نواس بیو

(۲)

تت وچار یہی متھرا جگ تارن کو اوتار بنائیو
جپیو جن ارجن دیو گورو پھر سنکٹ جون گربھ نہ آئیو
دھرن گگن نو کھنڈ میں جوت سروپی رہیو بھر!
بھن متھرا کچھ بھید نہیں گورو ارجن پرتکھ ہر

گورو گرنتھ صاحب کی سماپتی پر جہاں بھٹوں نے گورو نانک، گورو رام داس اور گوروارجن کی اُستتی کی ہے وہاں یہ اوپر کے دو نو سوئیے گورو ارجن کی ثنا میں متھرا نامی بھٹ نے کہے ہیں۔ جس طرح ہم پرانوں کے اندر وید اُستتی سُنتے ہیں کہ پرتھوی کا بھار اُتر جانے کے بعد چاروں وید مورتی مان ہو کر آئے اور بھگوان رام اور بھگوان کرشن کی استتی کی ٹھیک اُسی طرح ہی وہی بھاؤ لئے ہوئے بھٹوں نے گورو نانک آدی گوروؤں کی استتی کی ہے۔ دیکھئے مندرجہ بالا دو نو سوئیے گورو ارجن کے عین ایشور ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ اس میں شک مطلق نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دھرم پر جان تک قربان کرنے کا عملی سبق جو گوروارجن نے سکھلایا ہے یا ایسے کڑے حالات میں اپنے من کو مار کر شانتی کا اُپدیش اور اس کی شکھشا جو گوروارجن نے جنتا کو دی ہے اُس کے سدرش دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔

गगनं गगनाकारो सागरः सागरएव ।
गुरोरीश्वरयो महिमा गरोरीश्वरयोरेव ॥

یعنی جیسے گگن (آکاش) گگن کے ہی تُلیہ ہے اور ساگر (سمندر) ساگر کے ہی ویسے ہی گورو اور ایشور کی مہماں گورو اور ایشور کے ہی تُلیہ ہے (اس کے اندر کوئی دوسری مثال نہیں)

ویدانت آچاریہ جگت گورو شنکر آچاریہ کے بعد گورو نانک ہی بھگتی پنتھ کے پرورشک بھگتی کے آچاریہ مانے جاتے ہیں یہ ہمارا اپنا زاویہ نگاہ بھی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ جگت کے کلیان کے لئے ایک ہی "گورو نانک سپرٹ" دس گوروؤں کے روپ میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہی ہے اس لئے بھی اس میں شک کی گنجائش نہیں۔ باقی یہ امر بھی نفس الواقع عین صحیح ہے کہ وہ ہی ایک "گورو نانک جیوتی" یکے بعد دیگرے ہیں اپنے مکمل کمال کے ساتھ پرگٹ ہوئی تھی جیسے پہلے گورو نانک آکار میں پھر گوروارجن کے لباس

ہیں اور آخر گورو گوبند کے رُوپ میں۔ چنانچہ اِن اِن سے جو کارہائے نمایاں ظاہر ہوئے اُن کے اندر وہ اپنی مثال آپ ہی رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اِن تینوں مہا ویکتیوں کی تصنیف سے جو "گورو گرنتھ" اور "دشم گرنتھ" میں درج ہے اُن کے پُوران پرمیشور سروپ ہونے کی مکمل تصدیق ہوتی ہے کیونکہ ایسے وِشال گرنتھوں کی رچنا کسی ساد ھارن مانو کا کام نہیں اور یہ امر فی الحقیقت درست ہے کہ ایسی بھگتی رس کی بانی دُنیا کے تختے پہ موجود نہیں۔ جنہوں نے اس کا بغور مطالعہ کیا ہے اور جو اس کی ماہیت کو جانتے اور سمجھتے ہیں وہ یقیناً اس بات کی داد دیں گے ورنہ وہ جن کا محض اس کے پاٹھ ماتر سے ہی پریوجن ہے وہ کیا جانتے ہیں کہ اس کے اندر کن قیمتی رتنوں کو گشتعن کر کے رکھا گیا ہے۔ راقم الحروف نے گیتا اور اُپنشد آدی دیگر سنسکرت بھاشیہ گرنتھوں کا مطالعہ برسوں کیا ہے اس وجہ سے کچھ کچھ اس کی بزرگی اور عظمت کو سمجھنے لگا ہوں۔ بڑے بڑے پنڈت اور اُداسی مہاتماؤں نے تو اسے "پنچم وید" کے نام سے نامزد کیا ہے اور یہ صحیح ہے کہ جملہ ویدوں اور اُن کا تَتو اس کے اندر عین سرل بھاشا اور مدھر کویتا کے رُوپ میں گورو نانک اور گورو ارجن نے رکھ دیا ہے۔ اگر کوئی رمز شناس ہو گا تو یقیناً اس میں چھپے ہوئے تتو کو پرگٹ پائے گا۔ راقم پر تو ان کی بانی کا خاصہ اثر ہوا ہے چنانچہ اسی آدھار پہ یہ چند سطور ان گوروؤں کی تعریف میں لکھی ہیں۔ اغلب ہے کسی ادم پیارے کے کام میں آ جاویں اور اُسے گوربانی سے پریم پیدا ہو جائے اور ہمارا پریتن سپھل ہو۔ لیکن یہ سب کریڈٹ پُوجیہ گوروؤں کو ہے ہمارے اندر کچھ نہیں۔

اب آیئے سب مل کر گورو اُستتی میں یہ پنجابی کا ایک بھجن گایا کریں۔

دھارنا۔ دھن گُورو نانک تُوں، دھن گُورو ارجن تُوں

عرشی تُوں ہیں فرشی تُوں ہیں برہم آتم واسی بھی تُوں ہیں سب وچ رہندا تُوں

دھن گُورو نانک تُوں دھن گورو ارجن تُوں

ہر ہردے وچ تُوں پیا وسّے تُوں پیا دِسّے بھید وسّے تُوں پیا دسّے تُوں

دھن گورو نانک تُوں دھن گورو ارجن تُوں

میری میں وچ وس جا آ کے دسّائیں تاں وس جا آ کے میری کھس لے ہوں

دھن گورو نانک تُوں دھن گورو ارجن تُوں

میں وچ وس جا میں وچ وس جا وس جا وس جا وس جا وس جا بیٹھ جا میں نہ رہاں رہو تُوں!

دھن گورو نانک تُوں دھن گورو ارجن تُوں

آخر میں ہم اپنی اس کرتی کو سماپت کرتے ہوئے اسے گورو ارجن کے چرن کملوں میں بطور شردھانجلی بھینٹ کرتے ہیں اور استدعا اس بات کی کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اپنے بھگوت چرنوں کی بھگتی پردان کریں تاکہ ہمارا یہ مانو جنم سپھل ہو۔

(ادم شم)

شری گورو
چرن کملے
ارپنم استو

از شری اُمرناتھ جی دیوانہ

انعامی نظم

شانت مئی دا سبق سکھاں والے

یہ نظم شانت مئی کے دیا تری گورو ارجن دیو جی مہاراج کے شہیدی دن منانے کے وقت پڑھی گئی اور انعام حاصل کیا گیا

لِکھن لگیاں آہ! قلم دی جیب سُکّی — کیوں کہ گرمی نے اَت سی چائی ہوئی
اُف اُف کرکے دکی پکار اُس کہے — اُتوں لُو سی حد ہنگائی ہوئی
سُورج ہتھیار سے تا تا کیے تے — تابے دا اگ سی دھرتی ہمائی ہوئی
چندو نال رُلکے جاندے کدے دیکھے — ارجن دیو ستگور نیوی پائی ہوئی

صدق دھیر گمبھیر تا قدم چُمدے آئیے ساتھ ہی ساتھ نبھاں والے
پُچھ دجدی محل وچہ چرن پایا، شانت مئی دا سبق سکھاں والے

ارجن من جا اجے دی گل میری — نہیں تے تیرا ایہہ وڈا قصور ہوسی
میرے قہر اگے مددگار تیرا — نہ کوئی پاس ہوسی نہ کوئی دُور ہوسی
تیری اَج ہی اَلکھ مکا دیاں گا — بھلا دِل وچہ تیرے غرور ہوسی
سُولی گڈ کے سر دربار دیکھن! — تیرے نال دی وانگ منصور ہوسی

میرا حکم عدولنا نہیں سو کدا کتھوں سندّاں مئیں تینوں سمجھان والے
اُتوں ہنس کے سُخن اُچاردے نے شانت مئی دا سبق سکھان والے

چندو دُکھ دسے دے دِل دی ڈلچ لاہ تیے — اُساں آکھنا تینوں زبانی کی اے
اسے پر سکھ ہوکے جیہڑا این منے — دھرگ کار اس دی زندگانی کی اے
جیہڑا موت نُوں ویکھ کے ہسدا نہیں — اوہ منے سکھے دی پیڑ ونڈانی کی اے
اُنہاں ہو رہیاں مان گمان اندر — تُوں کی جاننا ہوندی قربانی کی اے

خُون سِنج اوکراں گا بیر بیدا سُخن آکھ کے توڑ نبھان والے
اک مئیں نہیں کئی کروڑ ہوسن شانت مئی دا سبق سکھان والے

سِرڑ دی لوہ تے اُبلدی دیگ اندر — دُکھ جھلدا ماہے مُنیر پھردا
تتی ریت پیندی ویکھ سیس اُتے — کسے اَلڑ دے سینے وچہ چیر پھردا
اُتیا چار نہ ویکھ سہار سکیا — غُصّے نال بھریا میاں میر پھردا
ایڈے دُکھ تہئے کیوں جھل رہیا اے — جیہڑا دُنیاں دی بنھی تقدیر پھردا

ہتھنے دِلّی لاہور بیٹکا دیواں ہوندے کون ایہہ تینوں ستان والے!
ٹھکدے پیر نُوں ٹھنڈ ٹھنڈا کار کیتا، شانت مئی دا سبق سکھان والے

از قلم سنت بھگوان سنگھ جی

شری گورو امرداس جی کا شانت مئی

پوِتر اپدیش

گورو انگد جی نے شری امرداس جی کی سیوا پرشاد ہو کر گوریائی کی گدی اُن کو دے دی. کیونکہ گوریائی کی گدی پر وہی بیٹھ سکتا ہے جو اس مقدس تخت کے قابل ہوتا ہے. اس وقت شری گورو امرداس جی کی آیو ۷۴ برس کی تھی.

مسلمان لوگ جو گوئندوال میں رہتے تھے سکھ سیوکوں کے ساتھ سخت دوروِدھ رکھتے تھے اور جل بھرتے وقت مسلمان لڑکے گولیلے مار کر گھڑے توڑ دیتے تھے. سکھ سیوکوں نے شری گورو امرداس جی کے دربار میں فریاد کی تو گورو جی کا بچن ہُوا کہ تم اب گھڑوں کی بجائے گاگروں میں جل بھر لایا کرو. اُن پر بھی مسلمان لڑکے پتھر مارنے سے نہ ٹلے. دوبارہ دربار میں سکھ سیوک فریادی ہوئے. مگر گورو جی نے کِرودھ نہ کیا بلکہ سکھ سیوکوں کو سمجھایا کہ بُروں سے بھی بھلائی کرنی چاہیئے. جہاں کھما ہے وہاں پر ماتما ہے یعنی برداشت کرنے کے برابر اور کوئی تپ نہیں ہے.

یہ مقدس اُپدیش سُن کر سکھ سیوک خاموش ہو گئے. قدرت سے ایسا کارن درپیش ہُوا کہ اندھیری شب میں پٹھان لوگوں کا لشکر گوئندوال میں آ کر اُترا اور اُن کی دو نوں خچریں خزانہ سے لدی ہوئی گم ہو گئیں اور اُن مسلمان لوگوں نے اپنے گھروں میں لے جا کر باندھ لیں. پٹھان لوگ تلاش کے لئے گلی کوچوں میں پھرنے لگے. پٹھانوں کی آواز سُن کر خچریں فوراً بول اُٹھیں جس پر اُنہوں نے مسلمان لوگوں کے گھر لُوٹ لئے اور بچوں سمیت مسلمانوں کو قتل کر ڈالا.

اسی طرح نیک آچرن سے گورو امرداس جی کی پرتبھا اور مہما پھیلی اور جابجا لِنگر وکیرتی ہونے لگی اور بکثرت مایا ان کی بھینٹ میں آنی شروع ہوئی تو گورو انگد جی کے فرزند داتو کے دل میں لوبھ و کرودھ کی اگنی بھڑکی اور داتو جی گورو امرداس جی سے گوریائی گدی چھیننے کے لئے گوئندوال میں پہنچے. دیوان سجا ہُوا تھا. سنگت بیشمار اکٹر تھی. پوتر اُپدیش ہو رہا تھا اور گورو امرداس جی سنگھاسن پر براجمان تھے. پچھلی جانب سے آ کر داتو نے گورو امرداس جی کو لات مار کر نیچے گرا دیا اور کہنے لگا کہ "یہ میرے پتا جی کی گدی ہے اس پر تم مت بیٹھو."

شری گورو امرداس جی شانتی پُورک تت کال داتو جی کے چرن دبانے لگ پڑے اور کہنے لگے "آپ میرے ست گورو کے فرزند ہو. آپ کے چرنوں کو چوٹ لگی ہے اور درد ہُوا ہوگا. جو میرا شریر بجر سا تھا آپ نے اچھا کیا ہے جو مجھے ڈنڈ دیا ہے."

یہ حالت دیکھ کر سب سیوک سکھ مائی بھائی داتو جی کو بُرا بھلا کہنے لگ پڑے مگر گورو جی نے فرمایا کہ داتو جی میرے ستگورو کے فرزند ہیں ان کے بغیر ہم کو کون شکھشا دیوے.

پس اس روز کی تمام مایا و آمدنی خچر پر لدوا کر داتو کو دے دی تا کہ اس کو شانتی آوے مگر راستہ میں چوروں نے وہ تمام کی تمام مایا لُوٹ لی اور داتو کی سخت بدنامی ہوئی نیز اُسی لات میں تمام عمر اُن کو درد رہا اور پھر وہ درد شری گورو واہگورو جی کی کرپا سے دُور ہُوا.

اِتنے عظیم و مقدس سنگھاسن کو حاصل کر کے پھر شانتی کو دھارن کرنا تمام جنتا کے لئے کتنی بھاری پوتر شکھشا ہے. سچ ہے ایسی دُرلبھ ہستی کے آنے پر طالبان حق کو شانتی کی بے بہا نعمت پراپت ہوتی ہے اور مُکتی کا سادھن پیدا کرتی ہے.

(ادم شم)

از شری مرحوم مورتی جی

نوائے مومن

جو کامل ہوش آئے دِل سراپا ہوش ہو جائے
جہاں موجِ سرورِ ذات میں رُو پوش ہو جائے

نظر اُس کی تجلّی سے جو ہم آغوش ہو جائے
تو جس شے پر پڑے وُہ بے نیازِ ہوش ہو جائے

ترے ہی نُور سے روشن چراغِ بزمِ ہستی ہے
جو تُو چاہے تو شمعِ زندگی خاموش ہو جائے

کرامت کر کچھ ایسی اپنے مستوں کو عطا یا رَبّ
جو اُن سے ہوش کی پُوچھے وہی مدہوش ہو جائے

وُہ دِل کیا؟ جو بلندی سے ہو پستی کی طرف مائل
وُہ سر ہی کیا؟ جو جیتے جی وبالِ دوش ہو جائے

ترے نقشِ قدم ہی پھول بن کر کھل گئے ہونگے
وگرنہ خاک کیا معنی چمن بر دوش ہو جائے

غضب کی چیز ہے! مستی محبت کی معاذ اللہ!
کہ پیرِ میکدہ بھی بے پیئے مدہوش ہو جائے

ہے موجِ ذات سے میری ظہورِ کثرتِ عالم
ابھی مستی سے کروٹ لُوں جہاں روپوش ہو جائے

ہزاروں انقلاباتِ جہاں ہیں چشمِ ساقی میں!
کسی کو کیا خبر؟ کب جُنبشِ خاموش ہو جائے

چُھپاتے ہیں وہ مومن! اِس لئے روئے منوّر کو
اُنہیں ڈر ہے نہ کوئی دیکھ کر بے ہوش ہو جائے

از :- گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر ادیب دہلی

موہن!

کسی چھوٹے سے گاؤں میں ایک بیوہ براہمنی رہا کرتی تھی۔ وہ نہایت غریب تھی۔ اس کا ایک کمسن بیٹے کے علاوہ اور کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ براہمنی کو دو چار شریف گھرانوں میں سے بھیک مانگ کر جو کچھ مل جاتا اُسی سے اپنا اور اپنے لختِ جگر کا پیٹ بھرتی۔ کسی دن اگر بہت ہی کم بھیک ملتی تو براہمنی خود بھوکی رہ کر سب کچھ بچے کو ہی کھلا دیتی اور اسے چھاتی سے لگا کر صبر و قناعت سے سو جاتی۔

گاؤں میں خوشحال لوگوں کی کمی نہ تھی لیکن غریب بے کس بیوہ کا کسی کو بھی خیال نہ تھا۔ محلوں میں رہنے والے امیروں کو اناپ شناپ چیزیں پیٹ میں ٹھونستے رہنے کے باعث اکثر بدہضمی کی شکایت رہتی تھی۔ لیکن غریب کی طرف ان کی توجہ کیوں مبذول ہونے لگی۔ دُنیا میں کتنے ہی بے کس اور غریب زن و مرد بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں ان کی حالت پر کون رحم کرتا ہے؟

لیکن بیکسوں کے والی خود بھگوان ہوتے ہیں۔ براہمنی کے لڑکے کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ ایک براہمن بچے کے لئے تعلیم ضروری ہے لیکن اس کی کیا تدبیر ہو۔ براہمنی کے اپنے گاؤں کے لوگ تو رحم و ہمدردی کے وصف سے عاری تھے لہٰذا اس بیچاری نے ایک پڑوس کے گاؤں میں اپنے نورِ نظر کو تعلیم دلوانے کا انتظام کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک دن وہ اسے ساتھ لے کر دوسرے گاؤں کے گوروجی کے پاس جا کر رونے لگی۔ گوروجی کو دیا آ گئی۔ انہوں نے بچے کو پڑھانا منظور کر لیا۔

موہن پڑھنے کے لئے جانے لگا۔ گاؤں دو کوس کے فاصلے پر تھا لیکن ایک غریب لڑکے کے لئے سواری کا کون انتظام کرتا۔ اگرچہ اُن دنوں میں ودیارتھی لڑکے عام طور پر گوروجی کے ہاں ہی قیام پذیر ہو جایا کرتے تھے۔ موہن کو ہر روز پیدل چل کر آنا جانا پڑتا تھا۔ کیونکہ ایک تو اُس کی ماں لمحہ بھر کے لئے اس کی جُدائی گوارا نہ کر سکتی تھی۔

راستے میں ایک سنسان جنگل پڑتا تھا۔ موہن کو اسی میں ہو کر جانا پڑتا تھا۔ صبح سے شام تک پڑھنے کے بعد جب وہ واپس لوٹتا تو تاریکی بہت بڑھ جاتی۔ لہٰذا اُسے جنگل میں سے گذرتے ہوئے بہت ڈر لگتا۔

ایک دن گورو کے گھر میں کوئی تقریب تھی اس لئے موہن کو وہاں سے لوٹنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ اندھیری رات کی وجہ سے جنگل میں تاریکی کا تسلط ہو گیا تھا۔ معصوم بچہ خوف سے سہم گیا۔ جنگلی جانوروں اور گیدڑوں کی آوازیں سُن کر وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ ماں بھی بے قرار ہو کر اس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ جونہی اپنے لال پر نظر پڑی فوراً گود میں اُٹھا کر گھر لے آئی۔

جب موہن کے حواس بجا ہوئے تو اُس نے ماں سے کہا "ماتا جی! مجھے ہر روز شام کی تاریکی میں جنگل میں سے گذرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ اگر آج تُو نہ پہنچتی تو نہ معلوم میرا کیا حشر ہوتا دوسرے لڑکوں کی نگہبانی کے لئے ان کے نوکر ہمراہ رہتے ہیں۔ کیا میرے لئے کوئی بھی نوکر نہیں ملے گا؟"

بچے کی معصومانہ گفتگو سُن کر اپنی مفلسی کا خیال آتے ہی براہمنی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور بولی۔ "بیٹا! اپنے مصائب کی

داستان تجھے کیا سُناؤں ہم لوگ نہایت غریب ہیں نوکر رکھنے کا مقدور کہاں۔"

ماں کی آبدیدہ حالت دیکھ کر موہن بھی رو پڑا اور بولا۔ "ماتا! تُو روتی کیوں ہے کیا ہمارا اس دُنیا میں کوئی بھی نہیں؟"

موہن کا یہ سوال سُن کر براہمنی سناٹے میں آگئی۔ اُس کے پاؤں تلے سے زمین گویا کھسکنے لگی۔ عنانِ صبر ہاتھ سے چھوٹنے لگی لیکن اُسے فوراً ہی خیال آگیا کہ ایشور تو اناتھوں کے ناتھ ہیں، کیا وہ ہمارے نہیں ہیں؟ یہ سوچتے ہی اس کا دل مضبوط ہو گیا۔ آنسو یک دم تھم گئے۔ بولی — "بیٹا! ہیں کیوں نہیں، ضرور ہیں۔ گوپال خود ہیں۔"

بچہ بولا — "ماں! گوپال میرے کیا لگتے ہیں؟"

مامتا کی ماری ماں کے مُنہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ "بیٹا! وہ تمہارے بڑے بھائی ہیں۔"

بچے نے پُوچھا کہ "وہ رہتے کہاں ہیں؟ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

براہمنی کا دل ایشور پریم میں مگن ہو رہا تھا جب انسان ہر طرف سے مایوس ہو کر بھگوان کی شرن میں آتا ہے تو اسے فی الفور سہارا مل جاتا ہے۔ وہ یکدم طاقتور، تیز فہم، باحوصلہ اور پُرجلال ہو جاتا ہے پس براہمنی ایک پُرعظمت لہجہ میں بول اُٹھی کہ — "بیٹا! تیرا گوپال ہر جگہ موجود ہے۔ خشکی و تری، آگ، پانی، زمین و آسمان، سب جگہ اس کا مکان ہے، کوئی بھی جگہ اس سے خالی نہیں۔ لیکن اس کا درشن آسان نہیں ہے ؎

ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں!
گیان سادھن کے بنا اس کو کوئی پاتا نہیں

اس سے ملنے کے لئے دل کی تڑپ اور طبیعت کی انتہا حد سے بے قراری ایک ضروری امر ہے۔

ایک دفعہ مندرابن میں گوال بال اس کے درشن کے لئے بے تاب ہوئے اور ان کو درشن ہو گیا۔ پانچ سال کے بچے دھرو نے بھی اپنی بھگتی کی کشش سے اسے بُلا لیا۔ جو کوئی اسے ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے ہمیشہ کے لئے اس کا ہو رہتا ہے۔"

موہن نے پُوچھا کہ "ماتا جی! کیا مجھے بھی کبھی گوپال بھائی کے درشن ہو سکتے ہیں۔ مجھے اس کے بُلانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے؟"

براہمنی نے ایک غیر متزلزل اعتقاد کے ساتھ جواب دیا کہ "میرے بھولے بھالے بچے! جس جنگل میں سے تُو گزرتا ہے اُسی جنگل میں تیرا گوپال بھائی رہتا ہے۔ اُسے سچے دل سے پکارا گیا تو وہ ضرور آموجود ہو گا۔"

صاف باطن بچے نے دوسرے دن جنگل میں داخل ہوتے ہی پکارا — "گوپال بھیا! گوپال بھیا!! تم کہاں رہتے ہو۔ آؤ مجھے ڈر لگتا ہے" — یہ کہتے ہی اُس کے کان میں اسے ایک آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی کہ "میں یہاں ہوں۔ آ رہا ہوں۔"

یہ آواز سُنتے ہی بچے کے دل کو ڈھارس بندھ گئی اور اس کا خوف و خطر کافور ہو گیا۔

تھوڑی ہی دُور چلنے پر اُسے اپنا ہم عمر ایک نہایت ہی خوبصورت اور دلفریب لڑکا اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ جو کہ آناً فاناً اس سے بغلگیر ہو کر اس کے ساتھ کھیلنے لگ گیا اور یہ بھگوان شیام سُندر ہی تھے۔ جنہیں موہن نے اپنا گوپال بھائی سمجھ کر ایک ناقابلِ بیان مسرت کا احساس کیا۔

گھر آکر موہن نے اپنی ماں سے یہ سارا حال کہہ سنایا۔ براہمنی پہ رقت طاری ہو گئی۔ روتے روتے سوچا کہ جس دیالو بھگوان نے ننھے بچے دھرو کو درشن دیا تھا وہی میرے بچے کی پکار پہ پگھل گئے ہوں تو کیا تعجب ہے؟ یہ سوچ کر وہ ایک گہرے آنند میں مگن ہو گئی۔

کچھ عرصہ بعد گورو جی کا باپ سورگباش ہو گیا۔ اُس کے شرادھ وغیرہ کے لئے حسبِ رواج ودیارتھی بچوں نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق کچھ نہ کچھ گورو جی کے آگے بطور نذرانہ پیش کیا۔ یہ حال دیکھ کر موہن نے بھی عرض کی کہ "ہے دین دیال! مجھے بھی کچھ لانے کی آگیا دیجئے۔"

گورو جی نے اس کی ماں کی مفلسی کا خیال کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ "بیٹا! تجھے کچھ بھی نہیں لانا ہو گا" لیکن جب بچے نے بہت اصرار کیا تو ناچار انہوں نے کہہ دیا کہ "بیٹا! ایک لوٹا دودھ لے آنا۔"

موہن خوش ہو گیا۔ گھر آکر ماں سے بولا کہ گورو جی کے پتا کے شرادھ کے لئے آج سب ودیارتھی کچھ نہ کچھ "بھینٹ" لائے

تھے اور مجھے صرف ایک لوٹا دودھ لانے کی آ گیا ہوئی ہے کل شرادھ ہو گا۔ اس لئے کچھ دودھ ضرور خرید لانا۔ براہمنی کا گھر تو افلاس کا مسکن تھا بولی — "بیٹا! یہاں تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ دودھ کہاں سے لاؤں۔ مانگ کر لانے کے لئے لٹیا تک بھی تو گھر میں نہیں۔"

موہن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلی اور بولا۔ "پھر اب کیا کیا جائے؟"

براہمنی نے کہا — "بیٹا! گوپال بھائی سے کہنا وہ ضرور ہی کوئی پربندھ کر دیگا۔"

موہن خوش ہو گیا۔ علے الصبح گورو جی کے ہاں جاتے ہوئے جنگل میں حسب معمول جونہی اُسے گوپال بھائی ملے۔ اُس نے جھٹ کہہ دیا کہ بھائی! ہمارے گورو جی کے پتا۔ کا شرادھ ہے اس کے لئے ایک لوٹا دودھ درکار ہے۔ نہیں بھیا! مجھے ایک لوٹا دودھ لا دو۔"

گوپال بڑے پیار سے بولے۔ "بھائی مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ اس لئے یہ دیکھو یہ دودھ کا لوٹا ساتھ ہی لے آیا ہوں۔ اسے لے جاؤ۔"

موہن نے لوٹا لے لیا۔ اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی گویا کہ اسے جواہرات کا خزانہ مل گیا۔

وہ ہنستا ہنستا دودھ کا لوٹا لئے گورو جی کے پاس جا پہنچا۔ وہاں دوسرے بچے اپنے اپنے تحفے جو کہ ایک سے ایک بڑھ کر تھے۔ لائے ہوئے تھے جنہیں گورو جی کے نوکر ان کے آگے باری باری سے پیش کرتے ہوئے الگ الگ رکھ رہے تھے۔ موہن کے لوٹے کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ کی۔ بچے نے غمزدہ ہو کر گورو جی سے کہا "مہاراج! میں بھی دودھ لایا ہوں۔"

گورو جی عمدہ عمدہ چیزوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے انہوں نے موہن کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ سچ ہے غریبوں کی باتیں کون سنتا ہے اور اُن کے لائے ہوئے غریبانہ تحفوں کی طرف کون آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہے۔ جب موہن نے بار بار پکار کر گورو جی کی توجہ اپنی طرف پھیری تب گورو جی نے جھنجھلا کر ایک نوکر سے کہا کہ دیکھو یہ لڑکا ذرا سی چیز پر کیسا شور مچا رہا ہے گویا ہمارے لئے

مُہروں کی تھیلی لے آیا ہے۔ دودھ کسی برتن میں ڈلوا لو اور ہٹاؤ اس آفت کو ایک طرف۔"

اس بے عزتی سے بچے کے چہرے پر اُداسی سی چھا گئی بیچارہ کیا کرتا بے اختیار رونے لگا۔

بھگوان کی لیلا کا انت کون پا سکتا ہے انہیں معصوم بچے کی گریہ وزاری نے فوراً اپنی طرف مائل کر لیا۔ نوکر اس دودھ کو ایک کٹورے میں اُنڈیلنے لگا۔ کٹورہ تو بھر گیا مگر دودھ ختم نہ ہوا۔ اس نے ایک گلاس اُٹھایا وہ بھی بھر گیا اور دودھ جوں کا توں ہی رہا۔ پھر ایک بالٹی میں ڈالنا شروع کیا وہ بھی بھر گیا۔ لیکن دودھ ختم نہ ہوا۔ تب تو نوکر بہت گھبرایا اور اُس نے گورو کے پاس جا کر تمام حال کہہ سنایا۔

شرادھ کے لئے بہت سے عالم فاضل براہمن جمع تھے۔ اس تعجب خیز واقعہ کو سن کر سب دوڑے آئے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی لٹیا دودھ سے بھری ہے پاس ہی کئی ایک برتنوں میں دودھ چھلک رہا ہے۔

گورو جی نے نوکر سے کہا "ذرا میرے سامنے بھی تو ڈالو۔"

نوکر نے ایک دوسرے برتن میں لٹیا کا دودھ اُنڈیلنا شروع کیا۔ برتن بھر گیا لیکن لٹیا خالی نہ ہوئی۔ پھر اس سے بھی ایک بڑا برتن رکھا گیا۔ وہ بھی چشم زدن میں بھر گیا اور دودھ جوں کا توں ہی رہا۔

تب تو گورو مہاراج اور براہمن منڈلی کی حیرانی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ گورو جی نے پوچھا — "بیٹا! تُو دودھ کہاں سے لایا تھا؟" بچے نے معصومانہ انداز سے جواب دیا کہ "میرا گوپال بھائی جنگل میں رہتا ہے اُس نے دیا تھا۔"

گورو نے پوچھا — "گوپال کون ہے؟"

موہن بولا — "میرا بھائی ہے۔ میری ماں نے کہا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو اُس سے مانگ لیا کرو۔ وہ دینوں کا ناتھ ہے۔ جب کوئی بے چین ہو کر اُسے پکارتا ہے وہ جھٹ آ جاتا ہے اور اس کی اچھیا پوری کرتا ہے۔"

بالک کی بات سن کر گورو نے اُسے چھاتی سے لگا لیا جس لڑکے کو پہلے حقیر سمجھا جاتا تھا وہی اب قابل تعظیم ہو گیا۔ سچ ہے

جو بھگوان کا پیارا ہو جاتا ہے وہ سارے جگت کی آنکھوں کا تارا ہو جاتا ہے۔

براہمن منڈلی بھوجن کرنے کے لئے بیٹھی۔ آج شرادھ کے بھوجن میں موہن کے لائے ہوئے دودھ کی کھیر بھی شامل تھی۔ براہمن جوں جوں کھاتے تھے اُن کا اشتیاق بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ ایک نرالا ہی مزا آتا تھا۔ بھگوان کے پرشاد کی برابری بھلا کونسی نعمت کر سکتی ہے؟ براہمنوں کی جنم جنمانتروں کی بھوک دُور ہو گئی۔ ان کا بیڑا پار ہو گیا۔ وہ نہایت خوش و خرم ہو کر موہن کو آشیرواد دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

آخیر میں وہی بھوجن موہن اور دوسرے لڑکوں نے بھی کھایا جب سب لڑکے چلے گئے تو گورو جی نے موہن سے کہا۔ کہ "بیٹا! آج مجھے بھی ساتھ لے جا کر اپنے گوپال بھائی کے درشن کرا دے۔"

موہن گورو جی کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جب جنگل میں پہنچے تو موہن نے "گوپال بھیا! گوپال بھیا!" کہہ کر پکارا۔ آواز آئی کہ "موہن! تم اب اکیلے نہیں ہو۔ میں نہیں آؤں گا۔"

موہن نے کہا — "بھائی! میرے ساتھ گورو جی ہیں وہ تمہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

معصوم بھگت کی معصومانہ التماس کو سن کر شیام سُندر فوراً پرگٹ ہو گئے۔ انہیں دیکھتے ہی موہن گورو جی سے بولا "وہ دیکھو میرا گوپال بھائی کتنا سُندر ہے!"

گورو جی کو سوائے ایک متحیر کُن روشنی کے اور کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے کہا۔ "کہاں ہے؟ مجھے تو اس اُجالے کے سوائے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔"

موہن نے پکارا کہ "گوپال بھائی یہ کیا تماشہ کر رہے ہو؟"

جواب ملا کہ "بھائی! میں تو تمہارے پاس آتا ہوں اس لئے کہ تمہارا من پوتر ہے اس میں پریم بھرا ہے تمہاری بھگتی مکمل ہو گئی ہے لیکن تمہارے گورو ابھی تک درشن کے حقدار نہیں ہوئے۔ جس قدر پرکاش انہوں نے دیکھا ہے وہی اُن کے لئے کافی ہے۔ اسی سے ہی اُن کا کلیان ہو سکتا ہے"

یہ الفاظ گورو جی نے بھی سن لئے۔ اُن کی باطنی آنکھیں کھل گئیں۔ پریم کا سمندر موجزن ہو گیا۔ مسرت سے جھومتے ہوئے بول کر "اے ناتھ! تمہارے لاثانی پرکاش نے میرے من کا اندھیرا دور کر دیا اور تمہاری منوہر بانی نے مجھے سب سے اُتم پدوی پر پہنچا دیا۔ میرا مرتبہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا۔ اب میں اپنے دل میں تمہارا درشن کر رہا ہوں۔"

گورو جی کی یہ حالت دیکھ کر موہن مسکرا رہا تھا۔

آخر گورو جی پر بھی شیام سُندر کی کرپا ہوئی اور انہوں نے اسے ساکشات درشن دے کر نہال کر دیا۔

موہن کے ہمراہ گورو جی براہمنی کے پاس آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی گوپال بھائی موہن کی ماتا کی گود میں لیٹے اٹھکیلیاں کر رہے ہیں۔ گورو اور چیلا اس انوکھے نظارا کو دیکھ کر بادہ مسرت سے سرشار ہو گئے۔

"بولو ایشور پریم میں مگن ہوئے ہوئے موہن اس کی خوش قسمت ماں اور موہن کے گورو مہاراج کی جے"

(اوم شم)

از مہاتما اننت رام جی

خود ہر صورت میں آیا ہے

۱

جب عشق ظہورہ پایا ہے بے رنگی رنگ دکھایا ہے
ہر صورت بن کر آیا ہے نہیں اپنا آپ چھپایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۲

دلدار دل اندر بسدا ہے نہیں راز کسی کو دسدا ہے
جو ہر دم مفتوں اُسدا ہے اُسے وصل عطا فرمایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۳

ہر جا میں حسن نمائش ہے اک دید ہی یہاں دانش ہے
نہیں حاجت پھر تلاش ہے جب نورِ نظر کو پایا ہے

خود ہر صورت میں آیا ہے
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۴

دل خال چہرہ دلدار دا ہے یہ زیب نما رُخ یار دا ہے
ہر عارف یہی پکار دا ہے اس زیبا کر دکھلایا ہے

خود ہر صورت میں پایا ہے
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

۵

وُہ دلبر تجھ سے دُور نہیں! خود ظاہر ہے مستور نہیں
جز ہستی علم سُرور نہیں یہ جبتنا ٹھاٹھ رچایا ہے

خود ہر صورت میں پایا ہے
جس نقطہ غیر مٹایا ہے

دھرم راج یدھشٹر

دھرم راج یدھشٹر مہاراج پانڈو کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ پانڈو کے بڑے بھائی دھرت راشٹر جنم کے اندھے تھے اس لئے تختِ حکومت کے حقدار پانڈو ہی تھے۔ ان کا شریر کچھ روگی تھا لہٰذا وہ جنگل میں ہی رہنے لگے۔ ان کی عدم موجودگی میں کاروبار سلطنت وُدرجی کی سہایتا سے دھرت راشٹر ہی کرنے لگے۔ مہاراج پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔ کنتی اور مادھری۔ انہوں نے اپنے شوہر کے حکم سے دیوتاؤں کے دوارا ایک مافوق الفطرت طاقت کے اثر سے پانچ بیٹے پیدا کئے۔ جن کی مختصر کیفیت مندرجہ ذیل ہے:-

(۱) دھرم کے عنصر سے یدھشٹر

(۲) وایو دیوتا کے عنصر سے بھیم

(۳) اور دیوراج اندر کے انش سے کنتی کے بطن سے ارجن پیدا ہوئے۔

دوسری رانی مادھری کے بطن سے اشونی کماروں کے انش سے نکل اور سہدیو کا جنم ہوا۔ مہاراج پانڈو کی وفات کے بعد ان راجکماروں کو بھیشم پتامہ جی کے سپرد کیا گیا۔ بھیشم پتامہ دھرت راشٹر کے سو بیٹوں اور پانڈو کے ان پانچ بیٹوں کو درون آچاریہ سے تعلیم دلوانے لگے۔

دھرت راشٹر بوجہ نابینا ہونے کے سلطنت کے حقدار نہیں تھے۔ لہٰذا پانڈو کے بعد ان کے سب سے بڑے بیٹے دھرم راج یدھشٹر ہی حسب قاعدہ تختِ حکومت کے وارث قرار دیئے گئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے دھرت راشٹر کا بڑا بیٹا دُریودھن ان سے بچپن سے ہی کینہ رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حکومت کا حقدار میں ہی ہوں۔

اُس نے اپنے اندھے باپ دھرت راشٹر کو اپنی طرف کر لیا اور پانڈوؤں کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا۔

لیکن ساکھشات دھرم کے اوتار یدھشٹر اس قدر سختیاں سہتے ہوئے بھی اپنے دھرم سے کبھی متزلزل نہیں ہوئے۔ ان کا دُنیا بھر میں کوئی بھی دشمن نہیں تھا۔ اسی لئے اُن کا دوسرا نام اجات شترو بھی ہے۔ یدھشٹر بچپن سے ہی فطرتاً صلح کُل، رحم مجسم عفو کے مجسمہ، حلیمی و انکسار کے پتلے، راستباز، عالم، متحمل مزاج، نرم دل، بے خوف، پاک باطن، فیاض، قربانی کے دیوتا اور انصاف پرور تھے۔

بچپن سے ہی یہ عالم باعمل ہونے کی کوشش کرنے لگے اس بارے میں ایک روایت مشہور ہے کہ درون آچاریہ نے ایک دن اپنے وِدیارتھیوں کو سچ بولنے اور غصہ نہ کرنے کے متعلق ایک سبق پڑھایا۔ کسی نے کہا کہ ہم نے دس (۱۰) صفحے یاد کر لئے کوئی بولا۔ بیس (۲۰)۔

جب یدھشٹر سے پوچھا گیا تو یہ ڈرتے ڈرتے بولے۔ "میں نے صرف دو ہی قول یاد کئے ہیں سو وہ بھی ابھی کچے پکے ہی ہیں۔"

ان کے اس جواب کو سُن کر گوروجی کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے دو تین چھڑیاں زور زور سے ان کے لگا دیں۔ یہ چُپ چاپ کھڑے رہے۔ اس پر گوروجی کو بہت حیرانی ہوئی۔ وہ بولے "تم نے دو (۲) فقرے کونسے یاد کئے ہیں؟"

انہوں نے کہا کہ کرودھ نہ کرنا، دوسرا سچ بولنا جب آپ چھڑی سے مجھے مار رہے تھے اس وقت میرے دل میں تو غصہ آ رہا تھا۔ لیکن میں بار بار اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ کرودھ نہیں کرنا

چاہیئے۔"

اس طرح پر یدھشٹر نے جب اپنے دلی جذبات صاف صاف بیان کر دیئے اور کرودھ بھی نہ کیا تو گورو نے انہیں چھاتی سے لگایا اور کہا کہ "سچا علم تو تم نے ہی پڑھا ہے۔"

اُس زمانے میں راجاؤں میں جوا کھیلنے کا رواج تھا۔ ایک دفعہ دُریودھن نے دھوکا سے جُوئے میں اُن کا سب کچھ جیت لیا۔ یہاں تک کہ بھری سبھا میں دروپدی کو بھی دُریودھن نے بُری طرح بے عزت کیا۔ دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے یدھشٹر چُپ چاپ یہ سب کچھ سہتے رہے انہوں نے چوں تک بھی نہ کی۔

ہمیشہ یہ دھرم کی طرفداری کرتے تھے۔ دھرم کے خلاف جہاں بھی کوئی بات ہوتی تھی یہ اُس کی سخت مخالفت کیا کرتے تھے۔ دھرم ہی اُن کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ گدایدھ (گرُز کی جنگ) کے قاعدہ کے خلاف بھیم نے جب دُریودھن کی ران پر گرُز مار دیا تو آپ بڑے ناراض ہو کر راج چھوڑ کر جنگل میں جانے کو تیار ہو گئے۔ بھگوان کرشن جی کے بہت کچھ سمجھانے پر کہیں جا کر راضی ہوئے۔

جب یہ بن باس میں تھے تو دُریودھن انہیں مارنے کی نیت سے بن میں گیا۔ وہاں یکشوں نے اُسے باندھ لیا۔ بھیم اس بات سے بہت خوش ہوا لیکن دھرماتما یدھشٹر نے اپنے بھائیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ "یہ کونسی بات ہے جب ہم آپس میں لڑتے ہیں تو وہ سو بھائی ہیں اور ہم پانچ۔ اگر کوئی غیر شخص ہم میں سے کسی کے ساتھ لڑے تو ہم ایک سو پانچ بھائی ہیں۔ تم دُریودھن کو ابھی جا کر چھُڑا لاؤ۔"

پس اُن کے حکم سے ارجن نے فوراً جا کر یکشوں سے دُریودھن کو چھُڑا لایا۔

جنگل میں گھومتے ہوئے ایک دفعہ تمام بھائی پیاس سے بیتاب ہو گئے اور ایک بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ نکل جل ڈھونڈنے گیا۔ نزدیک ہی ایک تالاب ملا۔ اُس میں پانی پینے لگا تو ایک آواز آئی کہ "پہلے میرے سوالوں کا جواب دو تب پانی پیو۔"

لیکن نکل نے اس آواز کی کچھ پرواہ نہ کی اور پانی پیتے ہی بیہوش ہو گیا۔ یہی حالت سہدیو، بھیم اور ارجن کی ہوئی۔

آخرکار یدھشٹر آئے۔ انہوں نے یکش کے سب سوالوں کا معقول جواب دیا۔ تب یکش بولا "میں تم پر بہت خوش ہوں۔ چاروں بھائیوں میں سے جس کسی ایک کو تم کہو میں دوبارہ زندہ کر دوں۔"

یدھشٹر بولے "میرے سب سے چھوٹے بھائی نکل کو زندہ کر دیجئے۔"

یکش نے کہا "تمہیں کوروؤں سے لڑنا ہے بھیم اور ارجن جیسے یودھاؤں کو چھوڑ کر تم نکل کو کس مطلب سے زندہ کرنا چاہتے ہو؟"

یدھشٹر بولے "میرا کوئی ذاتی مطلب نہیں بلکہ صرف دھرم کے خیال سے ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ دھرم کا ناش کرنے والا خود نشٹ ہو جاتا ہے۔ میں دھرم نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میری دو مائیں ہیں کنتی اور مادھری۔ کنتی کا میں ایک بیٹا جی رہا ہوں۔ مادھری کا بھی ایک بیٹا جیتا رہے۔ تو دونوں مائیں صاحب اولاد رہیں گی۔ میں دونوں ماتاؤں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ انصاف پسندی سب سے افضل دھرم ہے۔"

یہ سُن کر یکش بہت خوش ہوا اور اس نے چاروں کو زندہ کر دیا اور بولا ——— "میں دھرم ہوں۔ تمہاری پریکشا کر رہا تھا۔ تمہیں دھنیہ باد ہے۔ تم اس امتحان میں پورے اترے ہو۔"

دھرم راج یدھشٹر کا تمام وقت دھرم کی بابت ہی غور و فکر کرتے رہنے میں گذرتا تھا۔ دھرم کے مقابلے میں یہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مہابھارت کی جنگ میں فتح پا کر یہ مہاراجہ ہو گئے لیکن راج کاج میں ان کا من نہ لگا اور آخرکار یہ تارک الدنیا ہو کر دروپدی اور اپنے چاروں بھائیوں کے ساتھ ہمالیہ میں گلنے کے لئے چلے گئے۔

جب یہ ہمالیہ پربت پر چڑھ رہے تھے تو سلسلہ وار دروپدی، بھیم، ارجن، نکل اور سہدیو یکے بعد دیگرے برف پر سے پھسل کر کھڈ میں جا گرے۔ انہوں نے پیچھے پھر کر بھی اُن کو نہیں دیکھا۔ ایک کُتا بھی ہمراہ تھا۔ وہ نہیں گرا۔

آخر کار دیوتاؤں کے راجہ اندر اپنا رتھ لے کر وہاں آئے اور بولے — "آپ اپنے دھرم کی برکت سے اس رتھ میں بیٹھ کر مع اس جسم خاکی کے سورگ کی طرف چلیں۔"

یدھشٹر نے کہا کہ "میں اپنے اس رفیق صادق کتے کو جس نے میرا آخر تک ساتھ نہیں چھوڑا، چھوڑ کر اکیلا ہی سورگ کو ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

دیوراج نے انہیں بہت سمجھایا کہ بھلا کتا جو کہ ایک ناپاک جانور ہے آپ کے ساتھ سورگ میں کیسے جا سکتا ہے۔

لیکن وہ اپنی بات پر بدستور اڑے رہے اور بولے کہ "میں نے دھرم کو کبھی خیرباد نہیں کہا۔ میں شرن میں آئے ہوئے کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔"

ان کی اس قدر شردھا کو دیکھ کر کتا اپنے اصلی روپ میں آگیا۔ دراصل کتے کے روپ میں بذاتِ خود دھرم راج ہی تھے وہ یدھشٹر کو اپنی گود میں اٹھا کر جسم سمیت سورگ میں لے گئے۔

بولو دھرم راج یدھشٹر کی جے۔

پیارے سجنو!

یدھشٹر مہاراج کے اس مختصر سے جیون چرتر کو پڑھ کر آشا ہے کہ آپ کے دلوں پر یہ بات بخوبی نقش ہو گئی ہو گی کہ دھرم ہی سب سے افضل و برتر چیز ہے اسے کسی حالت میں بھی خیرباد نہیں کہنا چاہیے۔

(ادم شم)

عملی جیون

اگر ہے جیون کی تجھ کو خواہش دھرم پہ تن من نثار کر دے
مثالِ تخم اپنی کھو دے ہستی جہاں کو رشکِ بہار کر دے

تجھے امارت کی گر طلب ہے لٹا دے دولت تو بیکسوں کو
مثالِ دریا جو پائے دیدے ملے گا مت انتظار کر دے

خودی میں نقصان ہے سراسر جو فائدہ ہے تو بیخودی میں
خدا سے ہی مانگ ناخدا بن کے تیرے بیڑے کو پار کر دے

یہ مانا ہے سخت آزمائش بچھا ہے مایا کا جال ہر سو
تو ودیا کا پڑھ کے اسمِ اعظم طلسم یہ تار تار کر دے

مٹایا چاہے جو دردِ دنیا تو صورتِ درد بن سراپا
کسی کے پاؤں میں خار ٹوٹے تو تیرا سینہ فگار کر دے

مثالِ بلبل نہ رو جہاں میں تو گل کی مانند خنداں زن ہو
کھل اور باغِ خزاں رسیدہ کو سرسبز لالہ زار کر دے

ستم سہے جا کرم کئے جا یہی تقاطر عمل رشی کا
اسی پہ عامل پریم تو ہو کہ حق تجھے کارگار کر دے

مہاراجہ رگھو اور کوتس رشی

سُورج بنسی خاندان میں جیسے اکشواکو اجمیڈھ ادھیراج بہت مشہور ہوئے ہیں۔ ویسے ہی مہاراجہ رگھو بھی بڑے مشہور شُورہبر، منبعِ فیض، دھرماتما اور کریم النفس حکمراں ہو گذرے ہیں۔ انہی کے نام سے رگھو ونش خاندان کی ابتدا اور شہرت ہوئی اسی وجہ سے بھگوان رام چندر جی رگھوبر، راگھو، راگھوپتی، رگھو بنس بھوشن، رگھوناتھ وغیرہ ناموں سے موسوم کیے جاتے ہیں راجہ رگھو بڑے دھرماتما تھے انہوں نے اپنی ہمت و شجاعت سے تمام دُنیا کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا تھا۔

یہ اپنی رعایا پر نہایت ہی مہربان تھے۔ اپنی رعایا سے لگان وغیرہ بھی بہت ہی کم وصول کرتے تھے اور مفتوح راجاؤں کو بھی صرف اپنا ماتحت قرار دے کر چھوڑ دیتے تھے اور کوئی مزید سختی ان پر روا نہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ یہ دربار میں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس کوتس نامی ایک سناتک رشی کمار آئے۔ مہاراجہ نے اُن کا نہایت ہی پرتپاک استقبال کیا اور خوب خاطر تواضع کی۔ رشی کمار نے حسب قاعدہ اظہارِ مسرت کرتے ہوئے خیر و عافیت پوچھی۔

تھوڑی دیر کے بعد رشی کمار نے رخصت طلب کی مہاراج نے فرمایا کہ "اے براہمن دیوتا! آپ کی تشریف آوری کا باعث کیا ہے اظہارِ مدعا کے بغیر ہی آپ کیوں واپس جا رہے ہیں؟"

رشی کمار بولے — "اے راجن! میں نے آپ کی سخاوت کا شہرہ سُنا ہے آپ نہایت ہی کریم النفس ہیں۔ میں ایک خاص مُدعا کو لے کر حاضرِ خدمت ہوا تھا لیکن میں نے سُنا ہے کہ آپ نے اپنا تمام زر و مال یگیہ میں دان کر دیا ہے اور یہاں آ کر میں نے صاف طور پر دیکھ لیا کہ ارگھیہ دینے کے لئے بھی سونے یا تانبے (سونے کا چمچہ) نہیں ہے اور آپ نے مٹی کے برتن میں ہی ارگھیہ (پوجا کا جل) دیا ہے۔ لہٰذا اب میں آپ سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

مہاراج بولے — "نہیں براہمن! آپ مجھے اپنا مدعا ضرور بتائیے میں حتّی الوسع اسے پورا کرنے کی کوشش کرونگا آپ ہر طرح سے تسلی رکھیں۔"

سناتک نے کہا — "ہے راجن! میں نے اپنے گُورو کے پاس رہ کر سانگ اوپانگ ویدوں کا مطالعہ کیا۔ بعد ازاں گُورو جی سے گورو دکھشنا قبول کرنے کی پرارتھنا کی — وہ بولے ہم تمہاری خدمت سے ہی مطمئن ہیں۔ ہمیں مزید دکھشنا کی ضرورت نہیں گورو جی کے انکار پر بھی میں بار بار اصرار کرتا رہا۔ اس پر آخر کار انہوں نے کہا کہ "اچھا تو چودہ لاکھ طلائی مُہریں ہمیں لا کر دو۔" پس اب میں اسی غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

مہاراج نے کہا — "اے براہمن! میرے ہاتھ میں دھنش بان (تیر و کمان) کے رہتے ہوئے کوئی بھی برہمچاری براہمن میرے محل سے نا اُمید ہو کر چلا جائے تو میرے راج پاٹ اور دھن دولت پر لعنت ہے۔ آپ تشریف رکھئے۔ میں کُوبیر لوک پر چڑھائی کر کے اُن کے ہاں سے دھن لا کر آپ کی نذر کر دونگا۔"

پس مہاراج نے فوج کو کمربستہ ہونے کا حکم دیا۔ حکم کی دیر تھی کہ فوج آراستہ ہو گئی۔ فیصلہ ہوا کہ کل کوچ ہوگا۔ خزانچی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ "مہاراج! آج رات سونے کی بارش ہوئی ہے اور تمام خزانہ طلائی مُہروں سے بھر گیا ہے۔"

مہاراج نے جا کر دیکھا کہ ہر جگہ اشرفیاں ہی اشرفیاں بکھری پڑی ہیں وہاں جتنی اشرفیاں تھیں۔ اُن سب کو مہاراج نے اونٹوں پر لدوا کر رشی کمار کے ساتھ بھیجنا چاہا۔

رشی کمار نے دیکھا کہ یہ اشرفیاں تو مقررہ تعداد سے کہیں

زیادہ ہیں تب اُس نے راجہ سے کہا ___ "مہاراج! مجھے تو صرف چودہ لاکھ ہی درکار ہیں اتنی اشرفیاں میں کیا کرونگا۔"

مہاراجہ نے فرمایا ___ کہ "اے رشی کمار! یہ سب اشرفیاں آپ کی خاطر ہی آئی ہیں۔ آپ ہی ان سب کے حقدار ہیں۔ لہذا یہ سب آپ کو قبول کرنی ہوں گی۔ آپ کے نمت آئے ہوئے دھن کو لوٹا میں کیسے لے سکتا ہوں؟"

رشی کمار نے ہر چند انکار کیا لیکن مہاراج اپنی ضد نہ چھوڑتے تھے۔ تاہم آخر کار رشی کمار صرف حسب ضرورت ہی دھن لے کر اپنے گورد کے پاس چلے گئے اور جو دھن باقی بچا وہ براہمنوں میں لٹا دیا گیا ___ ایسا داتا روئے زمین پر کون ہو گا جو اس طرح پر ضرورت مندوں کے منورتھ پورا کرنے کا ساہس رکھتا ہو۔

آخر کار مہاراج مذکور تمام راج کاج اپنے بیٹے اَج نامی کو سونپ کر تپسیا کرنے کے لئے جنگل کو روانہ ہو گئے۔ اسی اَج کے بیٹے راجہ دشرتھ ہوئے جنہیں تینوں لوک کے مالک مریادا پرشوتم شری رام چندر جی کے پتا ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

ناظرین! ذرا غور فرمایئے کہ ہمارے بھارت ورش میں کیسے کیسے دانی ویر ہو گزرے ہیں جن کے کارنامے سن کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔

(ادم شرم)

از:- گورکھ ناتھ نندہ

سُدھنوا

"آہا! میری بڑی خوش قسمتی ہے، آج اسی بہانے ساکار رُوپ سے پرگٹ سچدانند پرماتما تربھون موہن بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشن کرکے اپنے نیتروں کو سپھل کروں گا۔ سنا ہے کہ ان کا حسن لاجواب ہے، اُن کی لیلائیں دلچسپ ہیں۔ ان بدقسمت آنکھوں نے آج تک پربھو کے چرنوں کا درشن نہیں کیا۔ میں بوڑھا ہونے کو آیا ہوں۔ آج میدانِ جنگ میں اُن کے چرن درشن کرکے اپنی زندگی کو سپھل کروں گا۔"

اس قسم کے خیالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے والیٔ چمپک پوری بھگت راج راجہ ہنس دھوج نے اپنے سپہ سالار کو حکم دیا۔ "میں بوڑھا ہو کر بھی ابھی تک ان آنکھوں سے بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشن نہیں کر سکا۔ لہٰذا میری سپاہ میدانِ جنگ کو چلے۔ میں خود بھی چلتا ہوں۔"

پانڈوؤں کے اشو میدھ یگیہ کا گھوڑا چمپک پوری کے پاس پہنچ گیا۔ مہا ویر ارجن ہتھیار سجائے ہوئے اپنے بہادر رُفقاء کے ساتھ اس گھوڑے کی حفاظت کے لئے اس کے پیچھے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ راجہ ہنس دھوج نے کشتری دھرم پر چلتے ہوئے اس وقت میدانِ جنگ میں جانا مناسب خیال کیا۔ دھرم پر چلنے اور اپنے فرض کی ادائیگی کے خیال کے ساتھ بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشنوں کا بھی خیال تھا۔

راجہ ہنس دھوج بڑے ہی شور ویر دھرماتما اور بھگوت بھگت تھے۔ اُن کے راج میں ایک سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ شاہی خاندان کے تمام مرد نیز رعایا کے تمام مرد سب کے سب ایک "پتنی برت" کے پالن کرنے والے تھے نیز تمام کی تمام رعیت بھگوت بھگت تھی۔ اُن کی سلطنت میں جب کبھی بھی کوئی باہر کے آدمی ملازمت کی خواہش کے لئے آتا تھا تو راجہ سب سے پہلے اُسے کہتے تھے۔

"بھائی! اگر تم ایک "پتنی برت" کے پالن کرنے والے ہو تو تمہیں میں رکھ سکتا ہوں۔ بھائی! میں سچ کہتا ہوں کہ خالی بہادری اور اچھا خاندان میں نہیں چاہتا۔ جو بہادر اپنی ایک پتنی میں پریم رکھنے والا اور بھگوت بھگت ہوگا۔ میں اُسے اپنے گھر نیز ملک میں جگہ دے سکتا ہوں جو کام دیو کے حملے کی تاب لا سکتے ہیں۔ درحقیقت وہی سُورمے ہیں۔"

اس طرح راجہ اور پرجا دونوں ہی با اخلاق زندگی بسر کر رہے تھے۔ سپاہ کے سب بانکے بھگوت بھگت، زنبیر دانی ایک پتنی برتی اور خوش گفتار تھے۔ لہٰذا راجہ کا حکم پاکر سب ویر ارجن سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ گھوڑا گرفتار کر لیا گیا اور راج گورو نیز راج پروہت شنکھ اور لکھت کے حکم کے مطابق یہ منادی کروا دی گئی۔

"وقت مقررہ پر ہر ایک ویر میدانِ جنگ میں پہنچ جائے جو ٹھیک وقت پر وہاں نہ پہنچیگا۔ اُسے جلتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ شاہی فرمان راجہ، راجکمار دل اور فوج سے تعلق رکھنے والے ہر ادنٰے اعلےٰ پر عائد ہوگا۔"

سب ہی خواہان سلطنت میدانِ جنگ کی طرف چلدیئے

سب سے چھوٹے راجکمار کا نام سدھنوا تھا۔ ویر سدھنوا اپنی ماں سے اجازت حاصل کرنے کے لئے گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی ماتا کے چرنوں میں سر جھکا کر پرنام کیا اور کہا — "ماں! آج ویر ارجن سے جنگ کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ اجازت دیں تاکہ میں وہاں سے "ہری" نامی گھوڑے کو جیت کر لا سکوں۔"

ماں نے جواب دیا — "میدانِ جنگ میں جا کر "ہری" کو جیت کر ضرور میرے پاس لانا۔ مگر لانا مکتی داتا "ہری" کو، چار پاؤں والے ہری کو نہیں۔ تیرے پتا نے بڑے بڑے میدان مارے ہیں۔ بڑی بڑی لڑائیاں جیتی ہیں۔ بڑے سے بڑے قلعے فتح کئے ہیں۔ مگر شری کرشن چندر جی مہاراج کے درشن اُن کو ابھی تک نہیں ہوئے۔ بیٹا! تو ہی ہم کو کرشن درشن کروانے والا ہے۔ لہٰذا تو ایسا کام کر جس سے شری کرشن چندر جی خوش ہوں۔ تیری یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ تو آج اپنی ان آنکھوں سے شری کرشن جی مہاراج کو دیکھ سکیگا۔ مگر اُن کا ملنا بڑا مشکل ہے۔ میں تجھے ایک طریقہ بتاتی ہوں۔ بھگوان بھگت وتسل ہیں۔ انہوں نے جنگِ اعظم میں ارجن کا رتھ ہانکا تھا۔ آج بھی وہ ارجن کی حفاظت کے لئے آ سکتے ہیں۔ اگر تو ارجن کو نیچا دکھا سکے تو آنند کند بھگوان شری کرشن چندر جی وہاں آ سکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے بھگت کو اسی طرح سے نہیں چھوڑتے جس طرح سے جنگل میں گائے اپنے بچھڑے کو اکیلا چھوڑ کر واپس نہیں لوٹتی۔ بیٹا! تو نے اُن بھگت وتسل بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج سے ڈرنا ہرگز نہیں۔ جو اُن سے ڈرا سو مرا۔ اگر تو ڈر جائے گا تو لوگ مجھ پر ہنسیں گے کہ تیرا لڑکا شری کرشن کو دیکھ کر میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اگر تو لڑتے لڑتے میدانِ جنگ میں شورویروں کی موت مارا جائے گا۔ تو مجھے اس سے خوشی ہوگی۔ بیٹا! اس بات کو یاد رکھنا کہ شری کرشن چندر جی مہاراج کے سامنے میدانِ جنگ میں مرنے والا اصل میں مرتا نہیں۔ وہ اپنے اکیس (۲۱) خاندانوں کا اُدھار کرنے والا ہوتا ہے۔

हरे कि सम्मुखे पुत्र पतितः
पतितो भवेत ।
तेनैव चोद्धताः सर्व आत्माना
चैक विंशतिः ॥

"سنسار میں اُن ماتاؤں کو رونا پڑتا ہے جن کے بیٹے پوتے بھگوان شری ہری کی طرف نہیں جاتے۔"

"ایک دن ماتا سمترا نے لکشمن کو بھی ایسا ہی اُپدیش دیا تھا۔"

ماں کی ہدایت سن کر ویر سدھنوا نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا — "ماں! تمہاری مرضی کے مطابق دل و جان سے لڑ کر ہری کو لاؤنگا۔ پرشارتھ کرنا میرا کام ہے۔ پھل دینا بھگوان کے ہاتھ میں ہے۔ اگر میں بھگوان شری کرشن چندر جی کو دیکھ کر بے مُکھ ہو جاؤں۔ تو میں نہ تو تیرے پیٹ سے پیدا ہوا کہلاؤں اور نہ ہی مجھے سدگتی کا حصول ہو۔"

اس کے بعد سدھنوا اپنی بہن کولا کے پاس گیا اور پھر اپنی پتنی پربھاوتی کے پاس گیا۔ وہ پہلے ہی سے طلائی تھالی میں آرتی کا سامان لئے ہوئے آرتی اتارنے کے لئے دروازے میں کھڑی تھی۔ پتی کو دیکھ کر اس نے حلیمی کے ساتھ کہا — "پران ناتھ! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ کا ایک "پتنی برت" بھنگ ہو جائیگا۔ آج آپ جس کی چاہ میں بڑی اُمنگ کے ساتھ جا رہے ہو۔ وہ عورت میری برابری کبھی بھی نہ کر سکے گی۔ میں نے کبھی خواب میں بھی آپ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف نہیں دیکھا۔ مگر وہ "مکتی" نامی عورت تو ہرجائی ہے۔ اس وقت آپ کے دل میں "مکتی" بس رہی ہے اور اسی لئے تو بھگوان شری کرشن چندر کے ذریعے آپ اُس سے ملنے کے لئے بیتاب ہو کر دوڑے جا رہے ہیں۔ مردوں کا دل دیو رمنیوں کی طرف کھنچ جاتا ہے مگر یہ یقین رکھئے کہ شری ہری کی منوہر چھبی کے سامنے "مکتی" آپ کو ہرگز پیاری نہیں لگے گی۔ کیونکہ اُن کے بھگت اُن کے پریم پر اپنے تئیں قربان کر دیتے ہیں۔ وہ مکتی کی کبھی خواہش نہیں کرتے۔ مکتی تو داسی کی مانند چرن سیوا کے لئے ہمیشہ اُن کے پیچھے پیچھے پھرا کرتی ہے مگر وہ اس کی طرف دیکھتے تک نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کبھی خود شری ہری بھی اُن کو مکتی دینا چاہتے ہیں تو بھی وہ اُسے قبول نہیں کرتے۔ اسی لئے شری ہری نے اُن کے گن گاتے ہوئے فرمایا ہے:—

"میرے بھگت میری سیوا کو چھوڑ کر سالوکیہ، سارشٹی، سامیپیہ، سارُوپیہ اور ایکتو ان پانچ قسم کی مکتیوں کو کبھی قبول نہیں کرتے۔"

لہذا جب تک آپ بھگوان کا رُخ انور نہیں دیکھ پاتے۔ تبھی تک آپ کو مُکتی کی خواہش ہے۔

اسی طرح سے مردوں کی مانند عورت بھی دوسرے مردوں کے پاس نہیں جایا کرتی۔ نہیں تو آپ کے جانے کے بعد اگر میں "موکش" کے پاس چلی جاؤں تو آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں مگر "دوریک" نامی بیٹا ہمیشہ میری حفاظت کرتا ہے جن عورتوں کے ہاں "دوریک" نامی لڑکا نہیں ہے۔ وہی دوسرے مردوں کے پاس جایا کرتی ہیں مجھے تو اپنے دل کے اندر "دوریک" نامی بیٹا ملا ہوا ہے۔ لہذا مجھے "موکش" کے پاس جانے میں لاج آتی ہے"!

پتنی کی بات کا جواب دیتے ہوئے ویر سدھنوا نے کہا۔ "جب میں شری کرشن چندرجی کے ساتھ لڑنے کے لئے جا رہا ہوں تو تم بھی ان زیورات، پارچات، اس جسم اور اس دل کو ترک کر کے چلی جاؤ۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم کو "موکش" سے محبت ہے۔ اسی سے میں نے ظاہرا طور پر "دوریک" نامی بیٹے کے پیدا کرنے کی خواہش ہی نہیں کی۔"

پربھاوتی نے کہا ــــ "پران ناتھ! آپ ارجن سے لڑنے کے لئے جا رہے ہیں مگر میرے دل میں جو "دوریک" نامی لڑکا موجود ہے۔ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے بعد پانی دینے کے لئے آپ کا بیٹا موجود رہے۔"

سدھنوا۔ "شری کرشن چندرجی اور ویر ارجن کو جیت کر بھی تمہارے پاس آسکتا ہوں۔"

پربھاوتی۔ "نہیں ناتھ! جس نے شری کرشن چندرجی کے درشن کر لئے پھر وہ لوٹ کر اس دُنیا میں نہیں آتا۔"

سدھنوا۔ "جب تمہارا یقین ہے کہ شری کرشن چندر جی کے درشن کے بعد جیو پھر سنسار میں نہیں آتا تو پانی دینے والے لڑکے کی کیا ضرورت ہے؟"

پربھاوتی۔ "میری اچھیا بھی تو آپ کو پوران کرنی چاہیئے"۔

سدھنوا۔ "کیا تو مہاراج کو نہیں جانتی۔ ذرا سی دیر ہونے پر تیل کا کڑاہا تیار ہے سارے ویر جا چکے ہیں ایک میں باقی رہ گیا ہوں۔"

بہت دیر تک سوال وجواب ہوتے رہے۔ آخرکار اس دھرم سنکٹ میں پتی برتا پربھاوتی کی فتح ہوئی۔ سدھنوا دوبارہ سندھیا اور پراناپام کر کے میدان جنگ کو روانہ ہوگئے۔

میدان جنگ میں ویر کشتری اکٹھے ہو رہے ہیں شنکھوں کی فلک شگاف آواز سے آسمان گونج اُٹھا ہے سپاہیوں نے مہاراجہ ہنس دھموج کی آمد کی اطلاع دی۔ مگر راجکمار سدھنوا ابھی تک نہیں آئے۔ مہاراج نے سیناپتی سے دریافت کیا۔

"کیا بات ہے سدھنوا مجھے یہاں نظر نہیں آتا۔ اتنی دیر اُس نے کس طرح سے کی؟ کیا وہ میرے فرمان کو بھول گیا؟ اس نے بہت بُرا کیا سپاہی جائیں اور اُسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے تیل کے کڑاہے کے پاس لے آئیں۔"

مہاراجہ کے حکم کے مطابق سدھنوا کو لینے کے لئے کچھ سپاہی گئے۔ راجکمار سدھنوا انہیں راستے میں ملے۔ سپاہیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ مہاراج کا حکم نہ مانتے۔ لہذا وہ انہیں پکڑ کر مہاراج کے پاس لے آئے۔ سدھنوا نے مہاراج کے پاس پہنچ کر جھک کر اُن کے چرنوں میں پرنام کیا اور دیر کی جو وجہ تھی وہ سب بیان کر دی۔

مہاراجہ ہنس دھموج اس وقت غُصّے میں بھرے ہوئے تھے انہوں نے کہا ــــ "تو بڑا مورکھ ہے بھگوان شری ہری کی کرپا کے بغیر لڑکا ہونے پر بھی سدگتی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر بیٹوں والوں کو سدگتی حاصل ہوا کرتی تو کتوں اور شوروں کو ضرور اس کا حصول ہونا چاہیئے۔ تیرے بل اور چار دھرم کو دھکار ہے جو کہ شری کرشن کا نام سُن لینے پر بھی تیرا من کام کے بس میں ہوگیا۔ ایسے بلن مت کام دت اکرشن بمعہ کپوت کو تیل کے کڑاہے میں ڈال دینا ہی مناسب ہے۔"

سدھنوا سر جھکائے سب کچھ سُنتے رہے۔ مہاراج نے راج پروہتوں شنکھ اور لکھت کے پاس آدمی بھیجے کہ ان کی کیا رائے ہے۔ یہ دونوں بہت بڑے غصیلے اور ہٹیلے تھے۔ انہوں نے کہا ــــ "راجہ بیٹے کے بس میں ہو کر اب ہماری رائے دریافت کرتا ہے۔ جب شاہی فرمان ہر ایک کے لئے تھا تو اب رائے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔ جو کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے اپنے بچن کا پالن نہیں کرتا وہ مدتوں نرک میں پڑا رہتا ہے بھگوان رام چندرجی اور ستیہ وادی مہاراجہ ہریشچندرجی نے اپنے بچن کے

پالن کے لئے کیسی کیسی مصائب کا سامنا کیا تھا۔ آج مہنش دیوج اپنے بیٹے کے موہ کے بس ہو کر اپنے قول سے پھرنا چاہتا ہے۔

رگھو کُل ریت سدا چلی آئی
پران جائیں پر بچن نہ جائی

ہمیں ایسے ادھرمی راجہ کے راجیہ میں نہیں رہنا چاہیئے۔"

اتنا کہہ کر دونوں پروہت وہاں سے چل دیئے۔ سپاہیوں نے تمام حال مہاراجہ مہنش دیوج سے کہا۔ مہاراج اور منتری سُدھنوا کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال دینے کا حکم دے کر خود پروہتوں کو منانے کے لئے تشریف لے گئے۔

منتری نے راجکمار سدھنوا سے معافی چاہی اور اپنی ادائیگی فرض کے متعلق اُن سے کہا۔

سُدھنوا بولے "آپ کو مہاراج کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ پرسرام جی نے اپنے پتا کا حکم مان کر اپنی ماتا کا سر کاٹ دیا تھا مجھے اپنی موت کا کوئی رنج نہیں ہے۔ آپ مجھے بغیر دیر کئے ہوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال دیویں۔"

ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سُدھنوا نے پربھو سے پرارتھنا کی:-

"ہے گوبند! مجھے اپنی موت کا خوف نہیں ہے میں تو آپ کے چرنوں میں جان دینے کیلئے آیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ میں نے درمیان میں جو کام کی سیوا کی ہے اس سے میں آپ کے درشن سے محروم رہوں گا اور اسی سے شاید آپ اس وقت میری امداد کے لئے آگے نہیں بڑھ رہے ہیں جو لوگ تکلیف میں پھنس کر آپ کا نام لیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو شکھ نہیں ہوتا۔ بھگت پرہلاد، دھرو، دروپدی اور گوپیوں نے پہلے ہی سے آپ کا نام لیا تھا اور اسی سے مصیبت کے وقت آپ نے اُن کی رکھشا کی۔ آخری وقت اگر آدمی آپ کا دھیان کرے۔ تو آپ کو پراپت ہوتا ہے۔ اس سے جنار دھن! میں آپ کو پراپت تو ضرور کر لونگا مگر لوگ کہیں گے کہ سدھنوا بہادر ہو کر بھی میدان جنگ سے منہ موڑ کر کڑاہے میں جل کر مرا۔ میں میدانِ جنگ میں آپ کو اور آپ کے بھگت ارجن کو اپنے تیروں کی بارش سے خوش کر کے اور دیر

بھارت ماتا کی مہاراج کرشن کے دربار میں فریاد

از شری پنڈت سوہن لعل جی تعظیم

کرشن اپنی صورت دکھانا دکھانا
جو اُپدیش ارجن نے حاصل کیا تھا
بہت مشکلوں میں پھنسی جان بھارت
نہ ہو جائے اس ننگ ہستی کا پردہ
بُھلا بیٹھے دل سے یہ گیتا تمہاری
تیری قوم کرتی ہے آپس میں جھگڑے
تیرے گیان سے اب بہت منحرف ہیں
ہیں جاری یہاں پر بہت اُلٹی رسمیں
تیری قوم کہلاتی ہے آج بزدل
مروج ہے دُنیا میں اب خود پرستی
پڑی ناؤ منجدھار میں قوم کی ہے

ذرا بنسری پھر بجانا بجانا
مجھے بھی ذرا وہ سنانا سنانا
تو رحمت سے اپنی بچانا بچانا
میرے مُرلی والے چھپانا چھپانا
ذرا ان کو پھر سے بتانا بتانا!
لگی آگ گھر میں بجھانا بجھانا
انہیں سیدھے رستے چلانا چلانا
یہ ہی چاہیں ان کی ہٹانا ہٹانا
انہیں مرد ہمت بنانا بنانا
یہ سب مطلبی ہے زمانہ زمانہ
کنارے پہ اس کو لگانا لگانا

بصد عجز تعظیم میں کرشن کی تو
ذرا سر کو اپنے جھکانا جھکانا

ارجن کے گانڈیو دھنش سے نکلے ہوئے تیروں سے چھلنی ہو کر مرتا تو مجھے کوئی دکھ نہ ہوتا۔ مگر میں آج مجرم اور چور کی مانند مر رہا ہوں۔ اس لئے اگر آپ اپنے اس بیٹے کی اس طرح کی موت کو نامناسب سمجھتے ہوں۔ تو مجھے اپنے قدموں میں ہی مار دیجئے۔ میں تو آپ کا ہی ہوں، آپ کا ہی رہوں گا۔ آپ نے ہی تو ستی دروپدی کا سر دربار اُدّھار کیا تھا۔"

پربھو کی لیلا عجب ہے۔ ایک دن پرہلاد کے لئے بھگوان نے آگ کو سرد کر دیا تھا۔ آج کڑاہے کا تیل بھی بھگت سُدھنوا کے لئے اس طرح سے سرد ہو گیا جس طرح کہ کسی بھگت کا دل ہوتا ہے۔ سُدھنوا "گوبند، گوبند" کیرتن کرتے ہوئے کڑاہے میں داخل ہو گئے۔ مگر یہ کیا وہ تیل کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے



جسم کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ یہ دیکھ کر سامعین کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مہاراجہ دونوں پرہلادوں کو ساتھ لے کر محلوں میں تشریف

لے آئے، وہ بھی بہت حیران ہوئے۔

بھگوان کی بھگتی اور شردھا سے خالی صرف دلائل، بحث اور عقل پر انحصار رکھنے والے مغرور پروہت شنکھ نے سُدھنوا پر شک کرتے ہوئے راجہ سے کہا "کیا بات ہے تیل گرم نہیں ہوا تھا یا تیرا بیٹا کوئی اوشدھ منتر جانتا ہے۔ اسے رتی بھر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس کے بدن پر ایک بھی آبلہ نہیں پڑا۔ ہو نہ ہو۔ اس میں ضرور کوئی چالاکی ہے۔ اگر تیل درحقیقت گرم ہوتا تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ گرم تیل سے آدمی کا نہ جلنا قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔"

افسوس! شاستر پڑھے ہوئے گیانی براہمن! تو نہیں جانتا کہ پربھو ناممکن کو ممکن کر سکتے ہیں اور ممکن کو ناممکن کر سکتے ہیں۔ شنکھ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے تیل کے امتحان کے لئے کڑاہے میں ایک ناریل ڈلوایا۔ اُبلتے ہوئے تیل میں ناریل کے پڑتے

ہی وہ اس زور سے پھٹا کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ پھٹنے سے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور وہ دونوں ٹکڑے دو نو پروہتوں

کے سر میں جا کر لگے۔ وہ گھبرائے، چکرائے، بھگوان اور اُن کے بھگتوں کا مہاتم اُن کی سمجھ میں آ گیا۔

شنکھ نے سپاہیوں سے دریافت کیا کہ کھولتے ہوئے تیل سے سدھنوا کے نہ جلنے کی کیا وجہ ہے۔ کیا اُس نے کسی منتر کا جپ کیا تھا۔ یا اپنے جسم سے کوئی جڑی بوٹی باندھ لی تھی؟

سپاہیوں نے جواب دیا ”مہاراج! ہم نے راجکمار کو نہ ہی تو کسی منتر کا جاپ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی جڑی بوٹی اپنے جسم سے باندھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہاں اُنہوں نے سولہ کلا سمپورن آنند کند برج چند بھگوان شری کرشن چندر جی کا سمرن ضرور کیا تھا۔ جن کے یاد کرنے سے دُنیا بھر کے دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ اب بھی ملاحظہ ہو! اُن کے ہونٹوں سے کیا آپ کو ”شری کرشن“ کا نام نکلتا ہوا سنائی نہیں دے رہا؟“

یہ سُن کر پروہت شنکھ نے اپنے تئیں دھکارتے ہوئے کہا ”اس کو دھنیہ ہے، یہ مہان سادھو ہے جس نے بھگوان وشنو سے اتنا دل لگایا۔ ہم ایسے ”کورے عالموں“ کو دھکار ہے جو اپنی لیاقت کے غرور میں شری ہری سے بے مُکھ ہیں۔

اور در اصل یہ بات ہے بھی ٹھیک۔ عالم اور عاقل وہی ہے جو آٹھوں پہر اس پربھو کی یاد میں محو رہتا ہے۔ بھگت راج پرہلاد نے ٹھیک ہی تو فرمایا ہے کہ عالم براہمن اگر بھگوان سے بمکھ ہو تو اس سے وہ چنڈال بہتر ہے جس نے کہ اپنے تن من دھن وچن کرم اور جان تک کو بھی بھگوان کے چرنوں کے ارپن کر دیا ہے۔ وہ چنڈال اپنے سارے خاندان کو پوتر کر سکتا ہے مگر وہ عالم براہمن نہیں

آج شنکھ کو اپنے کئے پر بڑی پشیمانی ہوئی اور اس نے کہا کر ”میں آج کھولتے ہوئے تیل کے کڑاہے میں کود کر پرائشچت کرونگا۔“

یہ کہہ کر وہ تیل کے کڑاہے میں کود پڑا۔ سدھنوا کی پرارتھنا سے وہ تیل اُن کے لئے بھی پانی کی مانند سرد ہو گیا۔ شنکھ نے سدھنوا کو گلے سے لگا کر کہا۔

”پیارے راجکمار! تم مہان سادھو سریشٹ بھگت شری ویر ہو، تمہیں دھنیہ ہے۔ مجھ جیسے بیوقوف نے تمہارے جیسے بھگت کو جلتے ہوئے تیل میں گرا دیا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ اس دُنیا میں ہمیشہ تکلیفوں کا اُن کو ہی سامنا کرنا پڑتا ہے جو بھگوان شری کرشن چندر جی کا سمرن نہیں کرتے۔ جو خوش نصیب بھگوان شری ہری کا سمرن کرتے ہیں وہ تینوں تاپوں سے چھوٹ کر ہمیشہ سُکھی رہتے ہیں۔

اگنی میں اتنی ہمت کہاں ہے جو تُم جیسے وشنو کو جلا سکے جن منیوں کو بھگوان شری کرشن چندر جی کا درشن دُرلبھ ہے جنہوں نے ایک دن جلتی ہوئی آگ میں سے پرہلاد کی حفاظت کی، تُم نے اپنے آخری دم تک اُن کو یاد کیا۔ تمہارے جسم سے مل کر آج میرا یہ ناپاک جسم بھی پوتر ہو گیا۔ پوتر ہونے کا اس سے بڑھ کر بڑا طریقہ اور کوئی نہیں ہے اور تیرتھوں کی اتنی مہما بھی تو بھگتوں کی وجہ سے ہی ہے مہاراج یدھشٹر نے ودُر سے کہا تھا — پربھو! تم جیسے بھگت تیرتھ سروپ ہیں پاپیوں کے پاپوں سے اپوتر کئے ہوئے تیرتھ تم جیسے بھگتوں کی وجہ سے پوتر ہوتے ہیں کیونکہ تمہارے دل میں ہمیشہ پربھو موجود رہتے ہیں۔“

تُم جیسے بھگتوں کے درشن میں ہی آنکھوں کی سپھلتا ہے تم جیسے بھگتوں کے ملنے سے اس جسم کی سپھلتا ہے تم جیسے بھگتوں کے گُن میں زبان کی سپھلتا ہے کیونکہ اس سنسار میں بھگتوں کے درشن دُرلبھ ہیں۔

ہے پوتر راجکمار! اُٹھ کھڑا ہو تیل سے نکل کر اپنے پتا، اپنے بھائیوں اور اپنی سپاہ کا ساتھ دے۔ ان کے ساتھ میرا بھی اُدھار کر۔ بھگوان شری کرشن جی ارجن کے سارتھی ہیں۔ اُس ارجن کے ساتھ جنگ کر!“

رشی کے ساتھ راجکمار سُدھنوا کڑاہے سے باہر نکلے اور اپنے پتا کے پاس آئے۔ مہاراج نے اُنہیں گلے سے لگایا اور لڑائی کے لئے آگے بڑھنے کی آگیا دی۔

مہاراج کا حکم پا کر سُدھنوا میدان جنگ میں جا پہنچے رتھ اور گھوڑوں کے شور، ہاتھیوں کی گرج اور شنکھوں کی فلک شگاف آواز سے فضا گونج اُٹھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ پانڈوؤں کی طرف سے ویر ارجن کے ساتھ بھگوان کرشن کا لڑکا پردمن، اکرن کا لڑکا درشٹ کیتو، اکرت ورما، ساتک اور انوشالو وغیرہ ہیں اور ادھر سُدھنوا کے ساتھ مہاراجہ ہنس دھوج کی سپاہ ہے۔

کرشن بھگت سُدھنوا نے ویر ارجن کے سب ساتھیوں کو بُری طرح سے شکست دی وہ سب میدانِ جنگ چھوڑ کر چلے گئے۔ مجبور ہوکر ویر ارجن کو سامنے آنا پڑا۔ دونوں کرشن بھگت اور مردِ میدان ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ارجن کو اپنی بھگوت بھگتی کا تھوڑا سا اہنکار ہے اور ویر سدھنوا کو صرف اُن کی ذات برتر کا بھروسہ ہے۔ لہٰذا پربھو آج یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ بھگتی کا کوئی ٹھیکیدار نہیں ہو سکتا اور انہیں یہ بھی دکھانا ہے کہ پربھو کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ارجن شکست کھا سکتا ہے!

ارجن نے ویر سدھنوا کے سامنے آتے ہی اُن سے کہا "بہادر نوجوان! میں نے بڑی بڑی لڑائیاں فتح کی ہیں۔ پتامہ بھیشم گورو دروناچاریہ جی، شری کرپا آچاریہ جی اور ویر کرن کے ساتھ میں لڑ چکا ہوں۔

بھگوان شیو اور بڑے بڑے راکشسوں پر بھی میں نے فتح پائی ہے مگر میرے مقابلے کا بہادر آج تک مجھے کہیں نہیں ملا۔ مجھے آج تجھے دیکھ کر جتنا تعجب ہوا۔ آج تک کسی موقعہ پر بھی نہیں ہوا۔"

سُدھنوا بولے — "ویر! گذشتہ جنگ میں آپکے ساتھ بھگوان کرشن آپ کے سارتھی بن کر آپ کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ آج وہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو اتنا تعجب ہو رہا ہے۔ آپ نے شری کرشن چندر جی کو کہاں چھوڑ دیا ہے؟ کہیں انہوں نے آپ کو میرے ساتھ لڑنے کے لئے تو نہیں بھیج دیا۔ بتائیے میرے ساتھ لڑنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔"

سُدھنوا کی یہ بات سُن کر ارجن کو بڑا غصہ آیا۔ اُس نے ایک ساتھ بہت سے تیر اس پر چھوڑے جو کہ اُس ویر نے سب کے سب راستے میں ہی کاٹ کر پھینک دیئے۔ لڑائی ہوئی اور خوب ہوئی۔ ارجن نے اپنے سارے ہتھیار استعمال کیے مگر ویر سدھنوا کے سامنے اُس کی ایک بھی پیش نہ چلی۔ ارجن گھبرا گیا اُس کا سارتھی زخمی ہو کر رتھ سے زمین پر آ پڑا۔ اس پر سدھنوا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پارتھ! آپ میرے تیروں سے زخمی ہو گئے ہیں۔ آج آپ کا پرشارتھ کہاں چلا گیا۔ آج آپ نے اصلی سارتھی کو چھوڑ کر ایک معمولی سارتھی کو ساتھ لانے میں بڑی بھول کی ہے آپ تو مجھ سے ہار گئے ہیں۔ لہٰذا اپنے شری کرشن چندر نامی سارتھی کا دھیان کیجیے۔"

ارجن نے اپنے بائیں ہاتھ سے گھوڑوں کی لگام اور دھنش تھام کر لڑنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ سچے دل سے بھگوان شری کرشن چندر جی کو یاد کیا۔ فوراً ہی پربھو رتھ پر آ بیٹھے ارجن کو سُنائی دیا۔ بھائی گھوڑوں کی لگام چھوڑ دو

بھگوان کو دیکھ کر ارجن اور سُدھنوا دونوں نے اُن کو پرنام کیا۔ ارجن تو خوش ہوا ہی، یہ قدرتی امر تھا مگر سدھنوا کو ناقابلِ بیان خوشی ہوئی، کیونکہ جس کام کے لئے وہ ماتا پتا اور پتنی کے کہنے پر میدانِ جنگ میں آیا تھا وہ اب پورن ہوا ہے۔

سُدھنوا نے اپنے دل میں بھگوان سے کہا ——

"ہے گوبند! ارجن کے لئے یہاں آنے والے گوبند آپ کے درشن میں نے کر لئے۔ ہے کیشو! یہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں۔" پھر اُس نے بلند آواز سے ارجن سے کہا۔

"آپ کے سارتھی بھگوان شری کرشن چندر جی مہاراج تشریف لے آئے ہیں، اب تو آپ مجھ پر فتح پانے کے لئے کوئی پرتگیا کریں" —— گویا ویر سدھنوا نے ارجن کو یہ سمجھایا کہ بھگوان تمہاری رکھشا تو کوئی پَن دے کر کریں گے۔ میری رکھشا محض اپنے خیال سے ہی کریں گے۔ آج دُنیا بھی بھگوان کی لیلا کا تماشہ دیکھے گی۔

سُدھنوا کی بات سُن کر ارجن نے اپنے ترکش سے تین تیر نکال کر قسم کھاتے ہوئے کہا —— "میں ان تینوں تیروں سے تیرے سر کو کاٹ ڈالوں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکوں، تو گذشتہ جنم کے پُن کھو کر نرک میں گر جاؤں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

ارجن کی قسم سُن کر ویر سدھنوا نے ہاتھ اُٹھا کر کہا ——

"بھگوان شری کرشن چندر جی کے دیکھتے دیکھتے میں آپ کے ان تینوں تیروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کر سکوں تو مجھے بھی نرک ہی نصیب ہو۔"

دونوں طرف سے قسمیں ہو گئیں۔ دونوں ہی شورویر ہیں اور

پربھو بھگت ہیں۔ دونوں کی ان قسموں کے نتیجے اور لڑائی کو دیکھنے کے لئے ہر دو افواج اور دیوتا جمع ہو گئے۔

سُدھنوا کے ایک ہی تیر سے بھگوان شری کرشن چندرجی اور ارجن زخمی ہو گئے۔ رتھ کچھ ٹوٹ کر کینہ کی مانند گھومنے لگا اس کے بعد اس نے تیروں کی بارش کرتے ہوئے ایک ایسا تیر چھوڑا جس سے ارجن کا رتھ چار سو گز پیچھے ہٹ گیا۔ یہ دیکھ کر شری کرشن چندر جی نے ارجن سے فرمایا۔" بھائی ارجن! تم نے سُدھنوا کا پرشارتھ دیکھا۔ کیسا بانکا ویر ہے؟ کیا تم جیدر رتھ کے ساتھ جنگ کے وقت جو کچھ ہوا تھا اُسے بھول گئے ہو؟ تم نے بغیر میری رائے کے ایسی قسم کھا کر اچھا کام نہیں کیا جس نے تمہارے بوجھ سے دبے ہوئے رتھ کو چار سو گز پیچھے ہٹا دیا ہے۔ اُس کو بھلا تم کیسے جیت سکتے ہو؟ میرے خیال میں تو یہ سب سُدھنوا کے" ایک پتنی برت" کا کرشمہ ہے۔ میں اور تم دونوں اس معاملے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں تکلیف کا ہونا یقینی امر ہے۔"

ارجن نے فرمایا۔" گوبند! جب آپ آ گئے ہیں۔ تب مجھے کیا ڈر ہے۔ میں یقیناً ان تینوں تیروں سے سُدھنوا پر فتح پا لوں گا۔"

جہاں آپ کے ہاتھ میں میری زندگی کی لگام ہے وہاں پر بھلا میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔"

ارجن نے جونہی پہلا تیر ہاتھ میں لیا سُدھنوا نے بلند آواز سے کہا۔" گوبند! جس طرح سے گوکل میں گوؤں کی رکھشا کے لئے آپ نے گوردھن ہاتھ پر اُٹھا لیا تھا۔ اسی طرح آج آپ ویر ارجن کی رکھشا کیجئے مگر یہ بھی یاد رہے کہ میں بھی آپ کے داسوں کا داس ہوں۔"

بھگوان نے ارجن کے تیر کے ساتھ اپنا گوردھن اُٹھانے کا پن شامل کر دیا لیکن وہ تیر ویر سُدھنوا نے راستے میں ہی کاٹ کر گرا دیا۔

راج ہنس دھوج اور اُن کے سپاہ کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ارجن کے تیر کے کٹتے ہی زمین کانپنے لگی۔ دیوتا حیران ہو گئے بھگوان نے سُدھنوا کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے ارجن کو دوسرا تیر چلانے کے لئے کہا اور اب کی بار بھی اس کے ساتھ اپنے بہت سے پُن (نیک اعمال) کر دیئے۔

سُدھنوا نے کہا ——" پربھو! دھنیہ ہے۔ تمہاری لیلا! مگر یہ خیال رہے کہ یہ داس بھی آپ کی لیلاؤں کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔"

پھر اس نے ارجن سے کہا۔" پارتھ! بھگوان شری کرشن چندرجی کا نام لے کر تیر چھوڑیئے۔"

ارجن نے یہ تیر بھی چھوڑا۔ اس کا بھی وہی حشر ہوا جو کہ پہلے کا ہوا تھا۔ دوسرے تیر کے کٹنے سے ارجن اُداس ہو گیا۔ میدانِ جنگ میں محشر بپا ہو گیا۔ بھگوان نے ارجن کو تیسرا تیر چلانے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ اپنے رام اوتار کا پُن شامل کر دیا۔ تیر کے پچھلے حصے میں برہماجی کو اور درمیان میں کال کو بٹھا دیا اور نوک میں خود براجمان ہو گئے۔

ویر سُدھنوا نے کہا ——" بھگوان! آپ میرا خاتمہ کرنے کے لئے تیر کی نوک میں آ بیٹھے ہیں۔ یہ میں جان گیا ہوں۔ آؤ ناتھ! مجھے اپنے چرنوں کا سہارا دے کر کرتارتھ کرو۔ میں یہی چاہتا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی بھلا میرے لئے کیا ہوگی ارجن! آپ کو دھنیہ ہے جو آپ کے لئے پربھو نے اپنے پُن ہی نہیں دیئے بلکہ تیر میں خود بھی آ بیٹھے ہیں۔ مگر یاد رہے میں آپ کے اس تیر کو بھی ضرور ہی کاٹ ڈالوں گا۔"

ارجن کا تیر چلا مگر سُدھنوا نے بھگوان کے نام کا جاپ کرتے ہوئے اُسے بھی کاٹ ڈالا۔ سُدھنوا کے تیر سے کٹے ہوئے ارجن کے تیر کا پچھلا نصف حصہ زمین پر گر پڑا۔ اس تیر کے کٹتے ہی زمین اور آسمان دونوں کانپ گئے۔ سُدھنوا کی قسم پوری ہوئی۔ اب ارجن کی قسم پوری ہوگی۔ لہٰذا بھگوان کی مرضی اور تیر کا اگلا حصہ ویر سُدھنوا کی گردن میں پیوست ہو گیا اور اس کے سر کو دھڑ سے الگ کر کے بھگوان شری کرشن چندرجی کے قدموں میں ڈال دیا۔

بھگوان نے ویر سُدھنوا کے خوبصورت سر کو اُٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اتنے میں ویر سُدھنوا کے منہ سے ایک جیوتی نکلی اور بھگوان کے دہنِ مبارک میں داخل ہو گئی۔ اس بات کو کسی نے نہ دیکھا۔

"بولو بھگوان اور اُن کے بھگتوں کی جے"





زون نمبر



سادھوی سکھو بائی

(۱)

پیارے پاٹھکو! یہاں پر ہم سادھوی دیوی کا مختصر جیون چرتر ہم حوالہ قلم کر رہے ہیں۔ اس کا حلم و انکسار صبر و بردباری تسلیم و رضا اہل دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے اور اس کے مطالعہ سے آپکو یہ امر بھی بخوبی واضح ہو جائے گا۔ کہ جو انسان صبر و سکون سے مصائب و آلام برداشت کرتا ہے۔ اسے وہ سرشکتیمان دیالو پرماتما آخر کار راحت ابدی و سرور سرمدی کی دولت سے مالامال کر دیتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ ؎

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایوس اُمیدوار

مہاراشٹر میں کرشنا ندی کے کنارے کچھاڑ نام کی ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک برہمن رہتا تھا۔ اس کے مکان میں وہ خود۔ اسکی بیوی۔ بیٹا اور سکھو بائی جو کہ اس کے بیٹے کی بیوی تھی۔ رہتے تھے۔ سکھو بائی جس قدر زیادہ بھگوان کی بھگتنی۔ سدشیلا۔ حلیم الطبع اور صاف دل تھی۔ اتنے ہی بدباطن سنگدل اور شقی القلب اس کے ساس سسر اور پتی تینوں ہی تھے۔ وہ سکھو کو ستانے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ وہ بیچاری صبح سے شام تک مصروف کار رہتی تھی۔ اور پھر بھی اس کی سنگدل ساس اس کی جانفشانی کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے اسے عموماً بھوکا رکھا کرتی تھی۔ باوجود اس کے وہ نیک خاتون راضی برضا رہ کر ہمیشہ اپنے کام میں لگی رہتی تھی۔ اس پر بھی اس کی ساس اس سے ناک بھوں چڑھائے رکھتی تھی، اور اس کو دو چار گھونسے لگا کر اور اسکے ماں باپ کو دس بیس گالیاں سُنائے بغیر کبھی چین نہ لیتی تھی۔ سکھو ساس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کرتی۔ بلکہ خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ وہ ان مصائب کو نوشتہ تقدیر اور رضائے الٰہی تصور کر کے صبر و شکر سے اپنے دن کاٹ رہی تھی۔

مہاراشٹر میں پنڈرپور وشنو مت والوں کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ وہاں ہر سال ایکادشی کے روز بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔ لاکھوں مرد و زن بھجن گاتے ہوئے بھگوان پنڈری ناتھ شری وٹھل کے درشنوں کے لئے دور دراز سے جوق در جوق آیا کرتے ہیں۔ اب کے بار بھی کچھ یاتری کچھاڑ کی طرف سے ہو کر پنڈرپور کے میلے میں جا رہے تھے۔ سکھو اسوقت کرشنا ندی پر جل بھرنے گئی ہوئی تھی۔ ان سب کو جاتے دیکھکر اس کے دل میں بھی شری پنڈرناتھ کے درشن کرنے کا ولولہ اُٹھا۔ اس نے سوچا کہ بے رحم ساس سسر سے تو اجازت ملنے کی کوئی امید نہیں اور جانے کی زبردست تمنا ہے۔ کیوں نہ بے تحاشا چل پڑوں۔ بس وہ بھی ایک منڈلی کے ساتھ ہو لی۔

اس کی ایک پڑوسن نے یہ تمام ماجرا اس کی شریر الطبع ساس کو جا سُنایا۔ وہ سنتے ہی زہریلی ناگن کی مانند پھنکارتی ہوئی اُٹھی۔ اور اپنے بیٹے کو سکھا پڑھا کر سکھو کو مار پیٹ کر گھسیٹ لانے کے لئے بھیجا۔ وہ ندی کے کنارے پہنچا اور سکھو کو مار پیٹ کر گھر لے آیا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ جب تک منڈلی چلی نہ جائے سکھو کو باندھ رکھا جائے۔ اور کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔

انہوں نے سکھو کو ایسا جکڑ کر باندھا کہ اس کے سوکھے ہوئے بدن میں گڑھے پڑ گئے۔ وہ اس عالم بے بسی میں بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگی۔ کہ امرناتھ! میری صرف یہی آرزو تھی۔ کہ میں صرف ایک بار آپکے چرنوں کے درشن کر لیتی۔ اور پھر دنیا سے رخصت ہو جاتی۔ میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔ اور میں بھی بری بھلی جو کچھ ہوں آپ کی ہوں امرناتھ! کیا میری اتنی سی گذارش بھی قبول نہ ہوگی! الغرض بڑی دیر تک وہ یونہی بڑبڑاتی رہی۔

بھگت کے منہ سے نکلی ہوئی دردناک فریاد کبھی خالی نہیں جاتی۔ خواہ وہ کتنی ہی دھیمی آواز سے کیوں نہ نکلی ہو۔ پس سکھو بائی کی دل سوز فریاد سے بیکنٹھ ناتھ کا تخت تھرا اُٹھا۔ وہ فوراً ایک عورت کا روپ دھار کر سکھو کے پاس جا کر بولے۔ "بہن! میں پانڈرپور جا رہی ہوں۔ کیا تم وہاں نہ چلوگی؟" وہ بولی کہ بائی میں جانا تو ضرور چاہتی ہوں۔ لیکن یہاں بندھی پڑی رہوں۔ مجھ پاپن کے بھاگیہ میں پنڈرپور کی یاترا کہاں۔ یہ سن کر عورت کا بھیس دھارے ہوئے بھگوان بولے۔ اے بائی میں تیری ہمیشہ غمگسار ہوں میں تیری جگہ یہاں بندھ جاؤں گی تو مت گھبرا۔

یہ کہہ کر دیا کے بھنڈار بھگوان نے اس کے تمام بندھن کھول دیئے۔ اور اسے پنڈرپور پہنچا دیا۔ آج سکھو کے صرف یہی بندھن نہیں کھلے۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گئی تمام بندھنوں سے چھوٹ گئی۔

سکھو کے بھیس میں آئے ہوئے بھگوان بندھے پڑے ہیں۔ سکھو کے ساس سسر آتے ہیں اور برا بھلا کہہ کر چلے جاتے ہیں۔ اور بھگوان ہیں کہ شانتی سے سب کچھ سہہ رہے ہیں۔ اسی طرح بندھے ہوئے پورے پندرہ دن ہو گئے۔ ساس سسر کا دل اتنے پر بھی نہ پسیجا۔ لیکن سکھو کے خاوند کے دل میں یہ خیال اُٹھا کہ اسے بہت عرصہ کچھ کھائے پیئے بغیر گذر گیا ہے اگر خدا نخواستہ یہ چل بسی تو ہماری بڑی بدنامی ہوگی۔ وہ بے قرار دل کے ساتھ بھگوان یعنی نقلی سکھو کے پاس پہنچا اور بندھن کھولکر نہایت محبت آمیز التجا سے اشنان کر لینے اور کھانا کھانے کی درخواست کی۔

بھگوان بھی بعینہ سکھو بائی کی طرح ایک عصمت شعار بیوی کی طرح سر جھکائے پڑے رہے۔ وہ سکھو کے آنے سے پہلے ہی غائب ہو جانے میں اس کے سر پر آفت ٹوٹ پڑنے کے خیال سے اس کی واپسی تک وہیں ٹھہرے رہے۔ انہوں نے اشنان کر کے رسوئی بنائی اور تینوں کو بھوجن کرایا۔ آج کے بھوجن میں کچھ عجیب ہی مزا تھا۔ بھگوان نے اپنے حسن و سلوک اور بے مثال خدمتگذاری سے سب کو اپنا گرویدا کر لیا۔ ٹھیک ہے اب بھی تبدیلی نہ ہوتی تو ہوتی کب۔

ادھر سکھو بائی پنڈرپور پہنچ کر بھگوان کے درشن کرنے کے بعد بحر مسرت میں ڈوب گئی۔ وہ یہ بھول گئی۔ کہ کوئی دوسری استری اس کی جگہ بندھی ہوئی ہے۔ اس نے پرتگیا کر لی کہ جب تک جان میں جان ہے۔ میں پنڈرپور کی حدود سے باہر نہ جاؤں گی۔ پریم کی پیاسی سکھو بھگوان پانڈورنگ میں رنگی گئی۔ اور عالم بیخودی میں محو ہو گئی۔ آخر کار سکھو کا روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور جسم بے جان ہو کر گر پڑا۔ اتفاق سے پھاڑ کے نزدیک واقع کول نامی گاؤں کے ایک برہمن نے اسے پہچان کر اور اپنے ساتھیوں کو بلا کر اس کا آخری سنسکار کیا۔

اب جگت آتما شری رکمنی نے جب یہ دیکھا یہ تو یہاں مر گئی ہے اور میرے سوامی اس کی بہو بنے بیٹھے ہیں۔ تو دل میں خیال کیا۔ میں تو بڑی بیڈھب پھنسی یہ سوچ کر شمشان میں جا کر سکھو کی ہڈیاں جمع کر کے اس میں جان ڈال دی سکھو دوبارہ زندہ ہو گئی۔ اُسے زندہ کر کے ماتا نے کہا کہ تیری پرتگیا صرف یہ تھی کہ تو اس جسم سے پنڈرپور سے باہر نہ جائے گی۔ تیرا وہ شریر تو جلا دیا گیا ہے۔ اب تو اس موجودہ شریر سے یاتریوں کے ساتھ واپس لوٹ جا۔ سکھو بائی یاتریوں کے ساتھ دو دن میں گھر پہنچ گئی۔ سکھو کا آنا جان کر سکھو کے بھیس میں آئے ہوئے بھگوان ندی کے کنارے کھڑا

لے کر آ گئے اور سکھو کے آتے ہی دو چار میٹھی میٹھی باتیں بنا کر اور گھڑا اُسے دیکر غائب ہو گئے۔ سکھو گھڑا لیکر گھر آئی۔ اور اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ لیکن گھر والوں کی طبیعت میں انقلاب دیکھکر تصویر حیرت بن گئی۔

کچھ دنوں بعد وہ کول گاؤں والا برہمن جب سکھو کی موت کی خبر گھر دینے آیا اور اس نے سکھو کو گھر پر کام کرتے ہوئے دیکھا۔ تو اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اس نے سکھو کے ساس سسر کو باہر بلا کر کہا کہ سکھو تو پانڈرپور میں مر گئی تھی۔ یہ کہیں بھوت بن کر تو نہیں آ گئی۔ سکھو کے سسر اور پتی نے کہا۔ وہ تو پنڈرپور گئی ہی نہیں تم ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ برہمن کے بار بار اصرار کرنے پر سکھو کو بلا کر سب باتیں پوچھی گئیں اس نے بھگوان کی تمام لیلا کہہ سنائی۔ جسے سن کر ساس سسر اور پتی نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔ یقیناً وہ اندر کی سکھو بائی کی جگہ بندھی ہوئی خود بھگوان تھے۔ ہم بہت نیچ اور گرے ہوئے ہیں۔ جو کہ ہم نے انہیں اتنے عرصہ تک باندھ رکھا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے۔ تینوں کے دلوں سے اب وہ کدورت جاتی رہی۔ اور بھگوان کے بھجن میں لگ گئے۔ اور سکھو بائی کی عزت و توقیر ان کی آنکھوں میں بہت بڑھ گئی۔ اوم شم۔

صورتِ گمنام

از قلم ڈاکٹر راج بہادر ورما راز بریلوی

اگر سعیٔ عمل۔ ناواقفِ انجام ہوتی ہے ❊ تو کیوں حسنِ عمل سے زندگی بدنام ہوتی ہے
ہوائے صبح موافق نہ فضائے شام ہوتی ہے ❊ مگر چشم طلب ہر حال میں بدنام ہوتی ہے
تیرے ساغر کی کیسی بادۂ گلفام ہوتی ہے ❊ جسے پیکر یہ دنیائے خرد بدنام ہوتی ہے
جو اپنا ظرف استقلال رکھتا ہے تحمل سے ❊ تو ہر سعیٔ تمنا اس کی خوش انجام ہوتی ہے
حقیقت کھل نہیں پاتی کبھی بیجا تغافل سے ❊ دل آزاری کسیکی باعثِ آلام ہوتی ہے
جہاں مجبور ہو کر کاوشیں آگے نہیں بڑھتیں ❊ اجل کی گود میں ہی ہستیٔ آرام ہوتی ہے
برس پڑتی ہیں جب آنکھیں خیالِ ماہ مدھ بن میں ❊ تو ہر افسوں میں صورت گمنام ہوتی ہے
کسیکی یاد میں جوشِ محبت جب بڑھکتا ہے ❊ تو ہر شعلہ سے پیدا صورتِ آرام ہوتی ہے

چمکتے ہیں شرارے نیکیوں کے راز بجھ بجھ کر
ہماری ہستیٔ موہوم کب گمنام ہوتی ہے

سوامی گوبند انند جی مہاراج

از پروفیسر ہیرا لعل جی چوپڑہ ایم۔ اے۔

سوامی گوبند انند جی مہاراج عام سادھوؤں کی طرح محض گیروے رنگ کے کپڑے زیب تن کرنے والے سادھو نہ تھے۔ بلکہ اُن کی زندگی کسی خاص مقصد کی متحمل تھی۔ اور کسی خاص لکش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے جیون کال میں تمام کام کیا۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے الپ آیو ہونے کی وجہ سے جس کام کو ادھورا چھوڑا تھا۔ اس کام کے پورا کرنے کا سہرا سوامی گوبند انند جی کے ہی سر پر ہے۔ سوامی رام تیرتھ جی کے زمانہ تک یہ عام رواج چلا آتا تھا۔ کہ ہر نئی تحریک بڑے بڑے قصبوں تک ہی محدود ہوتی تھی۔ اور اسی لئے روحانیت کا پرچار بھی بڑے قصبوں تک ہی رہا۔ جیسے کہ کانگریس کی تحریک یا کوئی اور مجلس تحریک جب اُٹھتی تھی تو شہروں ہی میں فروغ پاکر آخر وہیں ختم ہو جاتی تھی۔ کیونکہ شہروں کے لوگ تعلیمیافتہ ہوتے تھے۔ اُن پر اثر جلدی ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ یقین کی دولت سے مالامال نہ ہوتے تھے۔ اس لئے اُن کے اعتقادات جلدی ہی متزلزل بھی ہو جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں دیہات میں جن چیزوں کا پرچار ہوا۔ گو اس میں محنت زیادہ صرف ہوئی۔ لیکن اس کا اثر زیادہ دیرپا رہا۔ اسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوامی گوبند آنند جی مہاراج نے پنجاب کے دیہات میں ویدانت کا پیغام پہنچانا مناسب سمجھا۔ اور وہ چیز جسے لوح محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ اور جس کے سمجھنے کے لئے دماغ کی گہرائی ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اُسے عام فہم الفاظ میں مگر نہایت مؤثر پیرائے میں سوامی جی نے لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا۔ ہمارے شاستر کاروں نے بھی اپنشدوں کے پڑھنے اور ان پر بچار دینے کی عمر گرہست آشرم کے بعد تعین کی ہے۔ یعنی جب آدمی گرہست آشرم سے فراغت ہو جائے۔ تو اُسی وقت ویدوں کے اس آرنیاک بھاگ کو پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ہمارے زمانے کے عملی ویدانتیوں نے یعنی سری رام کرشن پرمہنس۔ سوامی ویویکانند۔ سوامی رام تیرتھ۔ اور سوامی گوبند انند جی نے شری شنکر آچاریہ کی زندگی سے سبق گرہن کرتے ہوئے یہی مناسب سمجھا کہ گیان کا بھنڈار ہر وقت اور ہر شخص پر کھولا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے عمر یا ذات کی کوئی قید نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جس کی آتما میں بھوک ہے۔ یا جس کے من میں شردھا ہوتی ہے۔ اس بات کا ادھیکاری ہے۔ کہ اس پر راز ہائے سربستہ کا انکشاف کیا جائے۔ اور شرتی یعنی وید اور اُپنشد کا آسرا لیکر ان لوگوں نے تمام ہندوستان میں جاگرتی پیدا کر دی۔

سوامی گوبند آنند جی نے اپنی سرگرمیوں کا حلقہ پنجاب کے دیہات کو بنایا۔ اور اس کے لئے انہوں نے

پنجابی اور ہندی زبان میں اپنے ویاکھیانوں اور لیکھوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سوامی رام تیرتھ جی اپنی مستی اور انکشاف کو رسالہ "الف" کے صفحوں میں قلمبند کیا کرتے تھے۔ اور وہ دوسرے لفظوں میں اُن کا الہام تھا۔ جوکہ روحانیت کی مستی کے چھلکتے ہوئے پیمانے تھے۔ جب انہوں نے سوامی گوبند آنند جی کی گوبند لہر کا ملاحظہ فرمایا۔ تو ارشاد کیا۔ کہ گوبند جی کی لہریں رسالہ "الف" کے ہمرکاب لہراتے ہوگئی ہیں۔ مستی تو ایک ہی تھی۔ لیکن محض زبان کا فرق تھا۔

پنجابی زبان میں ویدانت کے گوڑھ تتوں کا بیان کرنا ایک سخت مشکل سا معاملہ ہے لیکن ایک شخص جو انوبھو کی دولت سے مالا مال ہو۔ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوتی مشکل ہمیشہ وہیں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں تصنع اور بناوٹ سے کام لینا مقصود ہو لیکن جو بات اپنے انوبھو میں آ چکی ہو۔ اس کو قلمبند کرنے میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ اس لئے دھرم کے بلند اور اُچیہ فلسفے کا نہایت صاف واضح اور جاندار الفاظ میں بیان کرنے کی کامیابی کا سہرا سوامی گوبند آنند جی کے سر پر ہی ہے۔

انہوں نے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا تھا۔ عوام کو گیان کا مارگ دکھلانے کے لئے عوام کو روحانیت کی جیوتی کا پرکاش دکھلانے کیلئے اور انکی زندگی اس بات کی مظہر ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی محض اپنے لئے صرف کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ وہ زندگی کو بنی نوع انسان کی خدمت میں صرف کرنا اس کا بہترین استعمال سمجھتے تھے۔ اور ان کے عقیدے کے مطابق ایک شخص جو خود غرضانہ خواہشات لیکر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور خاص طور پر ایک سادھو سنیاسی جو بغیر دُنیا کا اُدھار کیئے دُنیا پر ایک بوجھ ثابت ہوتا ہے۔ تو وہ دُنیا کی عدالت میں ایک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنیوالا ہے۔ وہ خود سادھوؤں کے واسطے بھی ایک مشعلِ ہدایت تھے۔ اور اپنی عملی زندگی سے اقبال کے ان الفاظ کا دعویٰ کرتے تھے۔ ؎

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

وہ سنیاس کو اپنی نج کی مکتی کا سادھن تصوّر نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے سنیاس لیا بھی تھا۔ تو محض اس لئے کہ پہلے جو شریر خاندان کے چند افراد کا مشترکہ حصہ تھا۔ اب زیادہ وسیع حلقے کی ملکیت بن جائے۔ یعنی انہوں نے آتما کو وسعت دیکر اپنے محدود حلقے کو لامحدود کر دیا تھا۔ ایک سادھو اگر اپنی مکتی کی ہی خواہش رکھتا ہے! ور تمام عمر گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر رام نام جپکر اپنی عمر بیتیت کر دیتا ہے اور اس کی زندگی سے دُنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو وہ مجرم ہے۔ اور سزا کا سزاوار ہے۔ اور دُنیا کے گلے میں ایک پتھر کا بوجھ ہے۔ ؎

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو
اے خوں شدہ دِل تو تو کسی کام نہ آیا

تو ایسے اُچیہ آدرش رکھنے والے سادھو کبھی مر نہیں سکتے ہیں۔ بھگوان شنکر آچاریہ کو جا ہے آج سینکڑوں سال ہوگئے۔ لیکن وہ اپنے فلسفے اور سنسار کشیتر میں اپنے کاریہ کے کارن امر ہوگئے۔ اسی طرح آج سری رام کرشن پرمہنس۔ سوامی ویکانند اور سوامی رام تیرتھ جی مہاراج بھی چادر نگ عالم میں ہندوستان کی عظمت کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں۔ اور شہدا زندہ جاوید ہیں عین اسی طرح سوامی گوبند آنند جی اپنے بھگتوں اور مداحوں میں ایک نیا جیون پھونکنے کے کارن ایک نئی جیوتی کے پرکاش کرنے کے کارن اور اپنی بے غرضانہ اور انتھک زندگی کے کارن اور پریم بھگتی اور ویراگیہ کی رہنمائی کے کارن ہمیشہ ہی زندہ ہیں۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

--- ٭٭٭ ---

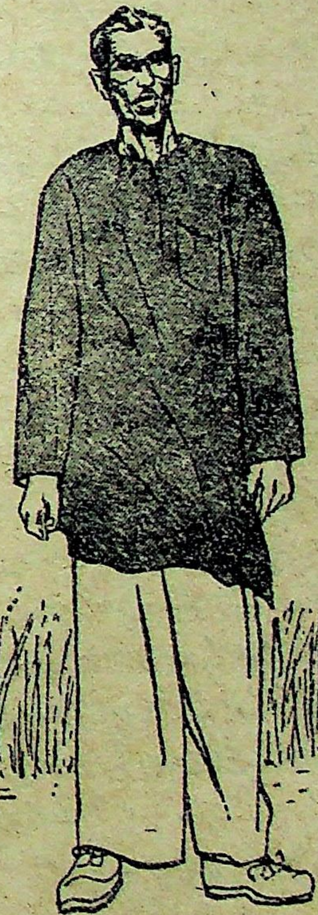
نئے بھارت کے معمار

کوششیں پھل لائیں

شری رندھیر سنگھ کی کوششیں ایک بار پھر کام آئیں۔ اتر پردیش میں زیادہ اناج اُگانے کا مقابلہ جیتنے کا سہرا ایک بار پھر انہیں کے سر رہا۔ ۱۹۵۸-۵۹ میں تو انہیں ۹۰٫۴ من فی ایکڑ سے زیادہ گیہوں اُگانے میں کامیابی ہوئی۔ شری رندھیر سنگھ کا تعلق ضلع کانپور کے موضع مانچہ سے ہے۔

شری رندھیر سنگھ نے کھیتی باڑی کے بہتر طریقے اپنائے، گہری و عمیق کھیتی کی۔ کھاد و کیمیاوی کھاد برتی، بہتر بیج بوئے اور خوب سینچائی کی۔ نتیجہ بڑا ہی خوشگوار نکلا۔

شری رندھیر سنگھ جیسے ترقی پسند کاشتکار دیش کے لئے زیادہ اناج اُگا کر صحیح معنوں میں نئے بھارت کی تعمیر میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔



پلان سے مضبوطی
پلان سے خوشحالی
پلان کو کامیاب بنایئے، محنت سے بچت سے

اندر اور وروچن

از قلم دیوان پنڈت بیداس جی چوپڑہ بی۔ اے

چھاندوگیہ اُپنشد کے آٹھویں باب کی ساتویں فصل میں آیا ہے۔ کہ جب خالق کون و مکاں رب العالمین (پرجاپتی) سلسلۂ کائنات خلقت کر چکا۔ اور انتظام عالم کے لیئے قوانین وضع کر چکا اور جملہ انسانی مقاصد کی تحصیل کے ذرائع مقرر کر چکا تو اس نے عرض و سماں میں عام منادی کرا دی کہ "آتما کو جو کہ پاپ سے ملوث نہیں ہوتا ہے۔ جسے بڑھاپا اور موت نہیں آتے ہیں۔ جو رنج و غم سے پرے ہے۔ جسے بھوک اور پیاس چھو نہیں سکتے ہیں۔ اور جو کہ راست مقاصد والا ہے آسی کی ہی نوع انسان کو کھوج کرنی چاہیئے۔ اُسی کی تمیز و تشخیص لازمی ہے۔ اور وہ جو کہ اس آتما کی تحقیق کر کے اسے پہچان لیتا ہے۔ وہ خود بخود جملہ تحقیقات ہستی اور مقاصد کو عبور کر جاتا ہے۔"

پھر لکھا ہے۔ کہ جب دیوتاؤں اور اسروں تک یہ پیغام پہنچا تو اُن میں ایک غوغا برپا ہو گیا۔ اور انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ پھر تو ضرور ایسے آتما کی تلاش کرنی چاہیئے جس کی پہچان سے جملہ طبقات زندگیات ہستی اور جملہ مقاصد کا حصول ہوتا ہے۔ چنانچہ باہمی مشاورت کے بعد دیوتاؤں کے سردار اندر اور اسروں کے سردار وروچن دونوں خالق عالم کی خدمت میں تحصیل علم کے لیئے بطور شاگرد کے حاضر ہوئے اور وہاں عرصہ بتیس سال تک برہم چاری بن کر رہے۔ جب عرصہ بتیس سال کا گذر چکا تو رب العالمین نے دریافت فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس کس مقصد کے لیئے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپکی اس منادی کا جگت میں بہت چرچا ہے۔ کہ ہر متنفس کے لیئے لازم ہے کہ ذات حق (آتما) کی جو کہ پاپ سے ملوث نہیں ہوتا ہے۔ ضعیفی اور موت سے بالاتر ہے۔ رنج و غم سے پرے ہے۔ جسے بھوک اور پیاس چھو نہیں سکتے ہیں۔ وہ جو ایسا آتما ہے اُسے ہر بشر تحقیق کرے۔ پس ہم دونوں ایسے آتما کے گیان کے لیئے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اس پر رب العالمین نے اندر اور وروچن ہر دو کو مخاطب کر کے فرمایا سُنو! یہ جو آنکھ میں مکیں (پرش) ہے یہی آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ بے خوف ہے۔ برہم (آخری حقیقت) ہے۔

رب العالمین کا مطلب تو یہ تھا۔ کہ تمثیلاً آنکھ جس سے قوت بینائی حاصل کرتی ہے یعنی اندریاں یا حواس خمسہ جس سے شکتی اور ظاہری ہستی پاتے ہیں۔ وہ پس پشت نہاں اندرونی و آخری شکتی آتما ہے۔ جو کہ اس انسانی قالب کی آنکھوں کی کھڑکیوں میں جلوہ افروز ہو کر اس عالم مشہودہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ ذات شاہد آتما ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی متناقص عقل کے باعث رب العالمین کے الفاظ کا یہ مفہوم سمجھا کہ آنکھ کی ڈھیری کے اندر جو دوسرے دیکھنے والے کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ وہ آتما ہے۔ پس اسپر انہوں نے سوال کیا۔ کہ کیا یہ جو پانی میں دکھائی

دیتا ہے۔ اور یہ جو شیشے کے اندر دکھائی دیتا ہے۔ کیا یہی آتما ہے؟ اور ذات باری نے اُن میں آزادانہ تجسس اور تحقیق کا سپرٹ پیدا کرنے کے لیئے کہا کہ ہاں یہی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ پانی کے پیالے میں تم دونو اس اپنی آتما (اپنی ذات) کو دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے پانی میں دیکھا۔ تب رب العالمین نے اُن سے دریافت فرمایا۔ "تم کیا دیکھتے ہو۔!" انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم آتما کو پوری شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا ایک ایک بال اور ناخن تک دکھائی دے رہا ہے۔ تب پرجاپتی نے کہا۔ کہ اب اچھے اچھے خوشنما زیورات اور پارچات پہن کر اور اپنے آپ کو صاف ستھرا کر کے یعنی بال اور ناخن کٹوا کر پھر پانی کے پیالے میں دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تب پرجاپتی نے دریافت کیا۔ "اب کیا نظر آتا ہے۔!" انہوں نے عرض کیا۔ "اے بھگوان! جیسے ہم یہ زیورات پارچات دھارن کیئے ہوئے ہیں۔ عین اسی طرح سے یہ ہمارے دونو آتما پانی میں اچھے بھوشن و پارچات میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پرجاپتی نے پھر ان کی عقل کی سطح کے مطابق اور اُن میں آزادانہ کھوج پیدا کرنے کے لیئے فرمایا۔ کہ "یہ آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ یہ بےخوف ہے۔ یہی برہم ہے۔" چنانچہ اس پر دونو اندر اور ورو چن پرسن یعنی مطمئن ہو کر چلے گئے۔

تب پرجاپتی (رب العالمین) نے کہا کہ یہ دونو آتما کی تحقیق اور تمیز کے بغیر جاتے ہیں۔ ان دونوں میں سے جو کوئی اپنے عقیدہ کی تلقین کرے گا۔ فنا ہو جائے گا۔

غیر اسُروں کا سردار ورو چن تو شاد کام خوشی خوشی اطمینان قلب کے ساتھ اسُروں کے پاس پہنچا۔ اور انہیں اپنے عقیدہ کا واعظ کیا۔ کہ سُنو! یہ آتما (یہ قلب خاکی) ہی ہمارا معبود ہے۔ اسی کی خدمت کرنی چاہیئے وہ جو اس شریر کی پوجا کرتا ہے۔ وہی آتما کا سیوک ہے۔ اور اسی کے تمام مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ یہ جسم خاکی ہی آخری حقیقت (آتما) ہے۔ اس سے پرے کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اب بھی جو نہ تو دان 'خیرات' میں یقین رکھتا ہے نہ تحقیق حق کا طالب ہے۔ نہ خلائق عام کی بہبودی و فلاح میں دلچسپی رکھتا ہے۔ اُسے لوگ اسُر کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسُر (شیطان) ذالاعقیدہ رکھتا ہے۔ وہ اس جسم فانی کو عطریات اور خوشبویات سے معطر کرتا ہے۔ زیورات سے مرصع کرتا ہے! اور استریوں کی سنگت میں خوشی کا متلاشی رہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہی طرز عمل حقیقی خوشی و راحت کا موجب ہے۔

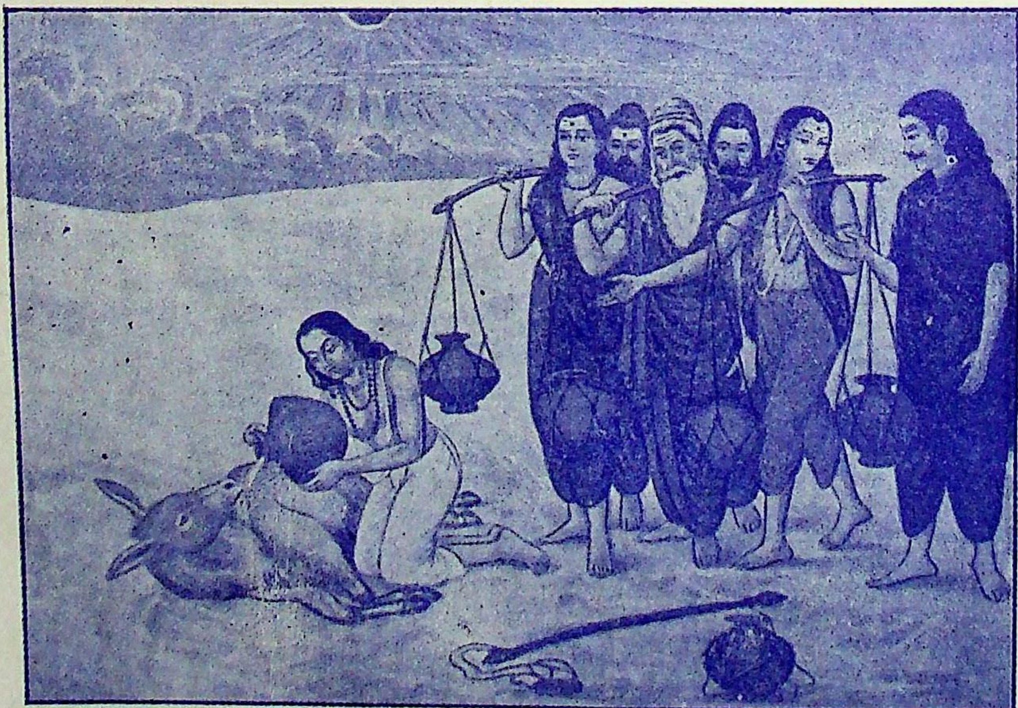
اب پرجاپتی کا مطلب سمجھنے میں مغالطہ تو دونوں کو ہوا۔ لیکن فرق صرف اتنا ہوا کہ ورو چن یعنی گم گشتگان راہ معرفت کے سردار نے تو یہ یقین کر لیا۔ کہ یہ شریر آتما یعنی ذات عین یا آخری حقیقت ہے۔ لیکن اندر نے عکس کو آتما تصور کیا۔ اور ابھی دیوتاؤں کے پاس واپس نہیں پہنچا تھا۔ کہ وچار وان ہونے کی وجہ سے راستہ میں ہی اندر کے دل میں شک پیدا ہوا کہ یہ عکس جو پانی میں دکھائی دیتا ہے۔ اچھے کپڑوں کے پہننے سے خوش پوش ہو جاتا ہے۔ بدن کے صاف ستھرا ہونے سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ شریر کے کانا ہونے سے کانا ہو جاتا ہے اندھا ہونے سے اندھا ہو جاتا ہے۔ لنگڑا ہونے سے لنگڑا ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن آتما کے متعلق ایسے نقطہ خیال سے آخر لابھ کیا ہوا۔ ایسا آتما (عکس) جو کہ بدن کی ہر تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوا نظر آتا ہے۔ آخری حقیقت نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی لافانی و باقی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اندر ایسا سوچتا ہوا راستہ میں سے ہی واپس لوٹا۔ اور پھر رب العالمین کی خدمت میں بطور شاگرد کے حاضر ہوا۔

اُسے دیکھ کر رب العالمین (پرجاپتی) نے فرمایا۔ "تم تو مطمئن ہو کر ورو چن کے ساتھ چلے گئے تھے۔ اب تمہاری واپسی کا کیا مقصد ہے۔؟ اندر نے عرض کیا کہ "جیسے یہ عکس اچھے زیورات و ملبوسات



F. III

INDRA & VAROCHNA



SANT AEK NATH JI

پہننے سے خوش نما نظر آتا ہے۔ اس شریر کے اندھا ہونے سے اندھا ہو جاتا ہے۔ کانا ہونے سے کانا ہو جاتا ہے۔ لولا لنگڑا ہونے سے لولا لنگڑا ہو جاتا ہے۔ عین اسی طرح اس کے مرنے پر اس آتما (عکس) کا بھی ناش ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ امرت یعنی لافانی کیسے ہوا۔ اور ایسے اس آتما کو جاننے سے لابھ ہی کیا ہوا۔؟

تب پرجاپتی نے فرمایا کہ ہاں اندر تمہارا وچار ٹھیک ہے۔ میں فقط تمہاری عقل کا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ عکس ذات مطلق (آتما) نہیں ہے لہٰذا اب یہ تمہیں پھر آتما کے اصلی سروپ کا واعظ کرتا ہوں لیکن چونکہ تم نے پہلے میرے الفاظ کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بدھی ابھی اجلی نہیں ہے۔ لہٰذا تم ابھی بتیس سال اور میرے پاس بطور برہمچاری کے رہو۔ چنانچہ اس نے دوبارہ بطور برہمچاری کے بتیس سال قیام کیا۔ اس کے بعد رب العالمین نے پھر فرمایا "سنو! یہ جو عالم خواب میں خود اپنی شکتی سے ایک عالم خلقت کرتا ہے۔ یعنی جو بلا مادہ غیر سے عالم خواب میں ایک جگت رچ لیتا ہے۔ یہ آتما ہے۔ یہ لافانی ہے۔ یہ برہم یعنی آخری حقیقت ہے۔

اس پر اندر مطمئن ہو کر چلا گیا۔ لیکن دیوتاؤں کے پاس واپس پہنچنے سے پہلے راستہ میں برابر وچار کرتا جاتا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ یہ خواب میں اس جسم خاکی کے نقائص سے بالاتر ہے۔ اس کے لولا لنگڑا ہونے سے یہ خواب بین (آتما) لولا لنگڑا نہیں ہو جاتا ہے۔ اس کے کانا یا اندھا ہونے سے یہ کانا یا اندھا نہیں ہو جاتا ہے۔ گویا اس جسم خاکی کے محسوسات سے وہ ملوث نہیں ہوتا ہے۔ نہ ہی اس کے نقائص سے متناقص ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی جب نہ تو کوئی اس شریر کو مارنے والا یا بھگانے والا ہوتا ہے۔ تب بھی یہ آتما (خواب بین) مار کھاتا ہوا یا بھاگتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب کوئی اسے ڈرانے والا نہیں ہوتا تب بھی یہ آتما (خواب بین) ڈرتا ہوا

معلوم ہوتا ہے۔ ایسا آتما (خواب بین) تو خوف اور رنج و غم سے بالاتر معلوم نہیں دیتا ہے۔ اور ایسے آتما (خواب بین) کے تصور سے آخر فائدہ ہی کیا ہوا۔ میں تو ایسے آتم گیان سے کوئی لابھ نہیں دیکھتا ہوں۔ چنانچہ ایسا وچار کرتے ہوئے وہ راستہ میں سے ہی واپس لوٹ گیا اور پھر پرجاپتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اسے دیکھ کر پرجاپتی نے فرمایا "اندر تم تو مطمئن ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ اب تم کس مقصد کو لیکر یہاں آئے ہو؟" اس پر اندر نے عرض کیا۔ کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس جسم خاکی کے نقصوں کا اطلاق اس خواب بین (آتما) پر نہیں ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ خواب میں مار کھاتا ہوا۔ بھاگتا ہوا۔ ڈرتا ہوا۔ اور روتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تو آتما کے ایسے تصور سے لابھ بھی کیا ہوا۔!

پرجاپتی نے کہا کہ ہاں تمہارا وچار ٹھیک ہے۔ لہٰذا اب میں اور زیادہ وضاحت سے تمہیں آتما کے سروپ کی تلقین کروں گا۔ لیکن ضروری ہے۔ کہ اب تم پھر بتیس سال تک میرے پاس بطور برہمچاری کے رہو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ازاں بعد پرجاپتی نے یوں فرمایا "جب یہ شاہد خواب کی حالت میں نہیں ہوتا ہے۔ اس وقت یہ عالم خواب کے تمام متذکرہ نقائص سے مبرا اور بالاتر عین اپنی ذات میں بے خوف و لاثانی ہوتا ہے۔ یہی برہم ہے۔ یہی آخری حقیقت ہے۔ اس حالت میں یہ تمام جسمانی نقائص اور جاگرت (عالم نظارہ) اور سوپن (عالم خواب) کے تمام نقائص اور قیود سے بالاتر ہوتا ہے۔ ایسے آتما کو پاپ نہیں چھو سکتا ہے۔ یہ امرت (لافانی) ہے۔ یہی برہم ہے یہی آخری حقیقت ہے۔ قائم بالذات ہے۔ ہستی مطلق ہے۔ اس پر اندر مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔ لیکن وچار وان ہونے کی وجہ سے راستہ میں برابر سوچتا جاتا تھا۔ چنانچہ اس نے خیال کیا۔ کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ بے خوابی کے عالم میں یہ آتما محسوسات سے بالاتر ہے۔ گناہ سے ملوث نہیں ہو سکتا ہے۔ جاگرت اور سوپن کی تمام قیود

سے آزاد ہے۔ لیکن ایسی حالت میں یہ آتما اپنی ذات سے بھی تو بالکل بے خبر ہے گویا ایک طرح سے بالکل نیست سا معلوم ہوتا ہے۔ آتما کے ایسے مفہوم سے آخر کیا لابھ ہوا۔ !

چنانچہ وہ پھر راستہ میں سے ہی واپس لوٹ آیا اُسے واپس آتا دیکھ کر رب العالمین نے دریافت کیا کہ تم تو مطمئن ہو کر چلے گئے تھے۔ اب پھر تمہاری واپسی کا کیا مقصد ہے؟ چنانچہ اندر نے عرض کیا۔ کہ یہ آتما بیخواب نیند کی حالت میں یعنی سشپتی اوستھا میں نہ تو عالم مادی نہ ہی عالم خواب سے باخبر ہے۔ نہ ہی اپنی ذات کا ہی احساس رکھتا ہے۔ گویا نیست اور معدوم سا ہوتا ہے۔ میں تو آتما کے ایسے گیان سے کوئی خاص لابھ خیال نہیں کرتا ہوں۔

اس پر پرجاپتی نے کہا۔ "واقعی تمہارا وچار معقول ہے۔ اب میں تجھے پھر وضاحت سے اُپدیش کروں گا۔ لیکن اب کی دفعہ تم پھر پانچ برس وہاں رہو۔ چونکہ انکشاف حقیقت میں تھوڑی کسر رہ گئی ہے۔ اس لئے صرف پانچ سال کا عرصہ کافی ہوگا چنانچہ اندر پانچ سال اور برہم چاری کے طور پر پرجاپتی کی خدمت میں رہا۔ اور اس طرح آتم درشن کے لئے اُسے کل مجموعی طور پر ایک سو ایک سال برہمچاری رہنا پڑا۔

پرجاپتی یعنی خالق ارض و سما نے پہلے تو جاگرت اوستھا یعنی عالم محسوسات میں اندر کو آتما کا نظارہ دکھایا۔ اور پھر سوپن اوستھا یعنی عالم خواب میں اُس کے کرشمہ سے واقف کیا۔ اور پھر سشپتی اوستھا یعنی بے خواب نیند کی کیفیت اُس پر ظاہر کی اور اب اس میں ان تینوں حادث حالتوں کو نفی کر کے اُسے آتما کی عین ذات کی تلقین کرتے ہیں۔ چنانچہ پانچ سال کے بعد فرمایا کہ یہ شریر فانی ہے۔ اور یہ موت کی گرفت میں ہے۔ یہ اس غیر فانی و غیر جسمانی آتما کا مکان ہے۔ جب تک اس کا شریر کے ساتھ تعلق ہے

وہ شریر کے ساتھ ایک ہو رہا ہے۔ شریر میں آتم ابھیمان رکھتا ہے۔ شریر کے دُکھ سُکھ سے متاثر ہوتا ہے۔ پریہ اور اپریہ یعنی مرغوب و غیر مرغوب سے جکڑا جاتا ہے لیکن جب یہ شریر سے اپنے آپ کو الگ جانتا ہے۔ تب مرغوب و غیر مرغوب کے بندھنوں سے اپنے آپکو آزاد پاتا ہے۔ اس کی تمثیل یوں سمجھو کہ جیسے وایو (ہوا) بادل اور بجلی ہر وقت آکاش (فضا) میں رہتے ہیں۔ یہ ایسی حالت میں شریر رہت یعنی لامکان ہیں۔ چنانچہ محسوس نہیں ہوتے ہیں گویا کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن فی الحقیقت نیست نہیں ہیں۔ سورج کی گرمی پاکر ہوا حرکت میں آتی ہے۔ بادل شکل اختیار کرتے ہیں اور بجلی چمکتی دکھائی دیتی ہے۔ تب یہ نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ عین اسی طرح سے سشپتی اوستھا میں یہ ذات (آتما) اگرچہ قائم بالذات ہے۔ مردہ سا معلوم دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت مردہ نہیں ہے۔ صرف عالم محسوسات سے بالاتر ہے۔ اور عالم محسوسات کی قیود سے آزاد ہے۔ اگر نیست و مردہ ہووے تو پھر بیداری کے عالم میں یعنی جاگرت اوستھا میں عالم شہود کا شاہد نہ بن سکے۔

سُنو! حواس خمسہ کے پس پُشت جو ان حواسات کو زندگی دیتا ہے۔ وہ آتما ہے آنکھ اسی کی شکتی سے دیکھتی ہے۔ بذات خود قوت بینائی نہیں رکھتی ہے۔ یہ آنکھ بینائی کے لئے محض ایک آلہ ہے۔ شاہد حقیقی وہی ذات مطلق (آتما) ہے۔ اسی طرح سے کان سُننے کا محض ایک آلہ ہے۔ اور اسی آتما سے قوت سماعت پاتے ہیں۔ سامع حقیقی وہی ذات (آتما) ہے۔ یہی حال باقی کل اندریوں کا ہے۔ لیکن یہ آتما اپنے اصلی سُروپ یعنی ذات میں عالم محسوسات سے پرے عین آرام (جو کہ اس کا ذاتی خاصہ ہے) کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو اُن کے لئے جو کہ عالم محسوسات کو ہی جملہ عالم

حقیقت تصور کرتے ہیں۔ یہ آتما فرضی سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن رشی، لوگ (مبصران حقیقت) جانتے ہیں۔ کہ عالم محسوسات تو آتما میں حادث ہے۔ اور آتما شیش یعنی باقی ہے۔ قایم بالذات ہے۔

نتیجہ

پرجاپتی (رب العالمین) کے اس اُپدیش سے مقصود یہ ہے۔ کہ عین ذات یا ہستی مطلق (آتما) کو جاننے سے ہی تمام بندھنوں یعنی قیود کا خاتمہ ہوتا ہے۔ عالم بیداری گیان اداریوں کا محض کھیل ہے اور حادث ہے۔ اگر حادث نہ ہوتا تو عالم خواب میں اس کا خاتمہ نہ ہوتا۔ عین اسی طرز استدلال سے ثابت ہوتا ہے عالم خواب بھی ذات حق (آتما) میں حادث ہے۔ کیونکہ جاگرت یعنی عالم بیداری کے وقت یہ بھی محو ہو جاتا ہے۔ اور پھر سُشپتی یعنی بے خواب نیند کی حالت بھی عارضی ہے۔ بس ان تینوں حالتوں کو منفی کرنے سے جو باقی رہتا ہے۔ اور جس میں یہ تینوں حالتیں حادث ہوتی ہیں وہ اصل ذات یا ہستی قائم بالذات (آتما) ہے۔ جس طرح روشنی تمام اشیا کو منور کرتی ہے لیکن خود کسی دیگر شے پر سے منعکس ہوئے بغیر دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اسی طرح سے جملہ تحققات ہستی و حیات عالم و ارض و سما اسی آتما کی ہستی سے ہست سے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ آتما خود اسی طرح سے ہست معلوم نہیں رہتا ہے۔ جیسے کہ یہ عالم معلومات ہست معلوم ہوتا ہے۔

یہ من اور بدھی یعنی تخیل اور ادراک کو تو یہ خود جامۂ ہستی عطا کرتا ہے۔ اندریاں من اور بدھی تو خود اسی نور (آتما) سے ظاہری و عارضی ہستی حاصل کرتے ہیں۔ بذات خود ہست نہیں ہیں۔

جب تک حقیقت کا متلاشی کرموں کے بندھن میں ہے وہ مزدور اور غلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ قانون کی سلطنت کے طابع ہے۔ اچھے کام کرنے سے نیک صلہ پاتا ہے۔ اور برے کام کرنے سے برا انجام پاتا ہے۔ ہر صورت میں آزاد نہیں ہے۔ بندہ ہے۔ اور پھر اس کا صلہ ہر صورت میں محدود ہے۔ اور مرنے اور پیدا ہونے کے تسلسل سے اس کا رُکنا ناممکن ہے۔ لیکن جب اُسے اپنی ذات کی پہچان ہو جاتی ہے۔ تو وہ ایشوری نیم یعنی نظام عالم کے قوانین کے تابع نہیں رہتا ہے۔ مکمل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ یعنی مکت ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب آزادی کی چوٹی پر پہنچ کر وہ اپنی گمراہی کی وادیوں پر نظر ڈالتا ہے۔ تو اُسے دکھائی دیتا ہے۔ کہ دراصل بندھن اور قیود تو محض اس کا اپنا ہی وہم تھے۔ اور وہ محض جہالت کی وجہ سے اندریوں اور برتیوں یعنی حواسات اور خیالات سے متاثر ہوتا ہوا۔ اپنے آپ کو کبھی سُکھی اور کبھی دُکھی تصور کرتا ہے اور اب اسے انجام میں یہ معلوم ہوا کہ سُکھ اور دُکھ دونوں اس میں برپا نہ تھے۔ اب اسے معلوم ہوا کہ یہ آتما واقعی پاپ سے ملوث نہیں ہو سکتا ہے۔ اسے بڑھاپا اور موت نہیں آ سکتے ہیں۔ یہ رنج و غم سے پرے ہے۔ بے خوف ہے۔ لافانی ہے یہی اصلی معنوں میں ہستی مطلق ہے۔ باقی سب نیست ہیں۔ بقا صرف اسی کو ہے۔ باقی سب فنا۔

ایسے آتما کی پہچان جس کو حاصل ہو جاتی ہے وہ قانون اور عدل اور انصاف کے مدارج سے پار ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات میں ہی مقید نہیں مکت ہو جاتا ہے۔ اور پھر تسلسل ہستی میں نہیں آتا ہے نہیں آتا ہے۔ "اوم شم"

ویدبھوشن پنڈت رام گوپال شاستری ویدک سکالر کی تیار کردہ

چند ادویات

نوک नवक آج کل پیٹ میں گیس پیدا ہونیکی بیماری عام ہے۔ گیس کے بننے سے بدہضمی سر چکرانا اور پیٹ کا مشک کی طرح پھول جانا وغیرہ اس بیماری کی نشانی ہے کئی بار گیس جبکہ دل کی طرف چلی جائے تو مریض کو بہت گھبراہٹ پیدا کرتی ہے۔ مریض یہی سمجھتا ہے کہ میرا دل فیل ہونے لگا ہے۔ حالانکہ اس مرض میں دل کے گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ ایسی ناپرواہ بیماری کیلئے **نوک** گولیاں بہت مفید ثابت ہوتی ہیں قیمت فی شیشی ۵ گولیاں اڑھائی روپیہ

کوکلا آجکل گلے کی سوجن کی بیماری عام ہوگئی ہے زیادہ تر بچوں میں یہ بیماری عام پھیلی ہوئی ہے۔ گلے کی بیماری کو ٹانسل کہتے ہیں۔ اس کے بڑھنے سے صحت دن بدن گرجاتی ہے اور دماغ کمزور ہوجاتا ہے۔ ایلوپیتھک علاج میں آپریشن کے بغیر اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہماری ایجاد شدہ **کوکلا** تھوڑے ہی دنوں میں بغیر آپریشن کے گلے ٹھیک کردیتی ہے۔ اور جسم کو پوری تندرستی بخشتی ہے یہ پچیس سالوں کی آزمودہ مجرب دوا ہے قیمت فی شیشی ۶۰ گولی تین روپے ‎3/-/-

اینڈی سائٹس کورس پیٹ میں اندھی آنت کی سوجن کو انگریزی میں اپنڈی سائٹس کہتے ہیں بڑی خطرناک بیماری ہے جبکہ اس کے دورے پڑتے ہیں تو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ مریض اچھل کر لوٹ پوٹ ہوجاتا ہے اور آنت پھٹ جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس بیماری کو دور کرنے کے لئے چالیس دن کا کورس قیمت چالیس روپے آدھا کورس بیس دن کیلئے قیمت بائیس ۲۲ روپے۔

کاسا:- کالی کھانسی کی دوائی جب بچوں کو کالی کھانسی ہوتی ہو تو کھانستے کھانستے الٹی ہوجاتی ہے منہ نیلا اور لال پیلا ہوجاتا ہے۔ سانس رکنے لگتا ہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہ تین تین ماہ تک رہتی ہے۔ یہ کھانسی ایک بچے سے دوسرے بچے کے ساتھ کھیلنے سے بھی ہوجاتی ہے۔ **کاسا** دوائی کے استعمال سے یہ بیماری دور ہوجاتی ہے مکمل آرام کیلئے تین ٹیوب کافی ہیں قیمت فی ٹیوب ۲ روپے

دھول گولیاں اور تیل جن لوگوں کے بال چھوٹی عمر میں ہی سفید ہوجاتے ہیں انہیں دھول گولیاں اور تیل استعمال کرنا چاہیئے۔ دھول تیل اور گولیوں کا استعمال بالوں کو پیش از وقت سفید ہونے سے روکتا ہے قیمت ۱۲۰ گولیاں ایکماہ کیلئے چار روپیہ تیل فی شیشی دو روپے، کل چھ روپئے۔

لوہ چندریکا جن بچوں اور بوڑھوں اور نوجوانوں میں فولاد اور چونا کی کمی ہوجاتی ہے! انسان کا جسم کمزور ہوجاتا ہے۔ تھوڑی دیر چلنے سے ٹانگیں تھک جاتی ہیں تھوڑا بوجھ اٹھانے سے کمر دکھتی ہے ایسی حالت میں **لوہ چندریکا**۔ آئرن کیلشیم کمپونڈ نیا خون پیدا کرتی ہے۔ اور ہڈیوں کو مضبوط بناتی ہے۔ قیمت فی شیشی چالیس ٹکیہ دو روپے آٹھ آنے۔

شودھنی کریم جوانی کے کیل، مہاسے دور کرتی ہے۔ چہرے کو سندر اور ملائم بناتی ہے۔ قیمت ایک ڈبیہ ایک روپیہ۔

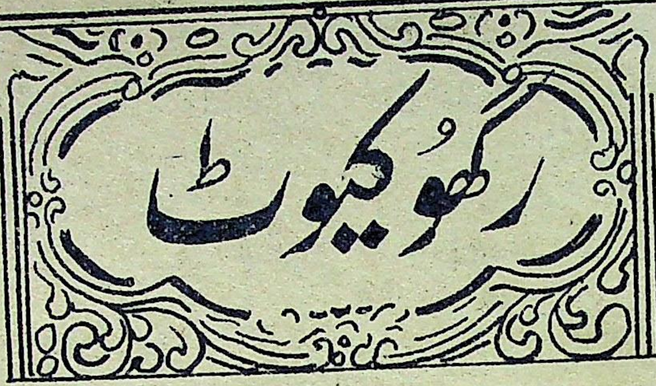
دیپن بدہضمی کی اعلیٰ دوائی ہے۔ بھوک لگاتی ہے۔ پیٹ کے بھاری پن کو دور کرتی ہے۔ کسی بھی بیماری کی وجہ سے پیٹ کی انتڑیاں جب کمزور ہوگئی ہوں تو اس کمزوری کو دور کرکے ہاضمہ کی طاقت بڑھاتی ہے۔ قیمت فی شیشی ۳۲ گولیاں دو روپئے ‎2/-/-

(نوٹ۔ ہر دوائی کا محصولڈاک بذمہ خریدار ہے۔

فون نمبر ۵۱۹۴۶ ۵۲۵۳۲

ملنے کا پتہ

کویراج کرشن گوپال ایم۔ اے سدھا کر اوشدھالیہ آریہ سماج روڈ قرولباغ دہلی نمبر ۵



رگھو ملاح تھا۔ شری جگن ناتھ پوری کے پاس ہی ہیلی جیٹی گاؤں میں اس کی رہائش تھی۔ اس کے کنبے میں صرف تین افراد تھے۔ وہ۔ اس کی بوڑھی ماں اور اس کی بیوی۔ رگھو ہر روز صبح جال لیکر جاتا اور مچھلیاں پکڑ کر لاتا۔ پھر انہیں بازار میں جا کر بیچ آتا جو پیسے آتے اُن سے کھانے پینے کا سامان لاتا۔ اور اس طرح سے اپنا گذارا چلاتا۔ نیچ جاتی کا ہونے پر بھی اس کے سنسکار اچھے تھے۔ وہ اکثر پوشیدہ طور پر شری ہری نام کا جاپ کیا کرتا تھا۔

مچھلیاں جب اس کے جال میں پھنستیں اور پھر تڑپتیں تو اس کے دل میں رحم آتا۔ مگر گذارہ کی کوئی دیگر صورت نہ ہونے کے سبب سے وہ جلدی ہی اس خیال کو بھلا دیتا۔ یا بھلانے کی کوشش کرتا۔

"سبھی تو ایسا کرتے ہیں۔ بھگوان نے مچھلیوں کو بنایا ہی اسی لئے ہے۔ نہیں تو یہ کھانے کے کام کیوں آتیں؟ ان میں احساس کا تو مادہ ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے تو انہیں کاٹنے میں دُکھ نہیں ہوتا۔"

وہ اس قسم کے دلائل سے اپنے دل کی تشفی کی کوشش کرتا۔ مگر اس کی تسلی نہ ہوتی۔ آہستہ آہستہ اُسے ویراگ ہونے لگا۔ اس نے ایک دن ایک گورو سے دیکشا لی۔ تلسی کی مالا گلے میں پہن لی۔ ہر روز صبح اُٹھ کر اشنان کرنے کے بعد بھگوان کے نام کا جاپ کرتا۔ بھاگوت سنتا اور ست سنگ کرتا۔ یہ اس کا معمول ہو گیا۔ ہوتے ہوتے اس کے دل میں پاکیزگی آنے لگی۔ اس کو صاف دکھائی دینے لگا۔ کہ ہر ذی روح میں بھگوان موجود ہیں۔ اب مچھلیوں کے پکڑنے اور کاٹنے سے اسکو نفرت سی ہونے لگی۔ وہ بہت مچھلیاں مار اور کاٹ چکا تھا اور اب بھی تھوڑا بہت ویسا کر رہا تھا۔ اس کے دل میں اب پشچاتاپ کی آگ جل رہی تھی۔ اُسنے سوچا میں بھی کیسا ہی گنہگار ہوں۔ کہ جس کا جنم ہی جیووں کو کشٹ پہنچانے کے لئے ہوا ہے۔ وہ روتا ہوا بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگا۔

"دینا ناتھ! تم نے مجھے کیوں اس جاتی میں پیدا کیا۔ جو ہنسا ہی میرے گذارے کی صورت ہے۔ ہائے! ہائے! میری کیا گتی ہوگی"۔ بیچاری غریب مچھلیاں جب میں انہیں جال میں پھنساتا ہوں اور کاٹتا ہوں تب کتنا تڑپتی ہیں۔ میں اُنکی حالت پر ذرا بھی غور نہیں کرتا۔ ہے رام! معلوم نہیں کہ میرا کس گھور نرک میں ٹھکانہ ہوگا۔ کیا میرے اس بے رحم دل میں تمہاری جگہ کبھی نہیں بن سکتی۔ تم اس پاپی پر دیا نہیں کر سکتے۔ پربھو! تم پتت پاون ہو۔ کرپا کرو۔ اس ادھم کو پاپ سے چھڑا کر اپنا بناؤ۔

رگھو بار بار پربھو سے یہی پرارتھنا کرنے لگا۔ سچی پرارتھنا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ رگھو کے دل میں آہستہ آہستہ پاکیزگی جڑ پکڑنے لگی۔ مچھلیاں پکڑنا اب اس کے لئے محال ہو گیا۔ دوسروں کے دُکھ سے دُکھی

ہو کر رگھو اپنے کنبے کے بھوکے مرنے کی بات کو بالکل بھول گیا۔

کچھ دن تو جو اناج جمع تھا۔ اس سے گذارہ ہو گیا۔ لیکن وہ اناج تھا ہی کتنا؟ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس میں کمی آ گئی۔ فاقے ہونے لگے۔ لیکن فاقوں سے بھلا کتنے دن تک آدمی زندہ رہ سکتا ہے۔؟ بیوی اور ماں دونوں ہی لعن طعن سے کام لینے لگیں۔ ماں اور بیوی کی تکلیف وہ نہ دیکھ سکا۔ اس کا جی پسیجا۔ اس نے جال اٹھایا۔ اور ایک بار پھر چلا۔ تالاب کی طرف مچھلیاں پکڑنے کی غرض سے۔ اس کے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ پربھو! کیا اس ادھم کے لئے اب گذارے کی دوسری کوئی سبیل نہیں ہو سکتی دین بندھو! میں کیا کروں؟ مجھے اپنا فکر نہیں ہے بوڑھی ماں اور بیوی کا غم ہے۔ مجھ سے ان کا دکھ دیکھا نہیں جاتا۔ میں ان کو چھوڑ کیسے دوں پربھو! آپ نے ہی تو شاستر میں کنبے کی پرورش کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ ہمارا گذارہ مچھلیوں کے پکڑنے اور مار رکھنے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اب میں کیا کروں۔

یونہی اپنے دل سے باتیں کرتا ہوا رگھو تالاب پر پہنچا۔ خواہش نہ ہونے پر بھی ماں اور بیوی کے دکھ سے دکھی ہو کر اس نے جال پانی میں پھینکا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد جال میں ایک بڑی سی سرخ مچھلی آ کر تڑپنے لگی۔ اس کو تڑپتے دیکھ کر رگھو کا دل بھر آیا۔ وہ سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگا۔ ہائے میں کتنا پاپی ہوں۔ پاپی پیٹ کے لئے جانوروں کو کتنا دکھ دیتا ہوں۔ اتنے ہی میں اس کو یاد آ گیا کہ سب جانداروں میں بھگوان موجود ہیں۔ اسے مچھلی میں بھگوان دکھائی دینے لگے۔ اس نے کہا پربھو تو شنکھاسُر کو مارنے والے ساکشات متسیہ بھگوان ہیں۔ بھلا ان پر کوئی کیسے چھری پھیر سکتا ہے!؟ اتنے میں ہی اس کو بھوک میں تڑپتی ہوئی ماں اور بیوی کی یاد آ گئی۔ اس نے جی کڑا

کر کے مچھلی کو جال سے باہر نکال کر زمین پر ڈال دیا۔ اور کہا۔ اے متسیہ روپ دھاری۔ میری دکھ کی ایک بات سن۔! مچھلیوں کو مارنا میرا کرم ہے۔ وہ کسی طور بھی بدل نہیں سکتا۔ اور اس کی وجہ سے آج تجھے مار رہا ہوں تو چاہے متسیہ اوتار لینے والا "ہری!" ہو یا کوئی اور میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے۔ میرا یہ کرم بھی تو تم نے بنایا ہے۔ اور یہ روزگار بھی تو تیرا ہی دیا ہوا ہے۔

اتنا کہہ کر رگھو نے دونوں ہاتھوں سے مچھلی کو پکڑا اور اس کی طرف غور سے دیکھا۔ اور کہا۔ "رکھشا کر۔ نارائن۔ رکھشا کر۔!" رگھو کے دل کی حالت بدل گئی۔ اس نے مچھلی کو اٹھا لیا۔ پہاڑ کی طرف لے چلا۔ وہاں بہت سے چشمے تھے۔ ان میں سے ایک چشمے میں اس مچھلی کو چھوڑ دیا۔ پانی میں جا کر جو خوشی مچھلی کو ہوئی اس سے کئی گنا خوشی رگھو کو ہوئی۔ رگھو تو پربھو کے پریم میں دیوانہ ہو گیا۔ وہ اس بات کو قطعی بھول گیا۔ کہ میں اپنے پیچھے بھوکی ماں اور بیوی کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ رگھو وہاں بیٹھ گیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ مچھلی کے اندر سے یہ نارائن کا نام مجھے کس نے سنایا؟ وہ ایک بار مجھے درشن کیوں نہیں دیتا؟ یہاں صرف بانی سے ہی کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اپنی نورانی مورتی کے ساکشات درشن کروانے پڑیں گے۔ تمہاری خوبصورت آواز سے ہی میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ تم بہت خوبصورت ہو۔ اب تم مہربانی کر کے مجھے اپنی خوبصورت چھبی تو دکھاؤ! ایک بار تو دکھا دو؟ میں یہ قسم کھاتا ہوں۔ کہ بغیر درشن کئے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ اس طرح سے کہہ کر رگھو "نارائن" منتر کا جاپ کرنے لگا۔ تین دن گذر گئے مگر وہ اس قدر محو تھا۔ کہ اس کو وقت گذرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ سہ

ہم وہاں ہیں جہاں سے
ہم کو بھی ہماری خبر نہیں آتی

بھگوان سے کچھ چھپا ہوا تھوڑا ہی ہے۔ وہ تو

پریم کے بھوکے ہیں۔ جہاں سچا پریم دیکھا۔ جھٹ پہنچے بھگوان ایک بوڑھے برہمن کے بھیس میں رگھو کے پاس تشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ "ارے تپسوی! تو کون ہے۔! اور اس جنگل میں اکیلا کس لئے تپسیہ کر رہا ہے! تو کس جاتی کا ہے! یہاں کب سے اور کیوں بیٹھا ہے۔!

بھگوان کی بات سُن کر رگھو کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے اپنے پاس ایک بوڑھے برہمن کو کھڑا دیکھ کر پرنام کر کے کہا۔ "برہمن دیوتا! آپ کے چرنوں میں یہ داس پرنام کرتا ہے۔ میں کون ہوں؟ یہاں کیوں بیٹھا ہوں ان سب باتوں کے دریافت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے! آپ جس کام کے لئے جا رہے ہیں۔ جائیں۔ کیوں آپ کے یہاں ٹھہرنے سے میرے کام میں رخنہ اندازی ہوتی ہے۔ خلل پڑتا ہے۔!

رگھو کی بات سُن کر برہمن نے فرمایا۔ "بھائی میں تو چلا ہی جاؤں گا۔ لیکن تو ذرا اتنا تو سوچ کہ کیا کوئی مچھلی کے اندر سے بھی بول سکتا ہے؟! اور مچھلی کی زبان بھی تو آدمی جیسی نہیں۔ تجھے وہم ہو گیا ہے۔ جب کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تو پھر درشن کس چیز کے ہوں گے؟ تو یہاں کیوں بے فائدہ بیٹھا ہے۔!

برہمن کی بات سُن کر رگھو کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے سوچا۔ کہ مچھلی والی بات کا ان کو کیسے پتہ چلا! اگر انہوں نے یہ بات جان لی ہے۔ تو پھر یہ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔! شاید میرا امتحان لے رہے ہیں بہت غور کرنے کے بعد رگھو نے کہا۔ "مہاراج! میں بھلا کیا اس بات کو نہیں جانتا کہ ہر ایک ذی روح میں بھگوان موجود ہیں۔ مانا کہ میں بہت بڑا پاپی ہوں۔ جانوروں کے خون سے میرا دل اور میرے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ کیا مجھ جیسے پاپی پر بھگوان دیا نہیں کر سکتے۔! آپ کہتے ہیں۔ کہ مچھلی کی زبان آدمی جیسی نہیں ہے۔ تو پھر مچھلی کے جسم میں سے کون بول رہے ہیں وہ بولنے والے تو میرے پربھو ہی ہیں۔ وہ کون سی زبان نہیں بول سکتے! کیا آپ میرا امتحان لے رہے ہیں! کرپا کر کے مجھے ایسا طریقہ بتایئے جس سے مجھے اُن سرو ویاپک بھگوان کے درشن ہوں۔ آپ ہی تو نارائن نہیں ہیں۔ جو مجھے چھل رہے ہیں۔ ناتھ! پرگٹ ہو جایئے! اس ادہم کو کیوں ترساتے ہیں۔

بھگت کی بھگتی دیکھ کر بھگوان بہت خوش ہوئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے انہوں نے رگھو کو کرتارتھ کرنے کے خیال سے سنجیدگی سے کہا۔ "بیٹا رگھو! تیری بھگتی دھنیہ ہے۔ میں تیرے لئے بیکنٹھ چھوڑ کر اس وقت یہاں آیا ہوں۔ میں نے مچھلی کے پیٹ کے اندر سے تجھے "نارائن" "رام" سنایا تھا۔ بیٹا تجھے یقین ہوا ہے یا نہیں؟!

رگھو نے کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے لیکن مجھکو آپ کی بھگتی کے پرتاپ سے چشم بینا عطا نہیں ہوئی ہے۔ کہ میں ہر ایک روپ میں آپ کو پہچان سکوں۔ میرے سامنے تو آپ اس شنکھ۔ چکر۔ گدا۔ پدم۔ دھاری چتر بھج روپ سے پرگٹ ہوئیے۔ بے دیا ندھی! میں اندھا ہوں۔ میرا دل پاپ کی وجہ سے سیاہ ہے۔ مجھے بھگتی روپی آنکھیں دیجئے اور پردہ اُٹھا کر اپنے درشن کرا دیجئے۔ آپ نے مچھلی کے روپ میں درشن دیکر مجھ سے میرا گھر بار۔ کنبہ گاؤں۔ بھوک۔ نیند سب چھڑا دیئے۔ اب برہمن روپ میں درشن دیکر کیا۔ میری جان مجھ سے الگ کیا چاہتے ہیں؟ اچھی بات ہے۔ جب تک مجھے آپ کے بیکنٹھ بہاری کے درشن نہ ہونگے تب تک میں ان جل قبول نہیں کروں گا۔ یہ پرن ہے۔ جب آپ نے اپنی کرونا کی عادت سے مجبور ہو کر میری جاتی۔ پوترتا۔ خاندان۔ چال چلن اور گن وغیرہ کا خیال نہ کر کے اس ادہم کو اپنا بنا لیا ہے۔ تب پھر آپ اپنی اس موہنی مورت کے درشن کرانے میں کیوں پس و پیش کرتے

ہیں۔ یہ کہہ کر رگھو پربھو کے چرنوں کے ساتھ لپٹ گیا۔

بھگت کا پریم دیکھ کر پربھو نے اس کو چتر بھج روپ سے درشن دیئے۔ اور ور مانگنے کے لئے کہا۔ وہ بھگوان کے نورانی چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ وردان بھلا کیا مانگتا؟ اس نے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ "میں بہت ہی خوش قسمت ہوں۔ میرے جیسا بھاگوان اس دنیا میں اور کون ہے؟ دیوتا بھی جن کے درشنوں کو ترستے ہیں۔ وہ پربھو مجھ پاپی کے لئے ساکھشات خار دار جھاڑیوں سے بھرے ہوئے جنگل میں کھڑے ہیں۔ دھنیہ ہے۔ پربھو! آپ کی کرپا! اب میرے لئے اور کیا پانا اور لینا باقی رہ گیا! آپ اشیر باد دیں جس سے کہ میرا دل ہمیشہ آپ کے ہی دھیان میں لگا رہے۔ اور یہ آنکھیں ہمیشہ آپ کی ہی پُرنور مورتی کے درشن کرتی رہیں۔

بھگوان نے اور بھی ور مانگنے کو کہا۔ اب بیچارہ رگھو کیا کرے؟ اس نے سوچا بھگتی اور بھگوان کے درشن سے بڑھ کر اور کیا وردان ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں تو بھگوان نے دیا کر کے دے ہی دیں۔ اب اور کیا مانگوں! ہاں میرا جو گذارے کا سلسلہ ہے۔ یہ بدل جائے یہ بات ضروری ہے۔ گو آج میرے دل میں اہنسا کا خیال بھی نہیں ہے۔ مگر ہمارا پیشہ ہے۔ اور کئی پشتوں سے یہی پیشہ ہے۔ پرانی عادت پھر نہ کہیں عود کر آوے۔ کمائی کا یہ رنگ ڈھنگ بدل جانا چاہیئے۔ یہ سوچ کر اُس نے کہا۔ پربھو! مانگنے کو تو کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا۔ لیکن آپ کے کہنے سے ایک چھوٹی سی چیز مانگتا ہوں۔ قوم کے لحاظ ماہی گیر ہونے کی وجہ سے مچھلی مارنا میرا پیشہ ہے۔ ہم اس کے سوا اور کچھ کرتے بھی نہیں۔ اور نہ ہمیں کچھ سوجھتا ہے۔ جو لوگ یگوں میں جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔ وہ تو صریحاً ظلم کرتے ہیں۔ وہ بھولے ہوئے ہیں۔ گمراہ ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ بھلا کوئی اپنے اعضا کے کاٹنے سے اگر خوش ہو سکتا ہے۔ تو پھر بھگوان بھی جانوروں کی قربانی سے خوش ہو سکتے ہیں۔ وہ بیچارے تو اندھیرے میں بھٹکتے ہوئے اس گناہ کو کئے جا رہے ہیں۔ اب رہے ہم! ہمارا یہ پیشہ ہے۔ بس مجھ کو یہی وردان دیجئے جس سے کہ میں اس نشیدھ پیشے سے چھوٹ جاؤں۔ اور میری زبان پر ہمیشہ آپ کا ہی نام رہے۔ اور آپ کا نام لیتے ہوئے میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے۔"

بھگوان نے فرمایا۔ "تتھا استو!"

بھگت "ہری! ہری!" کہتا ہوا بے ہوش ہو گیا۔ بھگوان انتردھیان ہو گئے۔

پربھو کے انتردھیان ہونے سے بھگت کو ایک بار تو بڑا دکھ ہوا۔ لیکن اب تو اُسے ہر طرف پربھو ہی دکھائی دینے لگے۔ جس طرح پارس کے چھونے سے لوہا سونا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بھگوان کے درشن سے رگھو مجسم آنند ہو گیا۔ وہ ہری کا نام لیتا ہوا گھر پہنچا۔ گھر پہنچنے کے ساتھ ہی لوگوں نے اُسے کوسنا شروع کر دیا۔ لوگ کہنے لگے تو بڑا بیوقوف ہے۔ بیچاری قسمت کی ماری عورتوں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں مرنے کے لئے چلا گیا تھا۔ "ہری" "ہری" چلاتا ہے۔ دیکھیں گے کہ ہری "جب تیرا پیٹ بھر دیں گے۔ اگر زمیندار مدد نہ کرتا تو دونوں ہی بھوکوں مر جاتیں۔ تیرے دل میں تو رتی بھر رحم نہیں ہے۔ دیکھ تو سہی تیرے لئے روتے روتے ان دونوں عورتوں کی حالت کیا ہو گئی ہے۔ رگھو نے ایشور کو دھنیہ باد دیا۔ اس نے سوچا۔ میں جب گھر میں ہوتا ہوں تو زمیندار کبھی پوچھتا بھی نہیں۔ میرے پیچھے اس نے عورتوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کر دیا۔ یہ سب کچھ میرے پربھو کی مہربانی سے ہی ہوا ہے۔ اس نے لوگوں کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ اپنے دل کا غبار نکال کر وہاں سے چلے گئے۔ رگھو نے ماتا کے چرنوں میں پرنام کیا۔ ماں اپنا کھویا ہوا بیٹا اور بیوی اپنا گمشدہ شوہر پا کر بہت ہی خوش ہوئیں۔ رگھو ہری کے نام کا جاپ کرنے لگا۔ اور ماں اور بیوی کو بھی تلقین کرنے لگا۔

کہا۔ رگھو میں اب کی بار تو مکمل تبدیلی آ چکی تھی۔ ماں اور بیوی پر بھی اُس کی اس تبدیلی کا بہت اثر ہوا۔ وہ بھی بھگوان کے نام کا جپ کرنے لگیں۔

رگھو ہر روز صبح اُٹھ کر اشنان کرنے کے بعد بھگوان کا بھجن کرتا۔ پھر کیرتن کرتا ہوا گاؤں میں گھومتا کسی سے کچھ بھی نہ مانگتا۔ لیکن لوگ خود بخود اس کی طرف کھچ کر اُسے کچھ نہ کچھ دینا چاہتے۔ یہ اس پار برہم کی ہی کرپا تو تھی۔ رگھو کو ہر روز بھوجن کا سامان مل جاتا۔ رگھو وہ سامان لے جا کر اپنی ماں کو دے دیتا۔ بیٹے کو اس طرح سے گاؤں میں بغیر مانگے ہوئے کھانے پینے کا سامان ملتا دیکھ کر ماں کو بڑا تعجب ہوتا۔ خوشی بھی ہوتی۔ ساس اور بہو دونوں مل کر کھانا تیار کرتیں۔ ٹھاکر جی کو بھوگ لگا کر تینوں پرشاد سمجھ کر اسے کھاتے۔ اور بھگوان کے بھجن گاتے۔

رگھو تو اب گویا مکمل طور پر سادھو ہو گیا۔ اور پربھو کے رنگ میں رنگا گیا۔ کسی سے کچھ کہنا سُنتا نہیں۔ دن رات شری ہری کا کیرتن کرتا اور اپنے دل کو بھگوان کی طرف لگائے رکھنا ہی اس کا کام تھا۔ نام کیرتن کرتے کرتے رگھو کی سمادھی لگ جایا کرتی تھی۔ گاؤں کے شریر بچے اکثر رگھو کو تنگ کیا کرتے تھے۔ اور اس کے پیچھے لگ جایا کرتے تھے۔ مگر وہ کسی کو کچھ بھی نہ کہتا تھا۔ اس سے لڑکوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ کچھ لڑکوں نے اُسے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور اینٹ روڑے مارنے شروع کر دیئے۔ مگر رگھو پر ان سب کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ کرودھ اور دُکھ گویا اس کے دل سے ہمیشہ کے لئے دور ہو گئے تھے۔ پھر پریم سمادھی کی حالت میں باہر کیا ہو رہا ہے۔ اس بات کا تو کوئی علم ہی نہ رہتا۔ پھر غصہ آئے کیسے؟ لیکن رگھو کی خاموشی لڑکوں کے لئے مذاق بن گئی۔ وہ جس طرف بھی جاتا لڑکے اس کے پیچھے ہو لیتے۔ کچھ تو صرف ہنس دیتے۔ مگر جو بدمعاش تھے۔ وہ فقرے بازی اُڑاتے اور پتھر پھینکے نہ رہتے۔

کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

گاؤں کے رہنے والے شریف آدمی لڑکوں کو ایسا کرنے سے منع کرتے۔ مگر لڑکے کبھی روکنے سے رُکتے تھوڑے ہی ہیں۔ جو اچھے لڑکے ہوتے وہ تو کہنا مان لیتے مگر شرارتی اپنی شرارتوں سے ہرگز باز نہ رہتے۔ ایک دن رگھو گاؤں سے بھیک لا کر اپنے گھر کو واپس جا رہا تھا۔ کہ کسی شرارتی لڑکے نے اس کی پیٹھ پر کانٹوں والا ڈنڈا مارا۔ رگھو کچھ بھی نہ بولا۔ پھر کیا تھا۔ وہ لڑکا اس کی پیٹھ پر ڈنڈا برسانے لگا۔ رگھو کا جسم لہولہان ہو گیا۔ جا بجا خون بہنے لگا۔ رگھو نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ امتحان ہو چکا۔ اب قدرت کی باری تھی۔ رگھو تو اپنے راستہ پر بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ ڈنڈے مارنے والا لڑکا بیہوش ہو کر زمین پر آ رہا۔ اور زمین پر گرنے کے ساتھ ہی اس کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اُس لڑکے کے ماں باپ کو بھی خبر دے دی گئی۔ وہ بھی دھاڑیں مارتے ہوئے جائے واردات پر آ پہنچے۔ کہرام مچ گیا۔ ماں باپ اپنے لڑکے کی کرتوت سے واقف تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ وہ کتنا بدمعاش تھا اُن کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ بیگناہ رگھو کو مارنے کا نتیجہ ہے۔ گاؤں کے رہنے والوں کی بھی یہی رائے تھی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا۔ کہ سب مل کر رگھو کے پاس چلیں اور اس سے چلکر پرارتھنا کی جائے۔ بھگت کومل ہردے ہوتے ہیں۔ اُن کا دل دوسرے کا دُکھ نہیں دیکھ سکتا۔ رگھو بھگت ہے اگر وہ لڑکے کی تقصیر معاف کر دے تو شاید لڑکا جی اُٹھے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد سب لوگ لاش کو اُٹھا کر رگھو کے دروازے پر لے آئے۔ لڑکے کے بوڑھے ماتا پتا رگھو کے چرنوں میں گر پڑے اور روتے ہوئے کہنے لگے۔

"بھگت! آج ہم بڑے دُکھی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا لڑکا بڑا ہی دُشٹ تھا۔ اس نے جو تمہیں تکلیف دی ہے۔ وہ قابل معافی نہیں ہے۔ لیکن اسکے ماں باپ ہونے کی وجہ سے آج ہم بالکل بے سہارا ہو گئے ہیں۔

ہم اندھوں کا تو وہی ایک سہارا تھا۔ اگر اس کی دُشٹتا پر نگاہ کی جائے تو ہم تمہارے سامنے رو بھی نہیں سکتے۔ مگر تمہاری دیالتا پر بھروسہ کر کے ہم آج تمہارے سامنے التجا کر رہے ہیں۔ اب تم اپنی کرپا درشٹی سے اس بے وقوف لڑکے کا گناہ بخش دو۔ اگر یہ بچہ زندہ رہے گا تو ہم دونوں بھی زندہ رہ سکیں گے۔ تم بھگت ہو۔ تمہارا کوئی دوست اور دشمن نہیں ہے۔ پھر اس لڑکے پر اتنا غصہ کیوں کیا گیا: پھر تمام لوگوں نے بھگت جی سے پرارتھنا کی کہ اے بھگوان کے سچے بھگت ہم تمام دُنیا دار انجان ہیں آپ کی مہما کو جاننے کے اسمرتھ ہیں۔ آپ دیالو ہیں۔ اور تمام رِدھیاں سِدھیاں آپ کے قدموں میں سر جھکائے کھڑی ہیں۔ اگر آپ اس کو بے جان کر سکتے ہیں تو اس کو زندگی بخشنے میں بھی تو آپ سمرتھ ہیں۔ اس لئے کرپا درشٹی کریں۔

رگھو کو ابھی تک اتنا معلوم نہیں تھا۔ کہ مجھے مارنے والا وہ لڑکا مر گیا ہے۔ وہ یہ سب کچھ سُن کر حیران ہو گیا۔ جب بوڑھا اور بوڑھی اس کے قدموں پر گرے تو اس نے ان کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہیں۔ ہیں۔ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ میں تو آدھم ملاح ہوں۔ میرے پاؤں کو آپ ہاتھ نہ لگایئے۔"

یہ کہہ کر اس نے بوڑھے اور بوڑھی کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور پھر کہا۔ "آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ میری تو یہ کبھی بھی خواہش نہیں ہوئی کہ آپ کا لڑکا مر جائے۔ اگر میری وجہ سے اس کی موت ہوئی ہے۔ تو میں واقعی بڑا گنہگار ہوں۔ میرا اس گناہ سے کیسے چھٹکارا ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ اُس نے مجھے مارا تھا۔ مگر اس میں اس کا کیا قصور تھا! یہ تو میرے کرموں کا پھل تھا۔ بھگوان کے راج میں بغیر کرم کے کسی کو کسی قسم کی کوئی بھی سزا نہیں ملا کرتی۔ مجھے جو یہ جسمانی سزا ملی تھی۔ در اصل یہ میرے کسی کرم کا ہی پھل تھی۔ وہ بیچارہ تو صرف اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا سبب بن گیا تھا۔ ہے بھگوان! میں کیسا پاپی ہوں۔ جو کہ میری وجہ سے آج اس بوڑھے اور بوڑھی کو دکھ ہو رہا ہے! اگر ابھی جب یہ مجھے ڈنڈے مار رہا تھا۔ تب میرے دل میں اس کے لئے کوئی غصہ یا نفرت نہ پیدا ہوئی ہو۔ تو پربھو! اس کو زندگی بخش دیجئے!" یہ کہتے کہتے پریم کے بس میں ہو کر رگھو کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے اور اس نے پریم کے بس میں ہو کر سب سے کہا: "بھائیو! آؤ سب مل کر ہری نام کی دُھن لگائیں اور اس لڑکے کو اٹھنے کے لئے کہیں"۔

رگھو کی بات سُن کر سب نے مل کر ہری کیرتن شروع کیا۔

ہری نام بولو بھائیو ہری نام بولو
مل کر سارے پریمی بھائی ہری نام بولو
دُکھ میں سُکھ میں ہری نام بولو
ہری نام بولو بھائیو ہری نام بولو

درمیان میں لڑکے کی لاش کو لٹا کر گاؤں کے رہنے والے اس کے چاروں طرف گھوم گھوم کر ہری کیرتن کرنے لگے۔ رگھو پریم میں مگن ہو کر ناچنے لگا۔ اور سب لوگ لڑکے کو اس کا نام لیکر پکارنے لگے۔ اور اس سے اٹھ کر بیٹھنے کے لئے کہنے لگے۔

بھگتی کی شردھا۔ بھگوان کے نام کے مہاتم اور اس کی کرپا کے اثر سے لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے اٹھ کر بیٹھنے سے اس کے ماں باپ کو ناقابل بیان خوشی ہوئی۔ اب تو سب مل کر ہری کیرتن کرنے لگے۔ ؎

شری کرشن گوبند ہرے مُراری
ہے ناتھ نارائن واسو دیو

دُشٹ بالک اب دُشٹ نہیں رہا۔ پلٹا کھا گیا۔ رگھو، گاؤں کے رہنے والوں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ملکر وہ بھی کیرتن کرنے لگا۔ سب لوگ گویا متوالے بن گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد رگھو نے سب کو ہری نام کا اپدیش دیکر اپنے اپنے گھر جانے کو کہا۔ لوگ خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے

سنت ایکناتھ

معزز ناظرین! ذیل میں ایک ایسے مہاپُرش کے حالات زندگی سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ کہ جو آپکے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دیں گے۔ اور آپ کے دلوں میں ایشور بھگتی اور پریم کے شعلے بھڑکا دیں گے۔

بھگت سرشیٹ بھانو داس کے فرزند ارجمند چکرپانی۔ چکرپانی کے لخت جگر سوریہ نارائن سوریہ نارائن کے صاحبزادے ایکناتھ تھے۔ ان کا جنم سمت ۱۵۱۰ کے لگ بھگ ہوا تھا۔ اس یوم مبارک میں مول نچھتر کا مہورت تھا جبکہ یہ نچھتر جوتش شاستر کے رو سے مولود کے والدین کے حق میں منحوس قرار دیا جا چکا ہے۔ لہٰذا ان کے پیدا ہوتے ہی ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ان کی والدہ ماجدہ بھی اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔

ان کے پتا بزرگوار سوریہ نارائن ایک نہایت ہی بلند اخلاق انسان تھے! اور ان کی والدہ رکمنی ایک اول درجہ کی شوہر پرست اور عصمت شعار خاتون تھی۔ ایکناتھ کی پرورش ان کے دادا نے بڑے ناز و نعمت سے کی تھی۔

ایکناتھ بچپن سے ہی بڑے دانشمند۔ خوش اعتقاد اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔ جب ان کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ تو اُن کا یگیوپویت سنسکار (جنیو پہنانے کی رسم) ہوا۔ اس کے بعد انہیں اعلیٰ تعلیم دی گئی۔ رامائن۔ مہابھارت اور کئی ایک پران انہوں نے بچپن میں ہی سُن لئے۔ بارہ سال کی عمر میں ان کے دل میں ایشور بھگتی کا وہ شعلہ روشن ہوا۔ کہ جس کے نور سے انکی آتما جگمگا اٹھی اور بھگوان سے ملانے والے ست گورو یعنی خدائے حقیقی سے ملاپ کرانے والے مرشد کامل کے لئے انکی رُوح بے قرار ہو اٹھی۔ اس عالم اضطراب میں رات کے پچھلے پہر کسی شوالے میں بیٹھے یہ ہری گُن گا رہے تھے۔ اور ایشور پریم کے نشہ میں سرشار تھے۔ کہ یکایک انہیں یہ آکاش بانی سُنائی دی۔ کہ "جاؤ دیوگڑھ میں۔ وہاں جنار دھن پنت کے درشن کرو۔ وہ تمہیں کرتارتھ کریں گے۔ اور تمہاری دلی مراد بر لائیں گے۔" پھر کیا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بغیر کسی سے کچھ کہے سنے روانہ ہو پڑے۔

دو دن اور دو رات متواتر سفر کرتے ہوئے تیسرے دن علی الصبح دیوگڑھ میں جا پہنچے۔ وہاں انہیں شری جنار دھن پنت کے درشن ہوئے۔ انہوں نے ان کے چرن پکڑ لئے۔ گورو چیلے کا یہ ملاپ سمت ۱۵۲۲ میں ہوا۔ ایکناتھ جی چھ سال تک لگاتار اپنے قابل تعظیم گورو کی خدمت میں مصروف رہے۔ اس گورو سیوا کے زمانے کے دوران میں ان کا معمول یہ تھا۔ کہ ہر روز گورو جی کے خواب راحت سے بیدار ہونے سے پہلے ہی یہ بستر سے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ اور رات کو جب تک گورو جی خواب غفلت میں محو نہ ہو جاتے تھے۔ تب تک یہ سونے کا نام نہ لیتے تھے۔ جب گورو جی بغرض اشنان اُٹھتے تو یہ برتن میں پانی بھر دیتے۔ دھوتی کو ٹھیک ٹھاک کر کے اُن کے ہاتھ میں دے دیتے تھے۔ پوجا کا تمام سامان پہلے سے ہی فراہم کر رکھتے جب تک گورو جی پوجا میں مصروف رہتے۔ تب تک یہ پاس ہی بیٹھے رہتے۔ اور جس وقت بھی کسی چیز کی ضرورت پیش آتی جھٹ آگے رکھ دیتے۔ جب گورو جی کھانا کھا کر فارغ ہو جاتے۔ تو انہیں پان لگا دیا کرتے۔ اور جب وہ آرام کرنے لگتے

تو یہ پاؤں دبانے لگ جاتے۔ الغرض اپنے گورو کی ہر طرح سے خدمت بجا لانا اپنا مقدس ترین فرض سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہتے۔

اب ایک اور مزے کی بات سُنیئے کہ جنار دھن سوامی نے انہیں کچھ دنوں کے لئے اپنا پرائیویٹ حساب کتاب سونپ رکھا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کے وقت گورو جی کی سیوا سے فراغت پا کر یہ حسبِ معمول حساب کتاب کی جانچ پڑتال میں مصروف تھے۔ جبکہ ایک پائی کا فرق نظر آیا۔ بس یہ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔ اور متواتر نو گھنٹے تک مغز پچی کرتے رہے بالآخر جوئندہ یابندہ کی مثل کے مطابق وہ ایک پائی کی گڑبڑ صاف ہو گئی۔ حساب مل گیا۔ اور یہ اپنی دھن کے متوالے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ اس وقت گورو جی اتفاقاً اپنی نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ تالیوں کی آواز سُن کر جھروکے سے نیچے کی طرف جھانکا۔ تو اپنے چیلے کو اس عالم بیخودی میں دیکھ کر فرمایا۔ کہ ایکناتھ! یہ خوشی کا کیا مقام ہے۔ انہوں نے نہایت ادب سے تمام ماجرا کہہ سُنایا۔ اس پر گورو جی بولے کہ بھیا! جتنی کوشش اور جدوجہد ایک پائی کا فرق نکالنے میں تم عمل میں لائے ہو۔ اور جس قدر مسرت کا اظہار تم نے اس ادنیٰ سی کامیابی پر کیا ہے۔ اسی قدر جدوجہد اگر تم دُنیا کی سب سے بھاری اُلجھن کو سلجھانے میں کرتے تو کس قدر لُطفِ روحانی سے بہرہ ور ہوتے۔

عزیز من! اگر اتنی ہی سرگرمی اور دماغ سوزی تم ایشور پراپتی یعنی وصالِ حق کے لئے عمل میں لاؤ۔ تو دُنیا کے تمام دُکھوں سے چھوٹ کر راحتِ ابدی سے بہرہ اندوز ہو جاؤ گے۔

ان الفاظ کو ایکناتھ نے گورو جی کی آشیرباد ہی سمجھا۔ اور احسانمندانہ انداز سے اُنکے پاؤں پر پیشانی رکھدی اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد گورو جی کی اپار کرپا سے انہیں بھگوان دتاتریہ کے درشن خواب میں ہوئے۔ ایکناتھ جی نے جب انکی طرف بہ نظر غور دیکھا۔ تو انہیں دتاتریہ کی شکل میں اپنے گورو مہاراج ہی جلوہ گر نظر آئے۔ اور اپنے گورو کی شکل میں بھگوان دتاتریہ کا ظہور دکھائی دیا۔ اس کے بعد انہیں کئی بار بھگوان دتاتریہ کے درشن ہوئے۔ اس واقعہ کو نہایت ہی مبارک فال تصور کرتے ہوئے گورو جی نے انہیں سری کرشن چندر آنند کند کی بھگتی کی تلقین کی اور کسی ایکانت پربت پر جا کر تپسیا کرنے کی ہدایت کی۔ شری ایکناتھ جی نے گورو کی آگیا کو سر ماتھے پر رکھتے ہوئے فی الفور کوہ مذکور کی راہ لی۔ اور کافی عرصہ تک گھور تپسیا میں مصروف رہنے کے بعد گورو جی کے قدموں میں آحاضر ہوئے۔

اب گورو جی نے انہیں سنت سماگم یعنی مہاپرشوں کی ہم نشینی اور بھگوت بھجن کا پرچار کرنے کیلئے تیرتھ یاترہ وغیرہ کا حکم دیا۔ اور خود بھی کافی دور تک ان کے ہمراہ ہمسفر رہ کر واپس لوٹے۔ اسی سفر کے دوران میں ایکناتھ جی نے چتر شلوکی بھاگوت پر ایک سُندر ٹیکا یعنی تفسیر قلم بند کی۔ جو کہ ایک نایاب گرنتھ ہے۔ اس کتاب کو اپنے ہمراہ لے کر پنچ وٹی کیطرف روانہ ہو پڑے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے شری رامچندر جی کی منوہر مورتی کے سنمکھ یہ کتاب قابل تعظیم گورو کو کمال اشتیاق و عقیدت کے ساتھ پڑھ کر سُنائی۔

تیرتھ یاترا سے فارغ ہو کر ہمارے مہاتما جی اپنے وطن پیٹھن کو واپس چلے آئے۔ لیکن یہاں پہنچکر بھی وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ سیدھا پیلیشر مہادیو کے مندر کا رُخ کر لیا۔ اور وہیں پر جا کر بسرام کیا۔ ان کے بوڑھے دادا دادی کئی سالوں سے ان کی تلاش میں سرگرداں تھے اور انہوں نے ان کے جنار دھن سوامی سے یہ اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا کہ اب ایکناتھ شادی کر کے گرہست آشرم میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب اُنکے دادا دادی اُن سے ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ہی اُن سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے فرطِ محبت سے انہیں چھاتی سے لگا لیا۔ اور ساتھ ہی اُن کے گورو کا مذکورہ بالا حکم دکھلا دیا۔ اس پر ایکناتھ نے اپنی تیرتھ یاترا کا پروگرام یہیں پر ختم کر دیا چنانچہ گورو جی کے حکم کیمطابق

اُن کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی گئی۔ اُن کی دھرم پتنی جس کا نام گرجا بائی تھا ایک نہایت ہی سلیقہ شعار اور شوہر پرست خاتون تھیں۔ لہٰذا ان کی شادی کا سلسلہ شروع سے آخر تک دھرم کے اصولوں کے مطابق سرانجام ہوا۔ اور انکی خانہ داری کی زندگی نہایت پُر مسرت اور شانتی مئی طریقہ سے لبریز تھی۔ چنانچہ ان کے گرہست آشرم کا روزانہ پروگرام یہ تھا۔

(۱) علی الصبح بہت سویرے ہی خواب راحت سے بیدار ہو کر ایشور کے نام کا جاپ کرتا۔ بعد ازاں گورو مہاراج کا تصور دل میں لا کر انکی حمد و ثنا کے گیت گاتا۔ (۲) اس کے بعد حاجات ضروری سے فارغ ہو کر گوداوری ندی کی طرف روانہ ہو جاتا۔ اور اشنان وغیرہ سے فراغت پا کر سندھیا بندن وغیرہ میں مصروف ہو جاتا (۳) یہ تمام کام طلوع آفتاب سے پہلے ہی ختم کر کے گھر کی طرف مراجعت کرکے اور وہاں پہونچکر گیتا اور شریمد بھاگوت وغیرہ کا پاٹھ کرنا یا کسی اور سے پڑھوا کر سُننا۔ (۴) دوپہر کے وقت پھر گوداوری ندی کی طرف چل پڑنا۔ اور اس کے کنارے پر آسن جما کر سندھیا ترپن وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر کی طرف لوٹ آنا۔ (۵) بعد ازاں اگر اتفاق سے کوئی مسافر یا مہمان گھر میں آ داخل ہو تو اسکی آؤ بھگت اور مہمان نوازی کمال ذوق و شوق اور اخلاص و عقیدت کے ساتھ بجا لانا۔ (۶) اس کے بعد عالموں اور عابدوں کے ساتھ بیٹھ کر آتم چرچا کرنا۔ (۷) سہ پہر کے وقت شری بھاگوت کی سنگھاسن کی ہوئی دیوتا کی مورتی کے سامنے بیٹھ کر گیتا اور رامائن وغیرہ کے شلوکوں کو دوہرانا۔ (۸) شام کے وقت پھر گوداوری کی طرف روانہ ہونا۔ اور اشنان وغیرہ سے فارغ ہو کر سندھیا ترپن کے فرائض ادا کرنا جس کے بعد پھر گھر کو لوٹ آنا۔ اور بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ بھگوان کی آرتی اتارنا اور ستوتر وغیرہ گرنتھوں کے بھجن گانا۔ (۹) اس کے بعد تھوڑی سی ہلکی پھلکی غذا تناول کر کے پھر آدھی رات تک بھگوت بھجن میں مصروف رہنا۔

ایک ناتھ جی برہمنوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کے ہاں ہمیشہ سدا برت جاری رہتا تھا۔ سب کو بھوجن وغیرہ کا سامان تقسیم کیا جاتا تھا۔ رات کو جب کیرتن کرنے لگتے تھے۔ اس وقت تمام محلہ کے لوگ انکے ہاں آتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے سامعین بھی ہوتے تھے۔ جو کہ وہاں سے ہی بھوجن پاتے تھے۔ ہر روز نئے نئے مہمان آتے رہتے تھے۔ اگرچہ ان کے ہاں ایک خاص ہجوم لگا رہتا تھا لیکن پھر بھی اُن کا سارا کام مزے میں سرانجام پاتا تھا۔ وہ کبھی بھول کر بھی فکر میں مبتلا نہ ہوتے تھے۔ ان کے ہاں سخاوت اور گیان کی گنگا ہمیشہ بہتی رہتی تھی۔ سکون قلب۔ مساوات۔ رحم اور ہمدردی۔ انکسار۔ بے غرضی۔ خدا پرستی وغیرہ وغیرہ۔ خدائی صفات کے مالک شری ایک ناتھ کے صرف دیدار سے ہی ان گنت زن مرد اپنے گناہوں۔ مصیبتوں اور دُکھوں سے نجات پا جاتے تھے۔ ان کی زندگی غلاموں کو آزاد بنانے اور آزادوں کو نجات دلانے۔ اور نجات یافتگان کو حق پرستی کا سرور ابدی دلانے کے لئے وقف تھی۔ ان کی ہمدردی مجسم اور مبرا از گناہ زاہدانہ زندگی کے لاتعداد ایسے واقعات ہیں۔ جن سے ان کے غیر معمولی خدائی اوصاف ہویدا ہوتے ہیں۔ اُن کی زندگی کے چند ایک حیرت انگیز واقعات کو ذیل میں حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک ناتھ جی مہاراج ہر روز گوداوری کے اشنان کے لئے جایا کرتے تھے۔ راستے میں ایک سرائے تھی۔ جہاں ایک پٹھان شخص مقیم تھا۔ جو کہ اس راستہ سے آنے جانے والے ہندوؤں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک ناتھ کو بھی اس نے بہت تنگ کیا۔ جب ایک ناتھ جی اشنان کر کے واپس آتے۔ تو یہ اُن پر تھوک دیا کرتا تھا۔ ایک ناتھ جی مہاراج پھر ندی کی طرف لوٹ کر دوبارہ اشنان کر آتے۔ یہ بدبخت پھر وہی حرکت کرتا۔ اور اس طرح پر انہیں دن میں پانچ پانچ چھ چھ بار اشنان کرنا پڑتا۔ ایک دن تو اس شیطانیت کی حد ہو گئی۔ ایک سو آٹھ بار اس بے ایمان نے ان پر پانی سے کُلا کیا۔ اور ایک سو آٹھ بار انہوں نے اشنان کیا لیکن مہاراج کی شانتی اور راحت قلبی جُوں کی توں برقرار رہی۔ یہ دیکھکر وہ نامعقول اپنے

رکئے پر بہت نادم ہوا۔ اور مہاراج کے چرنوں پر گر پڑا۔ اور اس وقت سے اس کی زندگی میں انقلاب عظیم رونما ہو گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

گمراہی خود منزل مقصود کی ہے رہنما ؛ خضر بہکاتے ہیں جنکو راستہ ملتا نہیں

(۲) ایک ناتھ جی کے پتا کا ایک دن شرادھ تھا۔ رسوئی تیار ہوئی۔ مدعو شدہ برہمنوں کے انتظار میں آپ دروازے میں کھڑے تھے۔ کہ ایک طرف سے کچھ اچھوت لوگ آنکلے طرح طرح کے کھانوں کی خوشبو جب اُنکے دماغ میں پہنچی۔ تو وہ بے ساختہ آپس میں یوں کہنے لگے۔ کہ کیسی خوشبو آرہی ہے۔ کہ اگر بھوک نہ بھی ہو تو بھی لگ جائے لیکن ہائے افسوس کہ ہم لوگوں کی قسمت میں ایسے لذیذ کھانے کہاں! ایک ناتھ جی مہاراج نے یہ بات سُن لی۔ اور فوراً ہی ان فلاکت زدوں کو اندر بُلا کر تمام کھانا یک کا کھلا دیا۔ اور جو کچھ بچا وہ بھی گرجا بائی نے اُن کے عیال و اطفال کو وہیں بلا کر کھلا دیا۔ برہمنوں کے لئے تب دوسری رسوئی بنی۔ لیکن جب مدعو شدہ انھمانی برہمنوں کو اس واقع کا علم ہُوا۔ تو اُن کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے ایک ناتھ جی کو دھرم بھرشٹ سمجھکر بہت کچھ بُرا بھلا سُنایا۔ اور پھر کاڑکر کہا کہ اے دُشٹ تمہارے جیسے چنڈال کے ہاں ہم بھوجن نہیں کھائیں گے۔ اس پر ایک ناتھ جی مہاراج نے حسب دستور دوبارہ شرادھ کا سنکلپ کرکے پتروں کا دھیان اور آواہن کیا۔ یعنی اپنے بزرگوں کو تصور میں لاکر شرادھ کا بھوجن کھانے کے لئے مودبانہ دعوت دی اور خدا کی قدرت دیکھئے۔ کہ پتروں نے سچ مچ مجسم صورت اختیار کرکے ظاہر ہوئے۔ اور بڑے پریم سے شرادھ کا بھوجن تناول فرمایا۔ اور سیر ہو کر اشیرباد دینے کے بعد غائب ہو گئے۔

(۳) ایک دفعہ آدھی رات کے وقت چار اجنبی برہمن پیٹھن میں آئے اور بسیرا ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک ناتھ جی کے گھر آپہنچے۔ ایک ناتھ جی نے ان کا پرتپاگ استقبال کیا۔ معلوم ہوا کہ برہمن بھوکے ہیں۔ اُن کی رسوئی بنانے کے لئے گرجا بائی تیار ہوئی۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ گذشتہ کئی دنوں سے لگاتار بارش ہوتے رہنے کی وجہ سے گھر میں خشک ایندھن کا نام و نشان تک نہ رہا تھا۔ حیران تھے۔ کہ اتنی رات گئے اب ایندھن کہاں سے آئے۔ ایک ناتھ جی نے پلنگ کی نواڑ کھول ڈالی۔ اور پائے پٹیاں توڑ پھوڑ کر بطور ایندھن استعمال کریں۔ پاؤں دھونے کے لئے برہمنوں کو گرم پانی دیا گیا اور تاپنے کے لئے انگیٹھیاں دی گئیں۔ اور حسب خواہش بھوجن کھلایا۔ برہمنوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور ایک ناتھ جی پر تحسین آفرین کے نعرے بلند کرنے شروع کئے۔

(۴) کاشی جی کی یاترا کرکے ایک ناتھ مہاراج جب پریاگ کا گنگا جل کمنڈل میں لئے رامیشور جا رہے تھے تب راستہ میں ایک ریتیلا میدان آیا۔ وہاں ایک گدھا مارے پیاس کے تڑپ رہا تھا۔ ایک ناتھ جی نے فی الفور اپنے برتن میں سے پانی لے کر اس کے منہ میں ڈالا۔ گدھا اسی وقت بھلا چنگا ہو کر وہاں سے چل دیا۔ ایک ناتھ جی کے ہمراہی اور معتقد لوگ پریاگ کے گنگا جل کا..... ایسا بُرا استعمال دیکھ کر بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔ ایک ناتھ نے انہیں سمجھایا کہ بھلے مانسو! بار بار سُنتے ہو۔ کہ بھگوان گھٹ گھٹ واسی اور سرو ویاپک ہیں۔ اور پھر بھی تم ایسے باؤلے بنتے ہو۔

جو پُرش سب پران دھاریوں (جیووں) میں سب کے آتم روپ مجھ واسودیو کو ہی
دیاپک دیکھتا ہے۔ اور سمپورن بھوتوں کو مجھ واسودیو کے انترگت دیکھتا ہے۔ وہ ہی

میرا سچا بھگت ہے۔ اس کے انوبھو میں میرے سوائے اور کچھ ہوتا ہی نہیں (گیتا ادھیائے چھ شلوک ۳۰ و ۳۱)

(۵) پیٹھن میں ایک طوائف رہتی تھی۔ وہ بڑی چالاک۔ خوبصورت اور ناچ گانے وغیرہ میں ماہر تھی۔ ایک ناتھ مہاراج کا کیرتن سُننے کے لئے وہ بھی کبھی کبھی جایا کرتی تھی۔ ایک دن مہاراج نے بھاگوت کا پنگلا کھیان کہا۔ اسے سُن کر اس طوائف

کے من میں ویراگ پیدا ہو گیا۔ اُسے اپنے جسم سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اُسے اپنے جسم کے نو دروازوں (مُنہ۔ ناک۔ آنکھ۔ کان۔ وغیرہ وغیرہ) سے شب و روز غلاظت ہی غلاظت خارج ہوتی نظر آئی۔ وہ دل ہی دل میں افسوس کرنے لگی۔ کہ میں بھی کیسی بدنصیب ہوں۔ جو کہ چمڑے سے گھرے ہوئے اس ناپاک جسم کا مکروہ استعمال کرنے میں اپنی زندگی بسر کر رہی تھی۔ روحانی مسرت کا مجھے خواب میں بھی احساس نہیں ہوا۔ اسی طرح پر کڑھتی ہوئی وہ طوائف اپنے گھر کا دروازہ بند کئے ہوئے گھر میں اکیلی ہی پڑی رہی۔ بار بار ایک ناتھ مہاراج کا سمرن کرتی تھی۔ وہ یہ بھی سوچتی تھی۔ کہ مجھ جیسی گنہگار کو ایسے مہاپُرش کی قدمبوسی کا فخر کہاں حاصل ہونے لگا۔ ایک دن وہ انہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کہ ایک ناتھ مہاراج گوداوری میں اشنان کر کے اسی راستے سے واپس آ رہے تھے۔ جھروکے میں سے اس نے مہاراج کو دیکھا۔ اور دوڑتی ہوئی نیچے آئی۔ بڑی بیقراری سے دروازہ کھول کر روندھے ہوئے گلے سے بولی۔ مہاراج کیا اس پاپن کے گھر کو آپ کے چرن پوتر کرنے کی کرپا کر سکتے ہیں۔ اس پر مہاتما جی نے فرمایا۔ کہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے اندھیرا غائب ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی ایک ناتھ جی کے پرتاپ سے وہ خانۂ خرابات ایشور بھگتی کا پوتر استھان بن گیا۔ وہ اب طوائف نہ رہی۔ سچی توبہ سے اس کے تمام گناہ کافور ہو گئے۔ ایک ناتھ مہاراج کی کرپا سے اس کے دل پر بھگوان کے نام کی مُہر ثبت ہو گئی۔ ایک ناتھ جی نے اسے (رام۔ کرشن۔ ہری) منتر دیا۔ اور نیک کاموں کی تلقین کی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد جب اس فیض یافتہ عورت کا آخری وقت آیا تو تب وہ سری کرشن بھگوان کی موہنی مورت کے دھیان میں مگن تھی۔

ایک رات شری ایک ناتھ جی کا کیرتن سُننے والوں کی بھیڑ میں چار چور گھُس بیٹھے اس نیت سے کہ کیرتن کے ختم ہونے پر جب سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔ اور یہاں بھی سب لوگ سو جائیں گے۔ تو رات کی تاریکی میں اپنا کام بنا لیں گے۔ رات کے دو بجے کے لگ بھگ چوروں کو یہ موقعہ ملا۔ کچھ کپڑے اور برتن انہوں نے چھپائے اور بھی ہاتھ صاف کرنے کی گھات میں ادھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے نزدیک پہنچے۔ اندر ایک دیپک ٹمٹما رہا تھا۔ اور ایک ناتھ مہاراج سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔ یہ نظارہ ان چوروں نے دیکھا۔ اور دیکھتے ہی اندھے ہو گئے۔ وہ نکل بھاگنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اپنے ہی چُرائے ہوئے برتنوں سے ٹھوکر کھا کر نیچے گر پڑے۔ مندر سے ایک ناتھ جی مہاراج باہر نکلے۔ پوچھا کون ہے؟ چور رونے اور گڑ گڑانے لگے۔ کہ مہاراج! ہم لوگ پاپی ہیں۔ چھما کریں۔ مہاراج نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ پھیرتے ہی ان کی بینائی عود کر آئی۔ ساتھ ہی ان کی عقل نے بھی پلٹا کھایا۔ اور ان کے من پاپوں سے ہٹ گئے۔ ایک ناتھ جی مہاراج نے انہیں چرائے ہوئے برتن و کپڑے اپنے ہی ساتھ لے جانے پر اصرار کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اُنگلی سے ایک قیمتی انگوٹھی بھی اُتار کر ان کے آگے رکھدی کہ یہ بھی لے جاؤ۔ اس پر وہ چور نہایت ہی نادم ہوئے۔ اور مہاراج کے چرنوں پر سر رکھ کر بار بار اپنے گناہوں کی معافی چاہی۔ اور آئندہ کیلئے نیک چلنی کی زندگی بسر کرنے کا پرن کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ الغرض اس طرح کی پرا پکار سے بھری ہوئی زندگی بسر کرتے ہوئے اور بھگتی پریم پوترتا اور سچی ترپائی کی تعلیم ہر خورد و کلاں کو دیتے ہوئے وہ آخرکار سمت ۱۶۵۶ بکرمی میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔

بھلے ہی آپ نے کئی اور گھی استعمال کئے ہونگے
لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ



کاہن گھی سے تیار شدہ لذیذ کھانے قرول باغ کے مشہور و شیندہ
گرینڈ ہوٹل پر تناول فرماویں:-

بڑے بڑے
شہروں میں
سٹاکسٹوں
کی ضرورت
ہے

تجارتی معلومات کیلئے کاہن گھی لیبارٹریز۔ اجمل خاں روڈ
قرول باغ نئی دہلی۔ فون نمبر 55141

برانچ :- سنٹرل مارکیٹ لاجپت نگر نئی دہلی
فون نمبر 55141



کرشن چندر بڑے بھاری زمیندار تھے۔ انکے ہاں ایشور کا دیا سب کچھ موجود تھا۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ ملازم۔ حویلیاں مکان کسی بات کی کمی نہ تھی۔ ان سب کے علاوہ ایک بات اور تھی۔ وہ یہ کہ اُن کے ہاں آئے گئے کی خدمت ہوتی تھی۔ اور دوسروں کی مدد کرنے میں ان کی پتنی پرتما بیوی کملا ان کی سب سے بڑی معاون تھی۔ بھگوان کی دیا سے اُن کے ہاں ایک لڑکا بھی تھا۔ نام تھا رگھوناتھ۔ تھا چھوٹا سا مگر حلیم بُردبار سنجیدہ۔ مندر میں جاتا تھا۔ کیرتن کرتا تھا۔ اور شری ہری جی کی استتھی کرتا تھا۔

جب رگھوناتھ سترہ برس کا ہُوا۔ تو اُسکے پِتا نے اس کی شادی کلاوتی پور کے رئیس گنگا دھر کی لڑکی ان پُورنا سے کر دی۔ ان پُورنا سات بھائیوں میں ایک بہن تھی۔ اور سب سے چھوٹی۔ اس لئے شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔

ان پُورنا بڑی ہی نیک لڑکی تھی۔ اور ایسی نیک بہو کو پا کر کملا تو سچ جانئے گویا کنول کی مانند کھل گئی۔ کملا جیسا سُکھی اُس وقت اب کوئی نہ تھا۔ مگر دن ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ کئی برسوں تک لگاتار قحط پڑا رہا۔ کرشن چندر نے غریب پرور کسانوں سے لگان تک وصول نہ کیا۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ وہ غریبوں میں جن کو دال روٹی بھی بمشکل میسّر ہو رہی تھی۔ بانٹ دیا۔ گھر میں کچھ بھی نہ رہا۔ بلکہ سر پر قرض ہو گیا۔ انہی ایام میں وہ بیمار ہو گئے۔ جب اُنکا آخری وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے رگھوناتھ کو اپنے پاس بُلایا۔ اور فرمایا۔ "میرے لعل! میں تو اب رخصت ہو رہا ہوں میری ایک بات یاد رکھنا۔ جس طرح سے بھی ہو سکے میرا قرض اُتارنے کی کوشش کرنا۔ دیکھنا کبھی کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ پربھو تمہارا کلیان کریں گے۔"

اتنا کہہ کر کرشن چندر کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ کملا بیٹے کی مرضی سے شوہر کے ساتھ ستی ہو گئی۔ رگھوناتھ کے سر پر گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

ان پُورنا بڑے گھر کی بیٹی تھی! وہ اکثر اپنے میکے میں ہی رہا کرتی تھی۔ اس کے باپ کے پاس دولت بہت تھی۔ مگر مزاج کچھ تیز تھا۔ اور بہت ہی کنجوس تھا۔ اس نے رگھوناتھ کے متعلق سب کچھ سنا مگر وہ اس کے لئے نہ سُننے کے ہی برابر تھا۔ کنجوس کی دولت بھلا کس کام کی وہ اپنی نیز اپنے عزیز و اقارب کی مصیبتیں برداشت کر لیتے ہیں۔ ایک پیسہ خرچ کرنا ان کیلئے موت کا سامان بن جاتا ہے۔

رگھوناتھ معمولی نوجوان نہیں تھا۔ اُس کا تعلق ایسی ہستی سے تھا جس کے سامنے اس کے سُسر کی وہی نسبت تھی۔ جو کہ ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ رگھوناتھ مدد کی درخواست کرنے کی غرض سے سُسرال نہیں گیا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا۔ وہ بیچ کر اس نے اپنے باپ کا قرض ختم کر دیا۔ اور جو کچھ اسے سسرال سے جہیز میں ملا تھا۔ اس سے وہ پربھو سیوا کا انتظام کر کے۔ ایک لنگوٹی اور چادر لیکر گھر سے نکل گیا۔ رئیس زادہ گاؤں گاؤں پھر کر بھیک مانگ کر گذارہ کرنے لگا۔ بڑے گھر کا لڑکا وہ کیا جانے کہ مصیبت کیا ہوتی ہے لیکن اس وقت اُس کی دُکھ کی کمی نہ تھی۔ ایک دن رات کو اس نے ایک درخت کے نیچے پڑے پڑے سوچا کہ اس طرح سے گاؤں گاؤں بھٹکنے سے کیا فائدہ ہے! کیوں نہ کسی تیرتھ استھان پر چل کر دن گذارے جائیں۔ یہ سوچ کر کئی دن تک سفر کرتے رہنے کے بعد نیلاچل (پُوری) پہنچا مندر میں جا کر بھگوان سے جا کر اس طرح سے پرارتھنا کی۔

"ہے پربھو! میرے ماتا پِتا اب اس سنسار میں نہیں رہے۔ مجھے اناتھ بنا گئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تمہاری شرن میں پڑا رہوں مگر میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جو کچھ ہوگا تمہارے کہنے سے ہوگا۔ لہٰذا پربھو! جیسے آپکی مرضی ہو کیجئے۔ میں آپکا

سیوک ہوں"۔

جہاں پرارتھنا سچی ہوتی ہے۔ وہاں سنوائی بھی جلد ہو جاتی ہے۔ رگھوناتھ نے محسوس کیا۔ کہ پربھو اپنا ہاتھ اُٹھا کر اس سے کہہ رہے ہیں:- رگھو! تجھے کسی قسم کا خوف نہیں کرنا چاہئے میں نے تجھے اپنا سیوک بنا لیا ہے۔ آرام سے یہاں رہ اور پرشاد کا بھوجن کیا کر۔"

رگھو دونوں وقت پرشاد لے لیتا۔ اور اسکی بھوک مٹ جاتی۔ باقی وقت وہ پربھو کی یاد میں گذارنے لگا۔ ایک دن اُسکو اپنی دھرم پتنی کی یاد آئی اور اُس کو ملنے کیلئے اُس نے اس کو چٹھی لکھدی۔ میں تمہیں ملنے کیلئے آنا چاہتا ہوں۔ جب کہو۔ تب آؤں۔

یہ چٹھی گنگا دہر تک پہنچی۔ غریب اور بھکاری داماد سے ملنے میں عزت ہاتھ سے جاتی۔ اس خیال سے اس نے رگھو کو کچھ گالیاں سُنا کر بیٹوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ان پورنا کی دوسری شادی کر دی جائے۔ جیسا لائق باپ۔ ویسے بیٹے سب کے سب اس کی رائے سے متفق ہو گئے۔ وہ لڑکے کی تلاش کرنے لگے۔ اور آخر منتری کا بیٹا دشو۔ دشو جو کہ بدمعاش تھا۔ تلاش کر لیا۔ شادی کا دن بھی مقرر کر دیا۔

ان پورنا دھارمک استری تھی۔ وہ سب کچھ سمجھتی تھی۔ مگر اس کے لئے تدبیر کیا تھی۔ اس نے دل ہی دل میں بھگوان سے پرارتھنا کی۔

"ہے بھگوان! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہائے پربھو! یہ تو ناممکن بات ہے کہ پران ناتھ کے زندہ ہوتے ہوئے دوسری شادی! پربھو اس جسم پر اب میرا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ تو میں اُنکے حوالے کر چکی ہوں۔ پھر میں دوسرے کا مُنہ کیسے دیکھوں گی؟ ہے ناتھ تم نے مصیبت میں گج راج کو بچایا تھا۔ تم نے ہی سبھا میں دروپدی کی لاج بچائی تھی تم انتریامی ہو۔ سب کچھ جانتے ہو۔ میں تم سے کیا کہوں۔ میرا سب حال تم جانتے ہو۔ پربھو! اہین استری ہوں۔ دکھیاری نہیں۔ مجھے اس مصیبت سے چھڑاؤ!

ان پورنا دن رات اکیلی بیٹھکر بھگوان سے پرارتھنا کیا کرتی تھی۔ کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ بولنا اُسے کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا۔ ایک خادمہ تھی وہ اس سے پیار کرتی تھی۔ ان پورنا نے اس سے کہا اگر کوئی نیلاچل جاتا ہو تو خیال رکھنا۔ میں اپنے پتی کو ان کو لکھ بھیجوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میری چٹھی پاکر وہ ضرور آجائیں گے۔ اور مجھے اس مصیبت سے بچائیں گے۔

خادمہ کو معلوم ہوا کہ نزدیک کے محلے والے کچھ اشخاص شری جگن ناتھ جی کے درشن کرنے کے لئے پوری جا رہے ہیں۔ اس لئے فوراً ہی ان پورنا کو پتہ دیا۔ ان پورنا نے رگھوناتھ کے نام چٹھی لکھی۔

پران ناتھ!

میں آپ کے چرنوں کی داسی ہوں۔ اگلے مہینے منجمی کے دن منتری کے لڑکے کے ساتھ میری شادی کا فیصلہ ہوا ہے۔ اگر آپ کی اس داسی پر کرپا ہو۔ تو چٹھی ملتے ہی فوراً تشریف لے آئیے۔ آنا نہ آنا آپکی مرضی پر منحصر ہے۔ مگر میں دن گن رہی ہوں۔ وقت مقررہ تک آپکی منتظر رہونگی۔ اور اگر اسوقت تک آپکے درشن نہ ہوئے تو اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔

خادمہ کو چٹھی دیکر ان پورنا نے خادمہ سے کہا۔ ہاں! تم نے ان لوگوں سے میری طرف سے کہہ دینا کہ میری زندگی یا موت اُنکے ہاتھ میں ہے۔ میرے پتی شری جگن ناتھ پوری میں رہتے ہیں۔ اور بھیک مانگ کر گذارہ کرتے ہیں۔ یہ چٹھی اُن کو دے دویں۔

خادمہ نے چٹھی تیرتھ یاترا جانے والوں کو دیدی۔ اور ساری بات انہیں سمجھا دی۔ اُن لوگوں کو بھی ان پورنا سے دلی ہمدردی تھی انہوں نے خادمہ کو یقین دلایا۔ اور چٹھی لیکر چلے گئے۔ جب پوری پہنچے تو شری جگن ناتھ جی کے مندر میں جاکر انہوں نے رگھو کو چٹھی دیدی۔ چٹھی پڑھ کر رگھو بے چین ہو گیا۔ سوچا۔ شادی میں تو صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں۔ اور یہاں سے کلاوتی کا راستہ ایک مہینے کا ہے۔ پہنچوں تو کیسے پہنچوں۔ رگھو کچھ فیصلہ نہ کر سکا۔ آخر کار وہ اس طرح سے پرارتھنا کرنے لگا۔

"پربھو آپکے سوا مجھے اس مصیبت سے کون بچا سکتا ہے۔ آج ستی کی تکلیف کو دور کیجئے۔ آپ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ تمہارے سوا اس وقت کوئی رکشک نہیں ہے۔"

رگھو نے بہت بار یہی پرارتھنا کی۔ اور پرارتھنا کرتے کرتے وہ سو گیا۔ اُس پیارے سے محبت کرنے والے جانتے ہیں۔

کرسچے دل سے کی ہوئی پرارتھنا کبھی خالی نہیں جاتی۔ رگھو بحالت خواب ہی کلاوتی پور میں گنگا دہر کے دروازے کے آگے پہنچا
نئی روشنی۔ نئی تہذیب۔ نئی تعلیم اور نیا دماغ ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتا مگر وہ بھولتا ہے۔
بھگوان اور ان کے بھگتوں کی سب باتیں عجیب ہیں۔ سچے بھگت پر جب پربھو کی کرپا ہو جاتی ہے۔ تو اسکی سب باتیں ہی حیرت انگیز ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی شردھالو! کو ایسی باتوں پر تشک نہ کرنا چاہیئے۔
جب آنکھ کھلی۔ تو رگھو کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے دیکھا کہ سامنے ایک عالیشان محل کھڑا ہے۔ مگر پوری کا منظر نہیں ہے شادی کے بعد وہ کبھی کلاوتی پور نہیں آیا تھا۔ لہٰذا وہ نہ ہی تو یہاں کے رہنے والوں سے اور نہ ہی گلی محلوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک راہگیر سے دریافت کیا۔ کیوں بھائی یہ کونسا قصبہ ہے؟ اور یہ سامنے محل کس کا ہے!
اس نے جواب دیا یہ کلاوتی پور ہے۔ اور وہ سامنے جو محل دیکھتے ہو وہ سیٹھ گنگا دہر کا ہے۔
اب پربھو کی لیلا کا رگھوناتھ کو پتہ چلا۔ اس کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے۔ اس نے کہا۔ دھنیہ ہو۔ پربھو۔ میری مصیبت کو اور کون دُور کر سکتا ہے۔ تمہارے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے۔ پل میں برہمانڈ کو بنا بھی سکتے ہو۔ اور بگاڑ بھی سکتے ہو مگر پھٹے پرانے چھتڑے پہنے ہوئے رگھوناتھ کو اس کے سالوں نے گلی میں کھڑے ہوئے دیکھا۔ ان پر تو گویا بجلی ہی گر پڑی مگر منہ کیا نہ کرتا۔ اُس کو اندر لے گئے۔ اُس کو نہلایا دھلایا گیا۔ پرتکلف لباس پہنایا گیا۔ اور پرتکلف کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد اس کے آرام کے لئے ایک علیحدہ کمرے میں خوبصورت بچھونے والا پلنگ بچھایا گیا۔ رگھوناتھ آرام کے لئے لیٹا۔ آن پورنا بھی وہاں پہنچ گئی۔ باتیں ہوئیں۔ اور خوب ہوئیں۔ محبت کی فرقت کی اور نہ جانے کیا کیا ہوئیں۔
ادہر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اور اُدھر نو آدمی۔ گنگا دہر اسکی بیوی اور ساتوں لڑکے مل کر رگھوناتھ کو ٹھکانے لگانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ آج ہی رات کھانے میں زہر ملا کر رگھوناتھ کا کام تمام کر دیا جائے۔ تاکہ آن پورنا کا منتری کے لڑکے سے بیاہ ہو جائے۔ پھر اس کے لئے سکھ ہی سکھ ہے۔ بیوقوفو! تم ستی کے دُکھ کو کیا جانو؟
شام کے وقت گنگا دہر کی بیوی کھانا تیار کر رہی تھی۔ کہ آن پورنا باورچی خانہ میں پہنچی۔ ماں نے کہا بیٹی آج بہت دنوں کے بعد داماد آئے ہیں تم وہاں جا کر اُن کی سیوا کرو۔ میں اکیلی ہی رسوئی تیار کر لوں گی۔ آن پورنا۔ "جاتی ہوں" کہہ کر وہاں سے نہ گئی۔ آج دن بھر سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ اس کی تہہ میں سازش ضرور ہوگی۔ لہٰذا وہ باورچی خانہ سے باہر نہیں نکلی۔ اور جب پتہ چل گیا کہ کھانے میں ان ظالموں نے زہر ملا دیا ہے۔ تو بھاگتی ہوئی اپنے پتی کے کمرے میں پہنچی۔ مگر اس کے بھائی رگھوناتھ کو سیر کے لئے باہر لے جا چکے تھے۔ اب سوچنے لگی کہ پتی کو اس سازش کی خبر کس طرح سے دی جائے۔ اس نے ایک پتے پر لکھا۔ "بھوجن میں زہر ہے۔" اور ایک رسگلے میں ماں کی نظریں بچا کر پھنسا دیا۔ وہ جانتی تھی کہ انہیں رسگلے کھانے کا ہی زیادہ شوق ہے۔ اور اب بھی وہ سب سے پہلے رسگلوں والی طشتری پر ہی ہاتھ ڈالیں گے۔
سونے کی تھالی میں بھوجن پروس کر ڈائن نے داماد کو بلا بھیجا۔ دل میں زہر بھرا تھا۔ پاپ بھرا تھا۔ مگر ظاہرا طور پر جو خاطر کی جا رہی تھی۔ اس میں کوئی کمی نہ تھی۔ رگھوناتھ کو اس سازش کا کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر آسن پر بیٹھ گیا۔ اس نے جو کچھ بھی سامنے رکھا تھا اس کو بھگوان کے ارپن کیا۔ اور آچمن کیا۔ آن پورنا چھپ کر سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل اتنا دھڑک رہا تھا۔ کہ اس کے لئے کھڑا رہنا بھی محال ہو گیا تھا۔ لیکن فرض اُسے وہیں کھڑا رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ سوچ رہی تھی۔ کہ اگر انہوں نے رسگلوں کی جو طشتری ہے۔ اس پر جو ذرا سا بھوج پتر پڑا ہے۔ دیکھا ہی نہ تو پھر اندھیر ہو جائیگا۔ پھر سوچا کہ شرم اور خوف کس بات کا۔ جو ہوگا سو دیکھا جائیگا۔ بلند آواز سے ان کو مطلع ہی کیوں نہ کر دوں۔ کہ ہر ایک چیز میں زہر ملا ہوا ہے۔ آپ کھانا بالکل نہ کھائیں۔ بھگوان کی لیلا بڑی عجیب ہے۔ آن پورنا کو زیادہ دیر تک سوچنا نہیں پڑا۔ رگھوناتھ نے آچمن

کرنے کے بعد سب سے پہلے رسگلوں والی طشتری پر نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بھوج پتر درمیان والے رسگلے کے پاس ہی طشتری کے کنارے کی طرف جو رسگلا پڑا ہے۔ اُس پر چپکا ہوا ہے۔ ذرا سے پتے کو اور بھلا اس وقت کون دیکھتا۔ اُسے دیکھا صرف رگھوناتھ اور ان پورنا نے۔ رگھوناتھ نے جو کچھ اس پر تحریر تھا پڑھا۔ اس کو ساری سازش کی سمجھ آ گئی۔ ان پورنا کی ماں نے دیکھا۔ کہ داماد کھانا شروع کرے گا۔ لہٰذا چالاکی سے ان پورنا کو جہاں پر وہ کھڑی تھی وہاں سے ہٹا دیا۔ اُس نے ان پورنا سے کہا "بیٹیا! تو خاوند کے پاس چل کر بیٹھ۔ میں ابھی بلالوں گی۔ دل میں ڈرتی تھی۔ کہ اگر یہ یہیں کھڑی رہی تو کوئی اور گل نہ کھل جائے۔ ان پورنا نے بھی اب وہاں سے جانے میں کوئی عذر نہ کیا۔ اس نے خیال کیا کہ جب پتی دیو سب کچھ پڑھ چکے ہیں۔ تو اب زہریلا کھانا نہیں کھائیں گے۔

رگھوناتھ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ رس گلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ہائے میں نے یہ کیا کیا۔ پربھو کو زہریلے کھانے کا بھوگ لگا دیا۔ پربھو مجھ سے جو یہ حرکت لاعلمی کی وجہ سے ہوئی اس کے لئے مجھے کشما کرو۔ ناتھ! اب مجھے بدھی دو۔ کہ اب میں کیا کروں۔ میں اسوقت کچھ بھی نہیں سوچ سکتا۔ بھلا بھگوان کے پرشاد کا تیاگ میں کیسے کروں جس کا جنم ہوا۔ اُسے موت ایک دن لازمی ہے جب مرنا ہے تو آج پرشاد کھانے میں عذر کیسا؟ نہیں! نہیں! ناتھ میں تمہارے پرشاد کی بے عزتی نہیں کر سکتا۔ جان جائے یا رہے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔

بھگت کے دل کی بات بھگوان نے جان لی۔ اس سے پہلے وہ کئی بار زہر کو امرت کر چکے ہیں۔ پرہلاد کے لئے زہر امرت ہو گیا تھا۔ ایک دن راج رانی میراں کا زہر بھی امرت بن گیا تھا۔ آج بھی انتظام ہو جائے گا۔

رگھوناتھ نے دانستہ طور پر زہریلا ہوا کھانا کھا لیا۔ تھال میں ایک لقمہ بھی نہیں چھوڑا۔ سخت قسم کا زہر تھا۔ سرعت کیساتھ اس کا اثر ہوا۔ رگھوناتھ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور تھوڑی دیر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان پورنا کی ماتا خوشی سے پھولی نہ سمائی اور جلدی سے جا کر اپنے شوہر اور بیٹوں کو وہاں بلالائی۔ سب خوش تھے فیصلہ یہ ہوا کہ دن نکلنے سے پہلے لاش کو دبا دیں گے۔ مشہور یہ کر دینگے کہ رات کو اچانک سانپ نے کاٹ کھایا تھا۔ یہ سوچ کر کمرے کے دروازے بند کر کے وہاں سے چلے گئے۔

ان پورنا ماں کی بات سن کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ مگر اس کے من میں شانتی نہیں ہے۔ دل بے چین ہے اپنے پتی کی تھالی میں زہریلا ہوا کھانا دیکھ کر کیا کسی پتی برتا کے من میں شانتی رہ سکتی ہے۔ وہ اپنے کمرے کے آس پاس ادھر اُدھر پھر رہی تھی۔ ماں باپ اور بھائیوں کی آمد و رفت اور ان کی آپس میں کی گئی اشارہ بازی سے اُسے شک ہو گیا۔ جب سب سونے کے لئے چلے گئے۔ تو وہ دبے پاؤں اس کمرے کی طرف بڑھی جس میں رگھوناتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھا دروازہ بند ہے۔ مگر چراغ روشن ہے۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانکا۔ جو کچھ اس نے کمرے کے اندر دیکھا۔ اس سے اسکی جان ہوا ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ آسن پر اس کے پتی کا بیجان جسم پڑا ہوا ہے۔ اس کا جسم کانپنے لگا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑی جب ہوش میں آئی تو دیکھا کہ چاروں طرف خاموشی ہے۔ تاریکی ہے۔ کمرے کا چراغ بھی گل ہو چکا ہے۔ وہ اب کیا کرے بے

تڑپ کے پران پکار رہے۔ جگدیش ہرے جگدیش ہرے۔

جب کوئی سہارا نہیں رہتا تو پھر اُس کا ہی سہارا ہوا کرتا ہے۔ دکھی اُسے ہی تو پکارا کرتا ہے۔ اور اگر اسکی آواز دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ہو۔ تو شنوائی بھی جلدی ہوتی ہے۔ بھگت کی آواز تو فوراً ہی تمام دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ ان پورنا کی آواز بھی بھگوان کے کانوں تک جا پہنچی۔ وہ فوراً کلاوتی پور پہونچے۔ ان پورنا کو کمرے کے اندر کچھ آہٹ سنائی دی۔ دیکھا کہ بھگوان ہاتھ کا سہارا دیکر رگھوناتھ کو اُٹھا رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں میرے لعل! پیارے رگھوناتھ!! اُٹھ کھڑا ہو۔ اس طرح سے کیوں پڑا ہے۔ میں آ گیا ہوں۔ زہر میرا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ رگھوناتھ اُٹھ بیٹھا۔ مارے خوشی کے ان پورنا بیہوش ہو کر گر پڑی بھگوان انتردھان ہو گئے۔

رگھوناتھ اس طرح سے اُٹھا۔ جیسے کوئی سو کر اُٹھا ہو۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا بڑی گہری نیند تھی۔ مجھے کس نے جگا دیا۔ آہستہ آہستہ سب کچھ یاد آنے لگا۔ واقعات ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے ناچنے لگے۔ "میں وہی رگھوناتھ ہوں میں تو زہریلا کھانا کھا کر مر رہا تھا۔ اس وقت کتنی تکلیف تھی میرے جسم میں۔ دوبارہ جان کس نے ڈالی۔ سمجھ گیا پران ناتھ یہ تمہارا ہی کام ہے۔ تمہارے سوا ایسی دیا اور کون کر سکتا ہے۔ میرے پربھو تمہارے کھیل تم ہی جانتے ہو۔ گود سے نیچے پٹک دینے والے بھی تم ہی ہو۔ اور پیار سے چھاتی سے لگانے والے بھی تم ہی ہو۔ میرے جیسا اگیانی تمہاری لیلا کو بھلا کیا سمجھے گا۔ سمجھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ پربھو! گراؤ۔ مصیبت کے پہاڑ سر پر گراؤ۔ ہر مصیبت کے پیچھے تمہارا مسکراتا ہوا چہرہ چھپا ہے۔ ع۔ تو میرا شوق دیکھ! انتظار دیکھ۔

بھگت رگھوناتھ پربھو کے پریم میں رات بھر اسی طرح سے بولتا رہا۔ کبھی بار رو دیا کبھی بار ہنسا۔ پھر لگا کیرتن کرنے۔ ہرے رام - ہرے رام۔

رام راما - ہرے ہرے - ہرے ہرے - ہرے کرشنا - ہرے کرشنا - کرشن کرشنا ہرے ہرے۔

اب ہری نام کا نشہ اُسے ایسا چڑھا کہ اُسے اپنے تن بدن کی ہوش نہ رہی۔ دیکھتے دیکھتے رات بیت گئی۔ گنہگاروں کی ٹولی کو رات بھر نیند نہ آئی۔ زہر کی گرمی سے انکے دل کی آگ کی گرمی کہیں زیادہ تھی۔ زہر کی گرمی تو جلدی ہی دور ہو گئی تھی۔ مگر گناہ کی آگ جل رہی تھی۔ وہ رات بھر بھٹکتے رہے۔ "گناہ کا بھانڈا پھوٹ گیا"۔ کسی نے راج دربار میں خبر کر دی: "لو سپاہی ہمیں پکڑنے کے لئے آئے ہیں۔ اور پکڑ کر لے گئے ہیں"۔ صبح ہوئی۔ سب کے سب اُس کمرے میں گئے۔ جہاں وہ رگھوناتھ کو چھوڑ کر آئے تھے۔ جو اسکیم یہ تھی کہ جتنی بھی جلدی ہو سکے لاش کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ مگر جب وہ وہاں پہنچے۔ تو مارے حیرت کے اُن کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ دیکھا کہ رگھوناتھ آسن پر بیٹھا ہے۔ آنکھیں بند ہیں۔ کیرتن کر رہا ہے۔ اس کی ایسی حالت دیکھی۔ تو سب کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ انکے پاؤں کی آہٹ سن کر رگھوناتھ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر کہنے لگا۔ "آؤ! آؤ!! میرے پربھو!" لیکن جب آنکھیں کھولیں تو دل میں کہنے لگا۔ "ارے پربھو تو نہیں۔ یہ تو میرے قاتلوں کا گروہ کھڑا ہے۔" رگھوناتھ پھر آسن پر بیٹھ گیا۔

گنگا دھر نے سوچا کہ جو شخص زہر کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔ وہ دیوتا ہے۔ یہ سب کے سب قاتل رگھوناتھ کے چرنوں میں گر پڑے اور اس سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

رگھوناتھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس میں آپکا کوئی گناہ نہیں۔ یہاں ہر ایک اپنا اپنا کرم پھل بھوگتا ہے۔ میں نے اپنے گذشتہ جنم میں ضرور کسی کو زہر دیا ہوگا۔ جسکی وجہ سے یہاں مجھے زہر کھانا پڑا ہے۔ کرم پھل کبھی ٹل نہیں سکتا۔ ہاں یہ زہر کھانے کے بعد مجھ میں جو پھر جان آ گئی ہے۔ اس کا سبب صرف یہی ہے۔ کہ میری جان کے مالک سری جگن ناتھ جی ہیں۔ اب آپ کی خدمت میں ایک عرض ہے۔ آپ میری مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی کسی دوسری جگہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ یہی مناسب خیال کرتے ہیں۔ تو ایسا ہی کیجئے۔ مجھ پر دیا کیجئے۔ میں اب جاتا ہوں لیکن بات یہ ہے۔ کہ اگر آپ کو دھرم کا کچھ بھی خوف ہے۔ تو اب میری پتنی کو مجھے سونپ دیجئے۔ وہ میرے سکھ دکھ کی ساتھی ہے۔ میں اُس کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ لیکن اُسے میرے ساتھ بھیجنا یا نہ بھیجنا یہ آپ کے اختیار میں ہے۔ اس معاملہ میں میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں کیجا سکتی۔"

اتنا کہہ کر رگھوناتھ پھر سری ہری کا کیرتن کرنے لگا۔ ع شری کرشن گوبند ہرے مرارے

کیرتن کرتا ہوا رگھوناتھ گھر سے باہر نکل کر سڑک پر آ گیا۔ سیٹھ گنگا دھر ساتوں لڑکوں سمیت اُس کے تعقب میں بھاگتے ہوئے آئے اور ملتجی ہوئے کہ آپ صرف آج کا دن ہمارے ہاں اور ٹھہر جائیے۔ کل اپنی پتنی کو ساتھ لے جائیے گا۔ ہمیں اب اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔"

رگھوناتھ سڑک پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ ان پاپیوں کے گھر میں اب پھر کبھی داخل نہیں ہوؤں گا۔ جس جگن ناتھ نے یہاں تک پہنچایا۔ زہر کا اثر زائل کیا۔ وہ اپنی پتنی کے بارے میں بھی جو مناسب خیال کریگا کر لے گا۔"

گنگادھر کی التجاؤں کا رگھوناتھ نے کوئی خیال نہ کیا۔ تو وہ بیٹوں کے ساتھ اپنے مکان میں واپس چلا گیا۔

جب ان پورنا رات کو دوسری بار بیہوش ہوئی تھی۔ تو اُس کے باپ اور بھائیوں نے اس کو وہاں سے اُٹھا کر اُس کے کمرے میں اُس کے بستر پر لٹا دیا تھا۔ اور باہر سے تالا لگا دیا تھا۔ صبح ہوئی تو وہ تڑپ رہی تھی۔ گنگادھر جب مکان کے اندر واپس پہنچا۔ تو اُس نے ان پورنا کا دروازہ کھولا۔ اور اُس سے دریافت کیا۔ "بتا ان پورنا! کیا تُو اپنے بھکاری پتی کے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ یا ہمارے ہاں رہنا چاہتی ہے"؟

ایک پتی برتا دیوی سے جب اس قسم کا سوال کیا جائے۔ تو اس کے دل کو کتنی زبردست چوٹ لگتی ہے اُس کا اندازہ دوسرا کون لگا سکتا ہے۔ لڑکیوں کو ماں باپ سے قدرتی حیا ہوتی ہے۔ گنگادھر کے سوال سے ان پورنا کے چہرے پر حیا کی سُرخی دوڑ گئی۔ مگر پھر بھی اُس نے اپنے دل کو مضبوط کر کے کہا۔ "پتا جی آپ میرا گناہ معاف کریں۔ میں اپنے پتی کے ساتھ ہی جاؤں گی۔ وہ راہ کے بھکاری ہوں یا کنگال میرے لئے دیوتا ہیں"۔

یہ الفاظ اس نے بڑے دُکھ سے کہے۔ مگر یہ کیا! اُس کے چہرے کی حالت یک لخت بدل گئی۔ وہ بھوکی شیرنی کی طرح تڑپی۔ اور گرج کر کہنے لگی۔ "پتا! پتا!! آپ مجھے وبھچارنی بنانا چاہتے ہیں۔ مجھے میرے پتی سے جُدا کر کے دوسرے آدمی کو سونپنا چاہتے ہیں نہیں ہوگا۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ مجھے معمولی لڑکی مت خیال کرنا۔ میں ستی ہوں۔ جب تک اس جسم میں جان ہے۔ اس کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔ یقین جانئے ایسا ہونے سے پہلے ہی میں آتم ہتیا کر لوں گی۔ اور ستی کے شاپ سے تمہاری مسرت کی دنیا آن واحد میں جل کر راکھ ہو جائے گی۔

پانی میں آگ کتنی دیر ٹھہر سکتی ہے۔ اسی طرح سے ان پورنا کا جوش بھی عارضی ہی تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور التجا کی۔ "پتا جی! مجھے کھما کرو۔ اور مجھے اپنے پتی کے ساتھ جانے دو۔ وہ میرے دیوتا ہیں۔ وہی میری زندگی کے سہارے ہیں۔ مجھے یہاں رکھنے سے آپ کا بھلا نہیں ہوگا۔ اسی لئے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں۔ کہ مجھے اپنے پتی کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے"۔

گنگادھر پر رگھوناتھ کا اثر پڑ چکا تھا۔ اب جو ان پورنا کی یہ حالت دیکھی تو اُس نے ان پورنا کو اس کے ساتھ بھیج دینا ہی مناسب خیال کیا۔ اور اس کو رگھوناتھ کے پاس چھوڑ آیا! اور اس سے کہنے لگا۔ "بیٹا! اپنی پتنی کو گرہن کرو۔ ہم پر دیا کرنا جس سے ہمیں کوئی کشٹ نہ ہو"۔

ان پورنا نے رگھوناتھ کے چرن چھوئے۔ اور بولی۔ "پران ناتھ جس طرف بھی چلنا ہو جلد چلئے۔ اب یہاں ایک منٹ کے لئے بھی ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ داسی آپ کے ساتھ چلنے کے لئے طیار ہے"۔

رگھوناتھ نے ان پورنا کا ہاتھ تھاما اور دونوں شری جگن ناتھ پوری کے راستہ پر ہو لیئے۔

گنگادھر گھر واپس آ گیا۔ مگر لڑکی کو بھکاری کے ساتھ بھیج کر اُسے بڑا دُکھ ہوا۔ ادھر ان پورنا کی ماں نے نئی سازش کی۔ اُس نے منتری کے بیٹے کو کہلا بھیجا۔ کہ ان پورنا کو کنگال لئے جا رہا ہے۔ اگر حوصلہ ہو تو اسے مار کر ان پورنا کو لے آؤ"۔

اس خبر کے ملتے ہی منتری کا بیٹا اپنے باپ کے بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لیکر رگھوناتھ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ یہ سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ آناً فاناً انہوں نے انکو جا لیا۔ دسو نے چلا کر رگھوناتھ سے کہا۔ "نیچ بدمعاش! تو میری دلی مالکہ کو چرا کر کہاں لئے جا رہا ہے؟ اس کو یہاں چھوڑ کر فوراً یہاں سے بھاگ جا۔ نہیں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا"۔ رگھوناتھ نے دیکھا۔ کہ دسو کے پیچھے کئی سوار ہیں۔ وہ ہنسنے لگا۔ ان پورنا ڈر گئی۔ اور اس نے رگھوناتھ سے کہا۔ ہے سوامی۔

میرا باپ مجھے ایسی بدمعاش کو سونپنا چاہتے تھے۔ اب کیا ہوگا۔ اس مصیبت سے کیسے چھٹکارہ پائیں گے "
رگھوناتھ نے ہنستے ہوئے جواب دیا " تم کو یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ شری جگن ناتھ جی میرے مالک ہیں۔ پھر خوف کا کیا کام؟ جس نے مجھے تمہارے پاس پہنچایا۔ جس نے زہر کا امرت بنایا ہے۔ وہ ہمیں یہاں سے بھی رہائی دلوائے گا۔ اُس پربھو کا دھیان کرو۔ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں ڈر کس کا ہے؟ تم اس لیلامے کی لیلا دیکھتی جاؤ۔"
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک طرف سے دو شجاع راجپوت زرہ بکتر پہنے ہوئے آ نکلے۔ اُن میں سے ایک نے رگھوناتھ سے دریافت کیا " تم کون ہو؟ کہاں جاتے ہو۔ تمہارے ساتھ یہ دیوی کون ہے؟ اور یہ سپاہی تمہارے پیچھے کیوں آ رہے ہیں؟"
رگھوناتھ نے اپنی ساری داستان سنا کر اُس سے کہا " بھائی میں غریب آدمی ہوں۔ مجھے سوائے بھگوان شری جگن ناتھ کے اور کسی کا سہارا نہیں۔ نہ ہی تو کوئی دوسرا مجھے پناہ دینے والا ہے۔ اور نہ ہی میری حفاظت کرنے والا ہے۔ میں تو اس وقت اُس کا منتظر ہوں۔
راجپوت نے کہا " تمہیں کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم تمہارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ دیکھیں کون تم پر حملہ آور ہوتا ہے" وہ رگھوناتھ اور اَن پُورنا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔
دشو اور اس کے سپاہیوں نے دیکھا کہ دو راجپوتوں سے کئی راجپوت بن گئے ہیں۔ سبھی رگھوناتھ اور اَن پُورنا کی حفاظت کے لئے اُن کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ یہ دیکھکر دشو اور اُس کے سپاہی جان لے کر بھاگ گئے۔ رگھوناتھ اور اَن پُورنا کو کچھ بھی پتہ نہ چلا کہ کیا معاملہ ہے جب ریاست کی حد سے باہر نکل آئے تو راجپوتوں نے رگھوناتھ سے کہا۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اب جاتے ہیں۔ ہمیں اور بھی کام ہیں"
رگھوناتھ نے ان کو دھنیہ باد دیا۔ اور پرنام کیا۔ اور کہا۔ " آپ کی کرپا سے ہماری جان بچی ہے"۔ وہ دونوں راجپوت مسکراتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ رگھوناتھ یہ تو نہیں جان سکا کہ وہ دونوں کون تھے۔ مگر اس بات کا پختہ یقین تھا۔ کہ شری جگن ناتھ نے اس کی حفاظت کی ہے۔
کچھ دنوں کے بعد رگھوناتھ اور اَن پُورنا پُوری پہنچے بھگوان کا درشن کرتے ہی اُنکی ساری تھکاوٹ دُور ہوگئی۔ آتی بار اَن پُورنا کو سیٹھ گنگا دھر نے کچھ روپیہ بھی دیا تھا۔ اُس روپے سے شری جگن ناتھ جی کے مندر کے قریب ایک مکان خرید لیا گیا۔ دونوں پتی پتنی آنند سے وہاں رہنے لگے۔ دونوں کا کام تھا۔ کرشن کتھا کرنا۔ کرشن کیرتن کرنا۔ کرشن گن سُننا۔ کرشن کے پریم میں مگن رہنا۔ کرشن کے نام پر فدا ہو کر متوالوں کی مانند ناچنا اور آنسو بہانا؛
"اوم شم"

اشٹانگ مارگ کی روکاوٹیں :۔ ان کو دس حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) خودی۔ (۲) مادی برحق کی تعلیم میں شک۔ (۳) فضول اور لایعنی رسومات مذہبی و سوشل۔ (۴) شہوت نفسانی میں مشغولیت۔ (۵) پست ہمتی اور کوتہ نظری (۶) حیات مستعار کی محبت (۷) عالم عقبےٰ کی مفروضہ لذات اور زندگی کا عشق (۸) غرور اور خود بینی۔ (۹) کبر و نخوت اور وہم و پندار (۱۰) جہل

کہتے ہیں۔ جب بھگوان بدھ کو گیان ہوا۔ تو جو الفاظ زبان مبارک سے برآمد ہوئے وہ یہ تھے۔ "دھرم کرو، دھرم کا سنکھ پھونکو۔ دھرم کی ڈونڈ بجاؤ۔" میکس مولر صاحب جو ایک ماہر سنسکرت انگریز ہوا ہے۔ کہتا ہے۔ "آج تک دنیا میں کوئی ایسا مذہب شائع نہیں ہوا جس میں انسانیت اور ہمدردی بدھ مذہب کی سی پائی جاتی ہو۔" اس مذہب میں دیگر مذاہب کی عیوب جوئی ممنوع ہے۔ کہتے ہیں مہاتما بدھ ناستک تھا، چونکہ برہمن بدھ ازم کے مخالف اور دشمن تھے۔ ان کی تحریر اس بارہ میں قابل مذمت ہے۔ ہر شخص اپنے مذہب کے مخالف کو برا بھلا کہتا ہے۔ مورخین یورپ کی رائے بھی قابل یقین نہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی اکثر سنسکرت کی کتابوں سے جو کہ برہمنوں کی تصنیف شدہ ہیں۔ یہ اخذ کر لیا ہوگا۔ قطع نظر چونکہ بھگوان بدھ عاقل و کامل تھے۔ اگر انہوں نے برہمنوں کے مفروضہ خدا (جس کے واسطے قربانیاں اور بلیدان جائز سمجھے جاتے تھے۔) کی ہستی سے عقلی طور پر انکار کر دیا ہو۔ تو وہ کسی صورت میں منکر الہی نہیں ہو سکتے۔ خدا کے غیر متغیر اور لازوال قوانین قدرت کی پابندی کرنا۔ قدرتی اصولوں کے مواقف اپنے اخلاق اور چال چلن کو بنانا۔ اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی زندگی بسر کرنا۔ خدا کی ہستی میں یقین کرنا ہے۔ اور یہی بدھ ازم ہے۔

سرائے فانی

ادھر سے یارو اٹھاؤ دل کو کہ ہے یہ عالم سرائے فانی
کہاں کی دولت کہاں کی حشمت کہاں کا راجہ کہاں کی رانی

کہاں کا تاج اور کہاں کا افسر کہاں کا تخت اور کہاں کا کشور
کہاں کی فوج اور کہاں کا لشکر کہاں کی شاہی کہاں کی خاقانی

سنے گا نانک جی کہاں تک کریگا جنگ و جدل کہاں تک
رکھے گا طول عمل کہاں تک کہ چار دن کی ہے زندگانی

گیا سکندر کہاں وہ دارا رہا نہ دنیا میں کوئی بیچارا
اجل نے اک اک کو آ پچھاڑا چلی نہ رستم کی پہلوانی

کہاں وہ خسرو اور تخت زریں کہاں وہ مسند کہاں وہ قالین
کہاں وہ فرہاد یار شیریں رہی جہاں میں فقط کہانی

نہ زور بازو یہاں دکھاؤ نہ باتیں بڑھ بڑھ کے تم سناؤ
نہ روپ سج دھج بہت بناؤ بڑھاپا آیا گئی جوانی

بناتے ہو کیوں بڑی عمارت دکھاتے ہو تم کیسے امارت
فنا نے سب کو کیا ہے غارت کسی کا باقی نہ رہی نشانی

یہاں جو آیا اسے فنا ہے مریگا اک دن نہیں بقا ہے
لگاؤ اس سے کہاں روا ہے نہیں جو باقی رہیگا فانی

کہاں کا غنچہ کہاں کا گل اور کہاں کا ریحاں کہاں کا سنبل
کہاں کا بلبل کہاں کی قمری نہ باغ ہوگا نہ باغبانی

کہاں کا عارض کہاں کا عشوہ کہاں کی چشم اور کہاں کا غمزہ
کہاں کا حسن اور کہاں کا جلوہ نہ دل رہیگا نہ دلستانی

بتوں کو ناحق کہو نہ کافر ظہور حق کا ہے ان میں آخر
جو حق چھپا ہے تو ہوگا ظاہر اگر ہو مرشد کی مہربانی

وہ ہستی کا مذاق لوٹے جو قید ہستی سے اپنی چھوٹے
تراب کا دل جو سب سے ٹوٹے ملے خدا سے وہ گیانی

بھگت منی داس

شری جگن ناتھ پوری میں منی داس نامی ایک مالی رہتا تھا۔ وہ پھولوں کے ہار بیچ کر اپنا اور اپنے کنبے کا گذارہ کیا کرتا تھا۔ لوگوں کی نگاہ میں وہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ مگر دراصل وہ سچی تعلیم کے زیور سے آراستہ تھا۔ سچی تعلیم کیا ہے۔ دین دکھی کی خدمت کرنا اور پاپ سے دور رہ کر شری ہری نام کا جاپ کرنا۔ بھگوان کے مد بار میں وہی بڑا ہے۔ جو پاپ کو چھوڑ کر بھگوان کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔ جو اس دنیا کے ہر ذی روح کو پربھو کا روپ مان کر اس کی خدمت کے لئے ہر وقت طیار رہتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کی نگاہ میں غریب۔ اور ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو۔ وہی ایشور کا سچا بھگت کہلانے کا حقدار ہے۔

منی داس اپنی تھوڑی سی کمائی کا ایک بہت بڑا حصہ غریبوں اور بھوکوں کی خدمت میں صرف کر دیتا۔ جو بچتا اس سے اپنا اور اپنے کنبے کا پیٹ پالتا۔ اور اپنا من اور زبان دونوں بھگوان کے بھجن میں لگائے رکھتا۔ اور ہمیشہ خوش رہتا۔

بھگوان کی لیلا! کہ تھوڑے ہی عرصہ میں منی داس کی بیوی اور سب بیٹے ایک ایک کر کے مر گئے۔ منی داس اس موقعہ پر گھبرایا نہیں بلکہ اس نے وچار سے کام لیا۔ اور اسے بھگوان کا آشیرباد خیال کیا۔

"آہا! دیالو پربھو نے بڑی ہی کرپا کی۔ عورت اور لڑکوں میں میرا من پھنسا رہتا تھا۔ شری ہری نے میرے کلیان کیلئے اپنی چیز کو واپس لے لیا۔ ہے جگدیشور! آپ کی دیا کو دھنیہ ہے۔ مجھے آپ نے دنیا کی غلامی سے چھڑا لیا۔ میں آج تک خواہشات کا غلام تھا۔ موہ میں پھنسا ہوا آپ کی سیوا سے غافل ہو رہا تھا۔ آج آپکی کرپا سے مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ میرا فرض کیا ہے۔ پربھو! آپ مجھے آشیرباد دیجئے۔ جس سے کہ میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام صرف آپکی سیوا اور آپکے نام کیرتن میں گذاروں کیسے سندر ہیں یہ بھاؤ! جو آدمی بیوی۔ بچوں۔ دھن دولت۔ حویلیاں۔ مکان۔ شہرت وغیرہ کا ناش ہونے پر یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ پربھو کا تھا۔ پربھو نے ہی دیا تھا اور اب پربھو نے واپس لے لیا ہے۔ میرے پاس تو یہ سب کچھ اس کی امانت تھی۔ دراصل وہی سچے بھگت ہیں۔

منی داس نے جو کچھ بھی ہوا تھا۔ اسے بھگوان کی مرضی سمجھ کر اپنے من کو اسکے بھجن میں لگا دیا۔ سادھو کا بھیس بنایا آٹھوں پہر بھگوت بھجن میں مشغول رہنے لگا۔ صبح اٹھتا۔ اشنان کرتا۔ اور اس کے بعد شری جگن ناتھ جی کے مندر کے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو جاتا۔ ہاتھ میں کھڑتالیں اور منہ میں شری ہری کا نام! جونہی مندر کا دروازہ کھلتا۔ وہ پربھو کیرتن شروع کرتا۔ اور کیرتن کرتا ہوا آگے بڑھتا۔ شری بھگوان کے چرنوں میں پرنام کرتا۔ پریم سے اس کی آنکھیں چھلک آتیں۔ گلا بھر آتا اور وہ اس طرح پرارتھنا کرتا۔

"ہے دین دیال! آپکی دیا کے بلہاری! ناتھ اس طرح آپ کا درشن کرتے کرتے میری عمر تمام ہو جائے۔ پربھو! آپ میرے پرانوں کے پران ہیں۔ مجھ جیسے کنگالوں کے لئے آپ پارس ہی ہیں پربھو! آپ کے سوائے نہ تو کوئی میرا ہے اور نہ کوئی ہو سکتا ہے۔ مجھ نرادھار کے آدھار آپ ہی ہیں۔ میں آپ کی ہی شرن میں ہوں۔"

اس کے بعد منی داس پھر کیرتن کرنے لگتا مست ہو کر ناچنے لگتا۔ کبھی ہنستا کبھی روتا۔ کبھی چپ ہو جاتا۔ اور کبھی بلند

آواز سے گاتا۔ کبھی "جے" "جے" کے نعرے لگاتا۔ کبھی پرارتھنا کرتا۔ کبھی پرنام کرتا۔ اس کے کیرتن کی فلک شگاف دھونی سے مندر کے آنگن اور دیوار گونج اُٹھتے۔ وہ اسی طرح سے کرتا رہتا۔ جب جی چاہا مندر میں آ گیا۔ کیرتن کرنے لگا۔ اور جب جی چاہا چلا گیا۔ اگر کسی نے پرشاد دیدیا تو کھا لیا۔ نہیں تو بھوکا ہی پڑ رہا۔

شری جگن ناتھ جی کے مندر کے صحن میں ایک طرف ہر روز پُرانوں کی کتھا ہوتی تھی۔ ایک وِدوان پنڈت کتھا کرتے تھے۔ اور نر ناری سُنتے تھے۔ وہ کئی طرح کی شکلیں بدل کر کتھا کرتے تھے۔ مگر یہ سب کچھ ہونے پر بھی وہ پریمی نہیں تھے۔ ان کا دل؛ خشک تھا۔ ان میں بھگوت پریم کی دھارا نہیں بہتی تھی۔ ایک دن کتھا ہو رہی تھی۔ کہ اونچی آواز سے "رام کرشن" "رام کرشن" کہتا ہوا منی داس وہاں پہنچا۔ شری جگن ناتھ جی کے درشن کرتے ہوئے وہ حسب معمول دیوانوں کی مانند ناچنے لگا۔ ناچتا ناچتا وہ کتھا واچک کے سر پر آ پہنچا۔ کتھا واچک کو اس کی حرکات ایک آنکھ نہ بھائیں۔ پھر کیا تھا۔ ہری بھگت منی داس کی تواضع مُکّوں اور گھونسوں اور لاتوں سے کی گئی۔ مگر وہاں ہوش ہی کسے تھا جب ہوش آئی تو بھگت منی داس مندر سے باہر نکلے۔ اپنے استھان پر واپس آئے سوچا۔ اگر شری ہری کے سامنے کتھا کہنے اور سننے والے دونوں ہی مجھے مارتے ہیں۔ تو پھر میں وہاں کیوں جاؤں۔ شاید شری ہری یہی چاہتے ہوں"

اُدھر کتھا واچک پنڈت جی نے سمجھ لیا کہ میں نے بڑا بھاری میدان جیت لیا ہے۔ جو میری سپہ سالاری میں بیسیوں آدمیوں نے ایک غریب پاگل کو پِٹ کر رکھا ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ پربھو کوری ودیا پر نہیں ریجھا کرتے۔ بلکہ وہ تو پریم کے بھوکے ہیں۔ جس ہردے میں پریم ہوتا ہے۔ وہیں بھگوان کا نواس ہوتا ہے۔

دن بیت گیا۔ شام ہو گئی۔ مندر میں شام کی آرتی ہوئی۔ بھگت منی داس وہاں نہیں گیا۔ آج وہ تمام دن بھوکا ہی رہا۔ مندر کی سیوا ختم ہو گئی۔ بھنڈارہ بند ہو گیا۔ مندر کے پٹ بھی بند ہو گئے۔

اُڑیسہ نریش اپنے محل میں سوئے ہوئے ہیں۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ بھگوان شری جگن ناتھ جی پرگٹ ہو کر کہہ رہے ہیں۔ "راجہ۔ تو بڑا بے خبر سا رہتا ہے۔ تجھے یہ خبر نہیں کہ تیرے راج میں کیا ہو رہا ہے۔ میرا پریمی بھگت منی داس مندر میں کھڑتالیں بجاتا ہوا ناچا کرتا ہے۔ اور مجھے آنند دیا کرتا ہے۔ میں نے آج اس کا آنند کیرتن نہیں سُنا۔ لہٰذا میرا آنند بھی آج پھیکا سا ہو رہا ہے۔ میرا بھگت منی داس مندر کے باہر اپنے استھان میں بھوکا پیاسا پڑا ہے۔ تو وہاں جا اور دیکھ۔ نیز آئندہ میرے مندر میں کوئی بھی کتھا واچک نہ آیا کرے۔ کتھا شری لکشمی جی کے مندر میں ہو۔ میرے مندر میں میرے پریمی بھگتوں کا کیرتن ہی ہو۔"

اپنے استھان میں پڑے ہوئے منی داس نے محسوس کیا۔ کہ پربھو اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں۔ بیٹا منی داس! تم آج بھوکے کیوں رہے ہو۔ بیٹا تمہاری وجہ سے میں بھی آج بھوکا ہی رہا ہوں۔ اُٹھو؛ بھوجن کرو؛ جونہی منی داس نے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا کہ بھوجن کا تھال سامنے رکھا ہوا ہے۔

اُدھر جب راجہ بیدار ہوا۔ تو اس نے سوچا کہ یہ کیسا خواب تھا۔ کیا یہ واقعی شری جگن ناتھ جی نے مجھے درشن دیئے تھے۔ اس معاملہ کا سُراغ ضرور لگانا چاہیئے۔ اور اس گتھی کو بھی سلجھانا چاہیئے۔ راجہ نے اُسی وقت گھوڑا منگوایا۔ اُس پر سوار ہو کر مندر کی طرف چلا۔ مندر کے سامنے ہی منی داس کا استھان تھا۔ منی داس وہاں پڑا ہوا تھا۔ راجہ نے اس سے مندر میں چلنے کیلئے کہا۔ بھگت دیالو ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ راجہ کے ساتھ ہو لیا۔ راجہ اُسے مندر میں لے گیا۔ منی داس کو مندر میں لے جا کر راجہ نے اُسے نیا لباس پہنایا۔ اور کہا۔ "منی داس! تو دھنیہ ہے۔ وہ اونچی ذات کس کام کی جس میں بھگوان کا پریم نہیں۔ تیرے ماتا پتا دھنیہ ہیں۔ تو اب میرے سامنے کھڑتالیں بجا کر کیرتن کر اور نرت کر۔ تیرے کیرتن سے پربھو کو بھی آنند ہو گا۔ اور میں کانوں کے

دیو تیرا کیرتن سُن کر اور آنکھوں سے دیکھ کر اپنے تئیں کرتارتھ سمجھوں گا۔

منی داس نے کیرتن شروع کیا۔ اور آنند میں مگن ہو کر ناچنے لگا۔

راجہ کے حکم سے پنڈت جی کو اسی دن سے شری جگن ناتھ جی کے مندر میں کتھا بند کرنی پڑی۔ راجہ کے حکم کے مطابق کتھا شری لکشمی جی کے مندر میں ہونے لگی۔ اور آج تک بدستور وہاں ہی ہو رہی ہے۔ مندر کا صحن بھگوت بھگتوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

بھگت منی داس جی زندگی بھر وہیں کیرتن کرتے رہے۔ اور شردھالوؤں کو امرت رس پلاتے رہے۔ بولو بھگتوں اور اُن کے بھگوان کی جے۔

"اوم شم"



یقیناً مانتے سب ہیں تجھے حاضر بھی ناظر بھی ۔ بھلا کا ہے کو یہ پھر مسجد و مندر شوالے ہیں

کریں دعوٰی فقیری کا پلے ناز و نعم سے ہیں ۔ یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

اگر ہے جستجو اُسکی تو ہو جا غرق الفت میں ۔ فنا ہو کر ملے گا کچھ یہی ہم کہنے والے ہیں

جوانانِ وطن پر کچھ چڑھا ہے رنگ بےڈھنگا ۔ نہ ہندو ہیں نہ مسلم ہیں نہ گورے ہیں نہ کالے ہیں

کوئی زربفت پہنے ہے ترستا کوئی گاڑھے کو ۔ عجب ہے شان بھگون کی کھیل اُسکے نرالے ہیں

نہیں کچھ زیب دیتا ہے ترا پردے میں یوں رہنا ۔ یہ رستے تیری گلیوں کے تو ہم نے دیکھے بھالے ہیں

وصالِ یار ہو اب یا ختم ہو داستاں اپنی ۔ یہی ارمان ہے دل میں یہی فریاد و نالے ہیں

لگانے دو لگاتے ہیں ستم ریزی کے وہ چرکے ۔ ترے ہم آستاں سے دیو کیوں اب ہٹنے والے ہیں

نوٹ:- یہ رسالہ ماہ جنوری اور فروری سنہ ۱۹۶۱ء دو ماہ کا تصور کیا گیا ہے۔ ماہ فروری کا کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہ ہوگا!! اگلا پرچہ یکم مارچ سنہ ۱۹۶۱ء کو شائع ہوگا۔

"منیجر اوم"

اوم

سنت گوکرن!

زمانۂ گذشتہ میں جنوبی ہند کی تنگ بھدرا ندی کے کنارے پر ایک خوبصورت شہر آباد تھا۔ وہاں آتم دیو نامی ایک نیک چلن عالم اور دولت مند برہمن رہتا تھا۔ اسکی بیوی کا نام دھندھولی تھا۔ وہ بڑی بدمزاج اور فتنہ پرداز تھی۔ اس صاحب اقبال براہمن کو ہر طرح کی راحتیں میسر ہوتے ہوئے بھی اولاد سے محروم ہونے کا صدمۂ جانکاہ ہر وقت کھائے جا رہا تھا۔

انہوں نے حصول اولاد کی خاطر بہت سے یگیہ کیئے۔ مگر تمام کے تمام بے سود ثابت ہوئے۔ ایک دن اسی غم و الم میں براہمن گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور جنگل میں جا کر ایک تالاب کے کنارے بیٹھ گیا۔ وہاں اسے ایک سنیاسی مہاتما کے درشن ہوئے۔ برہمن نے ان سے اپنے دکھ کا ماجرا بیان کیا۔ مہاتما کو براہمن پر بہت دیا آئی۔ انہوں نے اسکی پیشانی پر لکھی ہوئی مقدر کی تحریر پڑھ کر کہا۔ کہ اے براہمن۔ تمہارے پراربدھ میں سات جنم تک سنتان کا یوگ نہیں ہے۔ لہذا تمہیں اولاد کی فکر چھوڑ کر بھگوان میں من لگانا چاہیئے۔ لیکن براہمن کو مہاتما کے الفاظ سے تسلی نہ ہوئی۔ وہ بولا۔ مہاراج مجھے آپکا اُپدیش درکار نہیں ہے۔ مجھے تو سنتان دیجیئے۔ ورنہ میں ابھی آپ کے سامنے جان دیئے دیتا ہوں۔

برہمن کی اس ضد کو دیکھ کر مہاتما نے ارشاد کیا۔ کہ تمہارا یہ اصرار درست نہیں ہے۔ برہما کے لیکھ (نوشتۂ تقدیر) کے خلاف اگر تمہیں فرزند حاصل ہو جائے تو اس سے تمہیں راحت نہیں ملے گی۔ لیکن اگر تم پھر بھی اپنی ضد پر قائم ہو تو یہ پھل لے جاؤ۔ اسے تم گھر لے جا کر خود بھی کھا لو۔ اور بیوی کو بھی کھلا دو۔ ایسا کرنے سے تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا لیکن تمہاری بیوی کو چاہیئے کہ وہ بیٹا پیدا ہونے کے وقت تک بالکل پاکیزہ رہے۔ سچ بولے۔ دان کرے۔ اور صرف ایک وقت بھات کھا کر زندگی بسر کرے۔ اس سے تمہیں اچھی اولاد حاصل ہوگی۔ یہ کہکر براہمن کو ایک پھل دیا۔ اس نے گھر جا کر اپنی بیوی کو دے دیا اس نے سوچا کہ پھل کھانے سے مجھے مقررہ قاعدہ کا پابند رہنا پڑے گا۔ اور حمل ہونے سے بھی تکلیف ہوگی۔ پھر بیٹا پیدا ہونے پر اس کی پرورش وغیرہ...... میں اپنی جان کو عذاب میں ڈالنا پڑے گا۔ اس سے تو بانجھ رہنا ہی اچھا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے وہ پھل اپنی گائے کو کھلا دیا۔ اور خاوند سے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں نے پھل کھا لیا ہے۔

انہی ایام میں اس کی چھوٹی بہن گربھ وتی ہوئی۔ دھندھولی نے اس کے ساتھ یہ طے کر لیا۔ کہ جو اولاد اس کے ہاں پیدا ہوگی اُسے لا کر وہ دھندھولی کو دے دیگی۔ وقت آنے پر دھندھولی کی بہن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس نے حسب وعدہ اسے دھندھولی کے آگے حاضر کیا۔ اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا گیا۔ کہ دھندھولی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس لڑکے کا نام دھندکار رکھا گیا۔

تین سال کے بعد گائے نے بھی ایک بچہ جنا۔ جس کے تمام اعضاء انسان کے سے تھے لیکن صرف کان گائے کے سے تھے۔ اسی لئے اس کا نام گئو کرن رکھا گیا۔

گئو کرن دیکھنے میں بڑے خوبصورت۔ پُر جلال اور دانش مند تھے۔ چھوٹی ہی عمر میں بڑے ودوان اور گیانی ہو گئے۔ ادھر دھندکار بڑا بد صورت۔ بد اخلاق۔ غصہ ور۔ چور۔ سفاک اور رنڈی باز نکلا۔ وہ ماں باپ کو بھی بہت ستانے لگا۔

اور ان کا تمام زر و مال چھپا کر بازاری عورتوں کو دے آتا۔ آتم دیو اسکے طرز عمل سے بہت ہی کبیدہ خاطر ہو کر گریہ زاری کرنے لگے۔

تب گوکرن نے انہیں سمجھایا اور گیان کا اپدیش دیا۔ بیٹے کے اپدیش سے متاثر ہو کر براہمن دیوتا گھر سے نکل پڑا۔ اور بن میں جا کر ہری کیرتن کرتے ہوئے اس نے اپنا شریر تیاگ دیا۔

پتا کے چلے جانے پر دھندکاری نے ان کا تمام زر و مال برباد کر دیا۔ وہ اپنی ماتا کو بہت ستانے لگا۔ جس سے دکھی ہو کر اس نے کنوئیں میں گر کر اپنی جان دیدی۔ گوکرن نے بھی اب گھر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ تیرتھ یاترا کے لئے وہاں سے چل دیا۔ اسے ماں کی موت۔ باپ کی جلاوطنی اور گھر کی بربادی کا ذرا بھی افسوس نہ ہوا۔ کیونکہ ان کو گیان ہو چکا تھا۔ ان کی نظر میں نہ کوئی دشمن تھا۔ اور نہ کوئی دوست۔ ادھر دھندکاری پانچ بازاری عورتوں کو لے کر آزادی سے گھر میں ہی رہنے لگا۔ ایک دن بازاری عورتوں نے بڑی بے رحمی سے اسے مار ڈالا۔ اور اس کی لاش کو ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ دھندکاری اپنے بداعمالیوں کی وجہ سے پریت کے قالب میں آ گیا۔ اور ادھر ادھر بھٹکتا ہوا بہت کلیش پانے لگا۔

گوکرن نے جب اس کی موت کا حال سنا۔ تو گیاجی جا کر وہاں اس کا شرادھ کیا اور جس جس تیرتھ پر گئے بڑی شردھا سے اس کا پنڈدان کیا۔ گوکرن تیرتھ یاترا کر کے واپس لوٹ آئے۔ جب وہ گھر میں جا کر سونے لگے تو بھوت بنا ہوا دھندکاری وہاں طرح طرح کی شرارتیں کرنے لگا۔ گوکرن نے دیکھا یہ ضرور کوئی پریت ہے! اور حوصلہ سے اس سے دریافت کیا۔ کہ تو کون ہے؟ اور تیری یہ حالت کس طرح سے ہوئی۔ یہ سن کر دھندکاری بڑے زور سے رونے لگا۔ اور کوشش کرنے پر بھی کچھ نہ بول سکا۔ تب گوکرن نے اپنی انجلی میں جل لیکر گایتری منتر پڑھا اور جل کو پریت کے اوپر چھڑک دیا۔ جس سے وہ گناہوں سے پاک ہو کر بولنے لگا۔ اس نے بڑے دردناک پیرایہ میں اپنی ساری آپ بیتی کہہ سنائی اور پریت جونی سے رہائی پانے کی تدبیر پوچھی۔

گوکرن نے سوچا کہ جب اس کی مکتی گیا شرادھ سے بھی نہیں ہوئی تب اس کے لئے خاص اپائے سوچنا پڑے گا۔ معمولی تدبیر سے کام نہیں چلے گا۔ انہوں نے پریت سے کہا اس وقت تم جاؤ۔ تمہارے لئے کوئی نہ کوئی اپائے سوچیں گے ڈرو مت۔ دوسرے دن گوکرن نے کئی ودوانوں یوگیوں اور خداشناسوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ سب نے یہ رائے دی۔ کہ بھگوان سوریہ نرائن سے اس کے متعلق پوچھ کر اپائے کیا جائے۔ گوکرن نے سب کے سامنے اسی وقت منتر کے زور سے بھگوان سوریہ دیو کی رفتار کو روک کر ان کی حمد و ثنا کی اور ان سے اس معاملہ کے متعلق مشورہ طلب کیا سوریہ دیو نے صاف الفاظ میں یوں کہا۔

کہ اس کی شریمد بھاگوت سے مکتی ہو سکتی ہے۔ اس کا سات دن میں پاٹھ کرو۔ یہ سن کر گوکرن شریمد بھاگوت کے مطالعہ میں مصروف ہوئے۔ گوکرن کے ذریعے شریمد بھاگوت کے پاٹھ کا سماچار سن کر آس پاس کے دیہات کے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ جس وقت ویاس آسن پر گوکرن نے کتھا کہنی شروع کی۔ اس وقت دھندکاری پریت بھی کتھا منڈپ میں آیا۔ اور بیٹھنے کے لئے ادھر ادھر جگہ ڈھونڈھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں سات گانٹھ والا ایک اونچا سا بانس کھڑا ہے۔ وہ وایو (ہوا) روپ ہو کر اس کی جڑ کے ایک سوراخ میں گھس کر بیٹھ گیا۔

جونہی شام ہوئی اور پہلے دن کی کتھا ختم ہوئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ بانس کی ایک گانٹھ بڑی کڑکڑاہٹ کر کے ٹوٹ گئی۔ حتیٰ کہ سات کتھاؤں کے اختتام پر بانس کی ساتوں گانٹھیں ٹوٹ گئیں۔ وہ دھندکاری پریت جون کو تیاگ کر دیویہ دیہہ میں منتقل ہو گیا۔ لوگوں نے دیکھا۔ کہ اس کے گلے میں تلسی کی مالا پڑی ہوئی ہے۔ ماتھے پر تلک براجمان ہے۔ کانوں میں

کنڈل شوبھاوے رہے ہیں۔ شام رنگ ہے۔ اور پیتامبر (زرد رنگ کی پوشاک) پہنے ہوئے ہے۔ وہ گھوکرن کے سامنے آکر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ بھائی گھوکرن آپ نے مجھ پر بڑی دیا کی ہے۔ جو کہ مجھے اس جونی سے چھڑا کر سندر روپ دلوایا۔ اب میں بھگوان کے پرم دھام کو سدھار رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سب لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے بوان پر بیٹھ گیا۔ اور بھگوان وشنو کے پرم دھام کو چلا گیا۔

ساون کے مہینہ میں گھوکرن نے پھر اسی طرح کی کتھا کی۔ کتھا کے اختتام پر بھگوان بذات خود اپنے پارکھدوں یعنی (مصاحبان خاص) سمیت کئی بوانوں کو ساتھ لیکر وہاں نمودار ہوئے۔ اور جے جے کاروں کے نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔ بھگوان نے خود اپنا پانچ سروں والا شنکھ بجایا۔ اور گھوکرن کو چھاتی سے لگا کر اپنا جیسا روپ عطا فرمایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے منڈپ میں مقیم سامعین بھی وشنو روپ ہو گئے۔ اور اس گاؤں کے اور بھی تمام لوگ جو گھوکرن کی مہربانی سے بوانوں پر بیٹھ کر وشنو لوک کو چلے گئے۔ بھگت بتسل بھگوان بھی اپنے بھگت کو ساتھ لیکر اپنے لوک کو چلے گئے۔ اس طرح اس پرم سنت نے اپنی ریاضت کے زور سے گاؤں بھر کا بیڑا پار کر دیا۔

بولو بھاگت اور اُن کے بھگوان کی جے۔

جڑ بھرت!

زمانہ گذشتہ میں بھرت نامی ایک عظیم الشان اور ایشور بھگت راجہ ہو گذرے ہیں جن کے نام سے یہ دیش بھارت ورش کہلاتا ہے۔ آخری وقت میں ان کا دھیان ایک ہرن کی طرف ہو جانے کے باعث انہیں مرنے کے بعد ہرن کے قالب میں آنا پڑا۔ اور ہرن کا قالب چھوڑنے کے بعد وہ ایک اعلےٰ برہمن خاندان میں جڑ بھرت کے روپ میں آئے۔

جڑ بھرت کے پتا انگرس گوتر کے وید پاٹھی برہمن تھے۔ اور بہت نیک چلن اور آتم گیانی تھے۔ وہ قناعت ضبط حواس۔ پاکیزہ نفس۔ علم و انکسار وغیرہ اوصاف سے موصوف تھے۔ اور ریاضت سخاوت اور بھجن بندگی میں محو رہتے تھے۔ بھگوان کی کرپا درشٹی سے جڑ بھرت کو اپنے پچھلے جنم کا سب حال یاد تھا۔ لہٰذا اس خوف سے کہ کہیں وہ دوبارہ موہ جال میں نہ پھنس جائے۔ وہ ہر قسم کی صحبتوں سے الگ تھلگ گوشۂ تنہائی میں رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی شکل و صورت جان بوجھ کر ایک بے حس و حرکت پتھر یا یوں کہیئے۔ کہ اندھے اور بہرے کی مانند بنائی اور اسی ہیئت کذائی میں جلوہ گر ہو کر وہ اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ شاستروں کے احکام کے مطابق وقت مقررہ پر ان کے باپ نے ان کا یگیوپویت سنسکار کرایا۔ اور انہیں پاک و صاف رہنے کی تلقین کرنے لگے۔ لیکن وہ خود پسند لڑکا جان بوجھ کر باپ کی ہدایت کے خلاف چلتا تھا۔ برہمن نے انہیں ویدوں کا مطالعہ کرانے کے خیال سے پہلے چار ماہ تک چند سیارھے ساد ھے شلوکوں کا ابھیاس کرایا۔ لیکن اسقدر طویل عرصہ میں وہ انہیں سریلی آواز وغیرہ کے ساتھ گائتری منتر کا اچارن بھی ٹھیک طرح سے نہ سکھا سکے۔ کچھ عرصہ بعد جڑ بھرت کے باپ اپنے بیٹے کو عالم دیکھنے کی امید کو دل ہی میں رکھے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اور ان کی ماں بھی کچھ عرصہ کے بعد انہیں اور انکی بہن کو انکی سوتیلی ماں کے سپرد کر کے راہیٔ ملک بقا ہو گئی۔

باپ کی وفات کے بعد ان کے سوتیلے بھائیوں نے جن کی توجہ آتم وِدیا کی طرف مطلق نہ تھی۔ اور جو کرم کانڈ کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ انہیں ایک بے جان بُت کی طرح نکما سمجھ کر انہیں جڑ بدھی اور احمق وغیرہ کے ناموں سے پکارتے تو یہ بھی انہیں احمقانہ اور اوٹ پٹانگ سا جواب دے دیتے۔ لوگ انہیں جو کوئی بھی کام کرنے کے لئے کہتے۔ تو یہ اُسے فی الفور کر دیتے۔ کبھی بیگار پر اور کبھی مزدوری پر۔ کسی وقت بھیک مانگ کر اور کبھی بغیر کوئی جدو جہد کرنے کے ہی جو کچھ برا بھلا کھانا انہیں مل جاتا اسی سے ہی وہ اپنا گذارہ کر لیتے تھے۔

وہ ذائقہ کے خیال سے یا اپنے حواس کو مطمئن کرنے کی خاطر کچھ نہ کھاتے تھے۔ بلکہ محض زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے سیدھا سادہ سی خوراک پیٹ میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اور کسی قسم کا تکلف یا بناؤ سنگار کرنے کا انہیں تو بھول کر بھی خیال نہ آتا تھا۔ کیونکہ وہ اس امر کو بخوبی جانتے تھے۔ کہ قائم بالذات۔ آنند سروپ آتما میں خود ہی ہوں۔ اور عزت۔ بے عزتی فتح شکست وغیرہ متضاد حالتوں سے پیدا ہونے والے رنج و راحت وغیرہ سے وہ ہر طرح مبرا تھے۔ سردی۔ گرمی۔ آندھی۔ اور برسات میں بھی حیوانوں کی طرح ہمیشہ برہنہ بدن رہتے تھے۔ اس سے ان کا جسم طاقت ور اور مضبوط ہو گیا تھا۔ وہ زمین پر سویا کرتے تھے جسم پر کبھی تیل وغیرہ نہیں لگاتے تھے۔ اور اشنان بھی نہیں کرتے تھے جس سے اُن کے بدن پر دھول جم گئی تھی۔ اور ان کے اس میلے کچیلے بھیس کے اندر ان کا برہم تیج (جلال ایزدی) اس طرح چھُپ گیا تھا۔ جیسے کہ ہیرے پر مٹی جم جانے سے اس کا جوہر نمایاں نہیں ہوتا۔

وہ کمر میں ایک میلا سا کپڑا لپیٹے رہتے۔ اور بدن پر ایک میلا سا جنئو ڈالے رہتے جس سے لوگ انہیں ایک ادنیٰ درجہ کا برہمن سمجھ کر ان کی بے حرمتی کرتے۔ لیکن یہ کچھ بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کے بھائیوں نے جب دیکھا۔ کہ وہ دوسروں کے ہاں مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ تو انہوں نے لوک لاج کا احساس کرتے ہوئے انہیں دھان کے کھیت میں کیاریاں درست کرنے پر لگا دیا۔ لیکن کہاں مٹی وغیرہ زیادہ ڈالنی چاہئے اور کہاں کم۔ ان باتوں کا انہیں کوئی خیال نہیں رہتا تھا۔ وہ بھائیوں کے عطا کردہ چاول۔ کھل کی بھوسی۔ بھنے ہوئے اُڑد اور برتن میں لگی ہوئی کھچڑی کی کھرچن وغیرہ کو وہ بڑے شوق سے کھاتے۔

ایک دن کسی لٹیروں کے سردار نے اولاد کی خواہش سے دیوی بھدر کالی کو نربلی (انسان کی قربانی) دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے اس کام کے لئے کسی آدمی کو پکڑ منگوایا لیکن وہ موت کے خوف سے ان کے چنگل سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اس کی تلاش میں اس کے ساتھیوں نے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ لیکن اندھیری رات میں اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اتفاق سے ان کی نگاہ جڑبھرت پر جا پڑی جو ایک مینڈ پر کھڑے ہو کر ہرن۔ سور وغیرہ جانوروں سے کھیت کی رکھوالی کر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر ان لوگوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ بس وہ یہ سمجھ کر کہ یہ انسان نما حیوان ایک اعلےٰ قسم کی قربانی کا کام دے سکتا ہے۔ لہٰذا اسے دیوی کے آگے بھینٹ چڑھانے سے ہمارے مالک کا مقصد ضرور پورا ہو گا۔" انہیں رسّی سے باندھ کر مندر میں لے گئے۔

انہوں نے حسب قاعدہ اسے اشنان کرا کر نئے کپڑے پہنائے۔ اور زیورات پھولوں کے ہار اور تلک وغیرہ سے مزین کر کے بھوجن کرایا۔ اور پھر ان کا ایک بڑا شاندار جلوس نکال کر گاتے بجاتے ہوئے انہیں دیوی کے روبرو لا بٹھایا۔ بعد ازاں پروہت نے دیوی کو اور منتروں کے ذریعہ سے بلائے ہوئے آسمانی دیوتاؤں کو انسانی خون سے سیر شکم بنانے کے لئے اپنا خنجر...... میان سے باہر نکالا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ ایک ہی وار میں...... جڑبھرت جی کا سر تن سے جدا کر دیوے۔ کہ یکایک کیا دیکھتا ہے۔ کہ مورتی کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی اور دیوی بھدر کالی نے مورتی میں سے ساکشات پرگٹ ہو کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اور اسی سے ان سفاکوں کے سر کاٹ ڈالے۔

ایک دن کی بات ہے۔ کہ راہوگن نامی ایک راجہ جو کہ ساحل سمندر پر کے چند علاقوں پر حکمراں تھا علم معرفت کی تعلیم

حاصل کرنے کے لئے کپیل منی کے آشرم کی طرف جا رہا تھا۔ اکشومتی ندی کے کنارے پر پالکی اٹھانے والے کہاروں میں سے ایک کہار کی کمی ہو گئی۔ اتفاق سے وہاں مہاتما جڑبھرت آ پہنچے۔ کہاروں نے اسے ہٹا کٹا نوجوان اور گٹھیلے جسم والا دیکھ کر اور پالکی اٹھانے کے لئے بہت ہی موزوں سمجھ کر انہیں زبردستی پکڑ لیا۔ اور اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ پالکی کا پایہ تھام کر جب یہ روانہ ہوئے تو اس خیال سے کہ راستے میں چلتے ہوئے چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے وغیرہ پاؤں تلے کچلے نہ جائیں۔ انہوں نے بڑے احتیاط سے دیکھتے بھالتے ہوئے پھونک پھونک کر قدم رکھنے شروع کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی رفتار اپنے ساتھیوں کی نسبت مدھم پڑ گئی اور پالکی ٹیڑھی ٹیڑھی ہونے لگی۔ یہ حالت دیکھ کر راجہ کو پالکی برداروں پر بڑا غصہ آیا۔ اور وہ انہیں ڈانٹنے لگا۔ اس پر وہ بولے کہ کرپانِدھان ہم تو بالکل ٹھیک طرح سے چل رہے ہیں لیکن یہ نیا آدمی ہمارے ہمقدم صحیح طور پر نہیں چل رہا ہے۔

یہ سن کر راجہ رہوگن ایک نہایت ہی متحمل مزاج انسان ہونے کے باوجود غضبناک ہو گیا۔ اور جڑبھگت کی ہیئت کذائی دیکھ کر انہیں بہت کچھ برا بھلا کہنے لگا۔ جڑبھرت جی اس کی زبان درازی کو نہایت تحمل اور بردباری سے سنتے رہے۔ اور آخر کار انہوں نے اس کے الفاظ کا ایک بہت ہی معقول اور خوبصورت جواب دیا۔ راجہ رہوگن بھی اعلےٰ درجہ کی عقیدت مندی کے وصف سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے علم حقیقی جاننے کا مستحق تھا۔

جب اس نے ایک اعلیٰ پایہ کی معرفت تقریر ایک پالکی بردار کی زبان سے جو کہ بظاہر ایک وحشی سا انسان دکھائی دیتا تھا سنی تو اسے یقین ہو گیا۔ کہ ہو نہ ہو یہ کوئی مہاپرش ہے۔ جو کہ گنواروں کا سا بھیس بنائے ہوئے ہے۔ لہٰذا وہ غرور اور نخوت کو خیرباد کہہ کر پالکی سے نیچے اتر پڑا۔ اور عجز و انکسار کے ساتھ ان کے قدموں پر گر کر لگا گڑگڑانے اور معافی مانگنے۔

تب جڑبھرت جی نے راجہ کو روحانیت کا شاندار اپدیش دیا۔ جسے سن کر راجہ ان کا نہایت ہی ممنون و احسان مند ہوا۔ یہ اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت تصور کرنے لگا۔"



بنگال میں دریائے گنگا کے کنارے بھگت نارائن داس جی رہتے تھے۔ امیر آدمی تھے بھگوان کی دیا سے سب کچھ موجود تھا۔ مگر بھگت ہونے کی وجہ سے ان میں دولت کا غرور نام کو نہ تھا۔ بڑے ہی نیک دل تھے اور سادگی بھی اُنہیں بہت تھی۔ ہر ایک کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہنا۔ نیز غریب اور محتاج کو فراخدلی کے ساتھ خیرات دینا یہ اُنکے اوصاف تھے۔ اُن کا گھر ہر قسم کے سامان سے بھرا پڑا تھا۔ مگر اُن کو کسی شئے سے رغبت نہ تھی۔ وہ سب کچھ بھگوان کا ہی سمجھتے تھے! اور اُنکی بھگتی میں ہی سرشار رہتے تھے۔ نارائن داس جی کی پتنی مالتی بھی اسی پریم رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

بھگت نارائن داس کے اندر تو ویراگ تھا۔ عمر بھی ڈھل رہی تھی۔ لہٰذا وہ مدت سے یہ سوچ رہے تھے کہ اس دُنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر کسی تیرتھ استھان پر چل کر وہاں کی ہی رہائش اختیار کریں۔ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ اپنے بقیہ ایام زندگی مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی کی جنم بھومی شری اجودھیا جی میں چل کر گذاریں۔ اکیلے ہی جانا چاہتے تھے مگر پتی برتا مالتی کے اصرار پر اسے بھی ساتھ لے لیا۔ گھر کا ضروری سامان چار بیلوں پر لاد کر آپ شری اجودھیا جی کے لئے روانہ ہوئے۔ ملازمین میں سے کئی ایک نے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر آپ نے کسی کو بھی ساتھ نہیں لیا۔

پتی پتنی شری رام نام کیرتن کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ راستے میں جو دھرم شالائیں آتی ہیں۔ وہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ اسی طرح سے چلتے چلتے وہ شری چترکوٹ میں پہنچے۔

کئی دن تک وہاں ہی قیام کیا۔ سادھو مہاتماؤں کے درشن کئے۔ اور اُنکے منوہر اپدیشوں سے کرتارتھ ہوئے۔ ست سنگ۔ سادھو سیوا بھجن کیرتن اور دان پُن وغیرہ کرنے کے بعد انہوں نے اجودھیا جی جانے کا فیصلہ کیا۔

پتی پتنی دونوں کے خیالات نہایت ہی پاکیزہ تھے جب وہ مریادا پرشوتم بھگوان شری رام چندر جی کے بن باس کے حالات سنتے اور اُنکی بن میں اُٹھائی ہوئی مصیبتوں کا نقشہ اُن کی آنکھوں کے سامنے پھرتا۔ تو اِن کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگتے۔ جب وہ چترکوٹ سے اجودھیا چلے تو انہوں نے سوچا کہ پربھو جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں انہوں نے برداشت کیں۔ لہٰذا ہمیں بھی بجائے سیدھے اور صاف راستے کے جنگل کے راستے سے اجودھیا چلنا چاہیئے۔

یہ سوچکر انہوں نے سیدھا اور صحیح راستہ چھوڑ دیا۔ اور پہاڑی اور ناہموار راستے سے ہو کر چلنے لگے کہیں کنکر کہیں کانٹے۔ کہیں چڑہائی کہیں کھائی۔ کہیں جنگلی جانوروں کی مہیب گرج اور کہیں تو پگڈنڈی ہی غائب۔ اگو راستہ بڑا دشوار تھا مگر بھگت نارائن داس جی بھگوان کی لیلاؤں کو یاد کرتے ہوئے بڑے مزے سے آگے بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ راستہ کونسا صحیح ہے۔ چلتے چلتے ایک دن صبح کے وقت وہ بھیل ڈاکوؤں کے ایک گاؤں میں جا پہنچے۔ وہ بھیلوں

سے واسطہ دریافت کرنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے۔ کہ کچھ بھیلوں کا گروہ اُن کے پاس آ پہنچا بھیل آپس میں یہ مشورہ کر کے آئے تھے۔ کہ بھگت نارائن داس جی کا تمام مال و اسباب لُوٹ لیا جاوے۔ اُن میں سے ایک بھیل نے اُن سے کہا "بھائی! تم اس جنگل میں کہاں سے آئے ہو۔ اگر ہمارے لائق کوئی کار خدمت ہو تو کہو"

ہر ایک میں نارائن دیکھنے والے نارائن داس جی نے بھیل کی بات سُن کر خوش ہو کر کہا "آپ کی ہمدردی کیلئے شکریہ۔ ہم شری رام چندر جی مہاراج کے درشن کے لئے اجودھیا جا رہے ہیں"

بھیل نے اپنے دل کی بات چھپا کر کہا "تو پھر تم ایسے گھنے جنگل میں کیسے آ پہونچے۔ اچھا ہوا ہم مل گئے۔ ہم بھی شری اجودھیا ناتھ جی کے درشن کرنے کے لئے شری اجودھیا جی ہی جا رہے ہیں"

بھگت "یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ تم ہمیں مل گئے۔ چلو سب مل کر اس ہری کی نگری کی طرف"

سب اکٹھے چلتے چلتے ایک گھنے جنگل میں پہنچے۔ ڈاکوؤں کے لئے یہ جگہ موزوں تھی۔ انہوں نے بھگت نارائن داس جی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ اوپر سے بہت سے وزنی پتھر ان پر ڈال کر کہا۔ "لو اب یہاں پڑے پڑے رام چندر کے درشن کرو"

بھگت نارائن داس جی سخت زخمی ہو گئے۔ ہلنے جُلنے کی طاقت بھی بدن میں نہ رہی۔ اسی حالت میں پڑے پڑے انہوں نے شری ہری سے اس طرح سے پرارتھنا کی۔ "جانکی ناتھ! تمہیں بار بار نمسکار ہے۔ تم ہر جگہ موجود ہو گھٹ گھٹ باسی ہو۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تم موجود نہیں سنسار کے اندر باہر جہاں دیکھو تم موجود ہو۔ ہے ناتھ! جو کچھ تم ٹھیک سمجھو وہی کرو۔ تمہاری مرضی میں ہی میری مسرّت ہے۔ پربھو! میں تمہاری شرن میں ہوں۔ ایک تمہارے سوائے میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے"

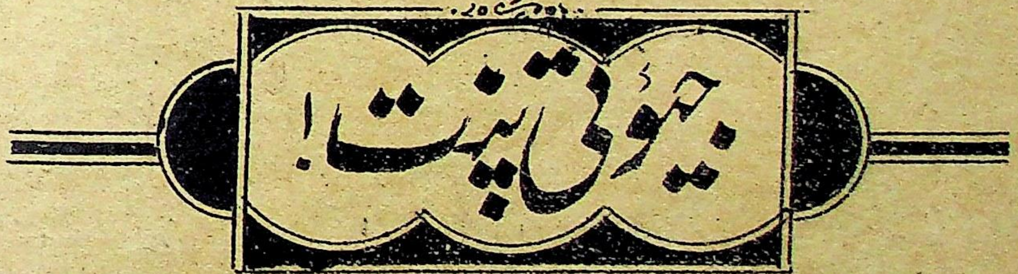
پرارتھنا کرتے کرتے بھگت نارائن داس جی بے سُدھ ہو گئے۔ بھیلوں نے سمجھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ انہیں پڑا چھوڑ کر مالتی کے پاس آئے۔ مارے غصہ اور خوف کے مالتی کا جسم کانپنے لگا۔ جب اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو اس نے پربھو سے پرارتھنا کی۔ "ہے پربھو! کیا آپ شرناگت کے رکھشک نہیں ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ سیوکوں کی رکھشا کے لئے ہی آپ نے دھنش بان ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ کیا آپ شرن میں آئے ہوئے اناتھوں کی رکھشا نہ کریں گے!" مالتی اسی طرح سے پرارتھنا کر رہی تھی۔ کہ اسے کچھ فاصلہ پر ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ گھوڑے کی ٹاپ کی آواز سنتے ہی مالتی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ رام نام سمرن کرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ سفید گھوڑے پر ایک خوبصورت نوجوان سوار ہے۔ اور وہ گھوڑے کو اس کی طرف ہی بڑھائے ہوئے چلا آ رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس نوجوان کا لباس بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور سر پر سُنہری مکٹ زیب دے رہا ہے۔ کمر میں تلوار اور پیٹھ پر ترکش لٹک رہا ہے۔ ہاتھ میں دھنش ہے۔ وہ نوجوان کتنا خوبصورت ہے۔ زبان بیان نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کی خوبصورتی ڈاکوؤں کو تو خوف کی شکل میں نظر آئی اور اُن کو بھاگتے ہی بنی۔ جس کے جدھر سینگ سمائے غائب ہوتا ہوا نظر آیا۔

نوجوان گھوڑے سے اُتر کر مالتی کے پاس آیا۔ اور تمام حالات دریافت کئے۔ مالتی نے ساری داستان شروع سے لیکر آخر تک کہہ سُنائی۔ اور پھر نوجوان کے چرنوں میں گر کر کہنے لگی "تم کون ہو۔ یہ تو میں نہیں جانتی۔ مگر یہ میں ضرور جانتی ہوں۔ کہ میری تکلیف کو دیکھ بھگوان رگھوناتھ نے ہی تمہیں بھیجا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرے پتی کو ان ظالموں نے مار کر کہاں پھینک دیا ہے۔ اُن ظالموں کی نیت میں فرق تھا۔ مگر میری حفاظت کے لئے شری اجودھیا ناتھ نے تم کو یہاں بھیج دیا۔ اور تم کو دیکھ کر ڈاکو یہاں سے بھاگ گئے۔ بھائی! میرے پتی اب زندہ نہیں ہیں۔ لہٰذا تم ایک چتا تیار کر دو میں اب اپنے تئیں جلا دوں گی"

ستی کا پریم اور اس کی بھگتی دیکھ کر وہ نوجوان بہت ہی خوش ہوا۔ مالتی کو تسلی دیتے ہوئے اُس نے کہا بستی! رنج نہ کر تیرا پتی ابھی زندہ ہے۔ اُس کو بھیل لوگوں نے اُس سامنے کے درخت کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے فوراً نارائن داس جی کے جسم پر سے سب پتھر ہٹا دیئے۔ اُن کی رسیاں کھول دیں۔ پھر انہوں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور نارائن داس جی ہوش میں آگئے۔ اتنے میں مالتی کو بھی ہوش آگئی۔

بھگت نارائن داس جی نے جب آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے سامنے ایک دھنش دھاری نوجوان کو کھڑے دیکھا۔ پاس ہی مالتی بیٹھی ہوئی تھی۔ خواب میں سے بیدار ہوئی کی مانند بھگت نارائن داس جی تھوڑی دیر کے لیئے تو کچھ سوچ نہ سکے۔ پھر اُن کو سب کچھ یاد آیا۔ سوچا کہ اس مصیبت سے سیتا پتی شری اجودھیا ناتھ جی کے سوائے اور کون بچا سکتا ہے۔ یہ وہی ہیں۔ یہ سوچکر بھگت نارائن داس جی پربھو کے چرنوں سے لپٹ گئے۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ ہے دیوا! تم ہی میرے پران آدھار ہو۔ تم ہی میرے پربھو ہو۔ تم ہی میرے منورتھ پورن کرنے والے پرماتما ہو۔ تم ہی ان سب جیووں کے گورو ہو۔ پربھو! جب آپ نے کرپا کر کے اس داس کے سب دکھوں کو دُور کر دیا ہے۔ تب پردہ ہٹا کر اپنی اصلی مورتی کے درشن کیوں نہیں کراتے"۔

بھگت وتسل اجودھیا ناتھ جانتے تو تھے ہی کہ بھگت نارائن داس اور مالتی اُن کے درشنوں کے لیئے ہی تو اجودھیا جا رہے ہیں۔ لہذا انہوں نے بھگت کی پرارتھنا پر فوراً اپنی رگھوناتھ مورتی دھارن کر لی۔ بھگت نارائن داس اور مالتی بار بار ان کے چرنوں میں گر کر اُن کو پرنام کرنے لگے۔ ان پر مستی اور بیخودی کی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ وہ اجودھیا جی میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں انہوں نے بھگوان کے مندر میں اپنی باقی زندگی گذار دی۔ اوم شم۔



(۱)

اٹھارویں صدی کا ذکر ہے۔ ضلع ستارہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں گوپال پنت نامی ایک غریب برہمن گاؤں کے لڑکوں کو پڑھا کر اپنا گذارہ چلاتا تھا۔ وہ زمانہ یونیورسٹیوں کا زمانہ تو نہ تھا لیکن غریب برہمنوں سے تعلیم حاصل کئے ہوئے نوجوانوں میں جو قابلیت آجاتی تھی۔ وہ آجکل کی تعلیم سے بدرجہا بہتر تھی۔ اس زمانہ کے تعلیم یافتہ طبقہ کے چال چلن میں حلیمی۔ دھرم پریم۔ سادگی۔ شردھا وغیرہ کے اوصاف پائے جاتے تھے۔

پنت جی کا ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام جیوتی تھا۔ بھلا وہ جن کے پڑھانے سے دنیا بھر کے لڑکے ودوان بن رہے تھے۔ وہ اپنے لڑکے کے لیئے کیا کچھ نہ کرتے۔ وہ چاہتے تھے کہ میرا لڑکا مجھ سے بڑھ کر ودوان ہو۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جیوتی کی عمر بیس برس کے قریب ہو گئی۔ مگر اُسے پڑھنا لکھنا آیا صرف رام نام۔ لڑکا کند ذہن ہو اور اس کا باپ اتنا عالم ہو۔ اُس باپ کی حالت کا اندازہ وہی عالم باپ لگا سکتا ہے جس کا لڑکا کند ذہن ہو۔

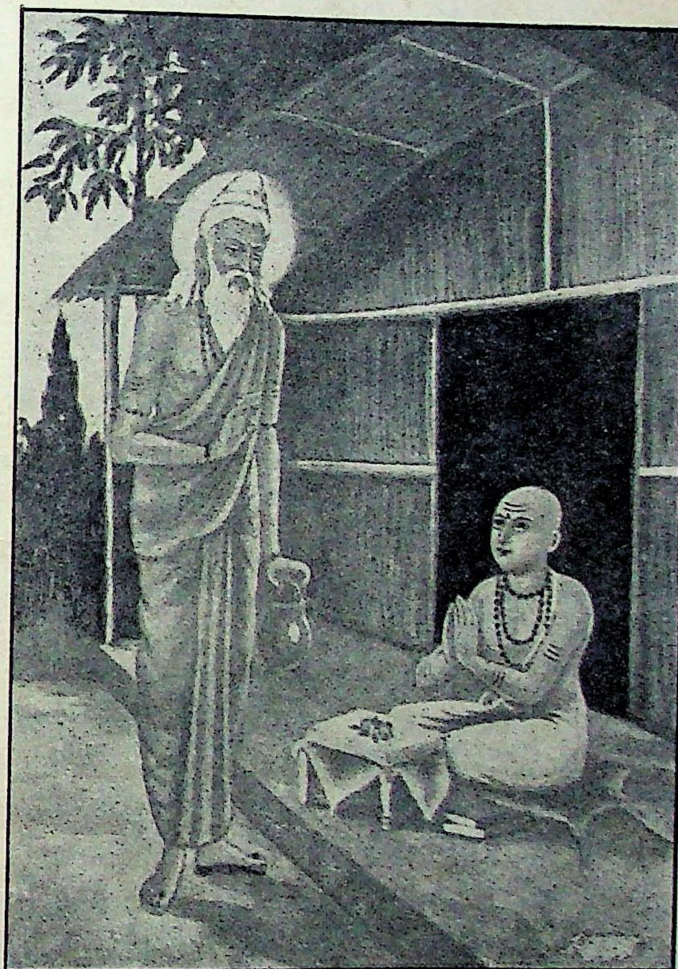
ایک دن پنت جی سوچ رہے تھے۔ کہ اس لڑکے سے میں لاولد ہی ہوتا تو اچھا تھا۔ یہ تو میرے علم۔ میری لیاقت۔ میری

BHAGAT NARAIN DASS



F. 146

MALTI RAKHSHA



F. 148

SHRI JEOTI PANT

فضیلت سب پر کلنگ لگائے گا۔ اتنے میں جیوتی کہیں سے اُن کے سامنے آ گیا۔ پنڈت جی کو غصہ تو آ ہی رہا تھا۔ اس سے کہنے لگے۔ "اس گھر میں رہنا ہے تو ودیا پڑھ کر آؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے جیوتی کو گھر سے نکال دیا۔

جب یہ خبر جیوتی کی ماں کو ملی۔ تو اس نے رو کر پنڈت جی سے کہا۔ "سوامی! اکلوتے لڑکے کو گھر سے نکالتے وقت آپ کو رحم نہیں آیا۔! وہ کہاں گیا ہوگا۔ اور کیا کرتا ہوگا! آپ کرپا کر کے اُسے لائیے۔! میں جب تک اُسے نہ دیکھ لوں گی کھانا نہیں کھاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔ بیوی کی حالت دیکھ کر اور اس کی باتیں سُنکر پنڈت جی پسیجے۔ اُنکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے مگر اس نے اب کہاں ملنا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ میری یہی سنگدلی اس کیلئے مفید ہوگی۔

(۲)

جیوتی گھر سے نکلا شہر سے باہر گنیش جی کے پُرانے مندر میں آیا۔ شری گنیش جی کی مورتی کو دیکھ کر اُس نے پوری عقیدت کے ساتھ کہا۔

"یہ تو ودیا داتا ہی مل گئے۔ اب کیا فکر ہے۔ ان سے چودہ ودیا اور چونسٹھ کلائیں مانگ لیں گے۔ یہ دیا لو کیا اتنی کرپا بھی ہم پر نہ کریں گے۔!"

اُس نے مندر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور رات دن بھگوان کے سمرن دھیان میں لگ گیا۔

جیوتی کے ماں باپ اُس کے نہ ملنے پر رونے لگے۔ اور اُس کے غم میں نڈھال ہو گئے۔ متواتر چھ دن انہوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ساتویں دن رات کو اُن کو شری گنیش جی نے خواب میں درشن دیکر کہا کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ میری کرپا سے جیوتی بڑا بھاری ودوان اور بھگت ہوگا۔ اور اس کی کیرتی اور یش سنسار میں خوب پھیلے گی۔

چھ دن تک جیوتی آسن جما کر اور شری گنیش جی کا دھیان لگا کر بیٹھا رہا۔ وہاں نہ بھوک تھی نہ پیاس اور نہ نیند۔ ساتویں دن شری گنیش جی نے ساکشات درشن دیئے اور جیوتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے..... اُس سے ور مانگنے کیلئے کہا۔ بھگوان گنیش جی کے چرنوں میں گر کر جیوتی نے کہا۔ "پربھو! میری خواہش تو ودیا لابھ کی تھی۔ مگر اب میں صرف تتو گیان اور نشکام بھگتی چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں آپ میری اس اچھا کو پورن کر دیجئے۔

شری گنیش جی جیوتی کی خواہش سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اس کی زبان پر انہوں نے "اوم" لکھا۔ اور فرمایا۔ کہ تجھے ودیا تو دیدی گئی ہے۔ باقی رہی تیری دوسری خواہش اس کے لئے ابھی وقت لگے گا۔ کچھ دنوں کے بعد تجھے شری کاشی جی جانا ہوگا۔ وہاں چھ مہینہ دھیان کرنے کے بعد شری ویاس جی کے ذریعہ شری گنگا جی میں سے تجھے منتر حاصل ہوگا تب تیری وہ خواہش پوری ہوگی۔ میری بات پر پختہ یقین رکھنا اور جب کوئی کام آ پڑے مجھے یاد کرنا۔ تمہارے یاد کرنے کے ساتھ ہی میں فوراً ہی درشن دونگا۔ اب تم اپنے گھر جاؤ۔

ودیا حاصل کر کے جیوتی اپنے گھر آیا۔ آج اس کے ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جیوتی نے اُن کو سارا حال سُنایا۔ اس کی ودیا دیکھ کر اُن کو اس کی بات پر یقین ہو گیا۔

(۳)

جیوتی کے ماموں بھی پتی پونا میں پیشوا کے دربار میں درباری تھے۔ دولتمند آدمی تھے۔ جیوتی کی ماں نے جیوتی کو کام سیکھنے کی غرض سے اُن کے پاس بھیج دیا۔ بڑے آدمیوں کا غرور غریب رشتہ داروں کی قدر نہیں ہونے دیتا بھی پتی نے جیوتی کو رکھ تو لیا۔ مگر اُسے ملازمت صرف دو چار روپیہ ماہوار دلوائی۔ اُن ایام میں دو چار روپے ہی بہت کچھ تھے۔ لہٰذا جیوتی کا مزے سے کام چلنے لگا۔

دربار کا حساب کتاب کا کام بہت بڑھ گیا تھا۔ پیشوا نے اُسے تین دن کے اندر ٹھیک کرنے کا حکم دے دیا۔ کام اتنا تھا کہ دربار میں جتنے محاسب کام کرتے تھے سب ملکر اُسے ایک مہینے میں ختم کر سکتے تھے۔

لیکن پیشوا کا حکم کون ٹال سکتا تھا۔ بھی پتی کے فکر کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جیوتی نے ماموں کی یہ حالت دیکھ کر کہا "آپ فکر نہ کریں۔ تین چار دن میں سب ہی کھاتے درست ہو جائیں گے۔ آپ کسی علیحدہ کمرے میں دوات قلم کاغذ بہی کھاتے۔ بیٹھنے کے لئے گدی۔ تکیہ روشنی۔ پانی۔ پھل وغیرہ سارا سامان رکھوا دیجئے۔ تین دن کے بعد سارا حساب درست ہو جائیگا۔

لوگوں نے جب یہ بات سُنی تو مسکرائے۔ مگر بھی پتی نے بھانجے کے کہنے کے مطابق سارے بہی کھاتے ایک الگ کمرے میں رکھوا دیئے۔ اور باقی انتظام بھی کر دیا۔ اور جب جیوتی کمرے کے اندر چلا گیا۔ تو باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ جیوتی جی نے اندر جا کر شری گنیش جی کا پوجن اور سمرن کیا۔ شری گنیش جی نے پرگٹ ہو کر سمرن کرنے کا سبب دریافت فرمایا۔ جیوتی نے اُن کو سارا قصہ سُنایا اور تین دن کے اندر حساب کتاب ٹھیک کر دینے کے لئے ملتجی ہوا۔ بھگت بھئے ہاری لکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ اور تین دن کے اندر سارا حساب طیار کر دیا۔ اور خود انتر دھیان ہو گئے۔

اِدھر لوگوں نے بھی پتی کو سمجھایا۔ بھلا اتنا بڑا کام ایک معصوم لڑکا کس طرح سے کر سکتا ہے۔ آپ نے بچے کی زبان پر یقین کر کے بڑی بھول کی۔ اگر کہیں لڑکا کمرے کے اندر دم گھٹ کر مر گیا۔ تو آپ کو برہم ہتیا کا پاپ لگے گا۔ بھلائی اسی میں ہے۔ کہ آپ کمرے کا دروازہ کھول کر اُسے باہر نکالیں۔ اور پھر حساب کے ختم کرنے کا کوئی دیگر انتظام کریں۔

تین دن گذر چکے تھے۔ جیوتی نے بار بر جو بات چیت ہوئی وہ سُنی وہ دروازہ کھلوانا ہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اُس نے آواز دی۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ سارے بہی کھاتے مکمل دیکھ کر دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ بھی پتی اُن بہی کھاتوں کو لیکر دربار میں گیا۔ پیشوا نے دریافت کیا کہ یہ سارا کام کس نے کیا ہے۔ اُس کو دربار میں حاضر کیا جائے!

بھی پتی نے اُسی وقت ملازمین کے ذریعہ جیوتی کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ درباری پوشاک پہن کر فوراً دربار میں حاضر ہو۔ لیکن جیوتی درباری پوشاک نہ پہن کر روز مرہ کے سادہ لباس میں ہی آ کر سر جھکا کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کے نورانی چہرے کو دیکھ کر سب درباری دنگ رہ گئے۔ پیشوا نے اُسے بڑے پیار سے اپنے پاس بُلایا۔ اور دریافت کیا کہ وہ کون ہے!

جیوتی نے سیدھی سادھی زبان میں جواب دیا۔ "راجن! میں شری بھی پتی جی کی بہن کا لڑکا ہوں۔ ماں کے ارشاد کے مطابق ماموں جی کے ہاں کام کرنے کے لئے آیا ہوا ہوں۔ آپکی مہربانی سے مجھے چار روپے ماہوار مل جاتے ہیں جس سے میرا گذارہ خوب چل رہا ہے۔"

پیشوا نے جیوتی کے سیدھے سادے جواب سے خوش ہو کر پھر دریافت کیا۔ جیوتی تین دن میں اتنا بڑا کام کیسے ہو گیا! ایسا خوشخط تو ہم نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ سچ بتاؤ کہ یہ کیا ماجرہ ہے۔"

جیوتی نے کہا۔ "مہاراج میری پرارتھنا پر بھگوان شری گنیش جی نے سارا حساب ٹھیک کر دیا ہے۔ اور یہ انکی ہی تحریر ہے۔"

اُس کے بعد پیشوا کے مزید دریافت کرنے پر جیوتی نے اُن کو سارا حال کہہ سُنایا۔ سارا حال سُنکر پیشوا بہت خوش ہوئے۔ پیشوا نے اپنے ہاتھ سے اُس کو درباری پوشاک پہنائی۔ اور تُرنت اُس کو ایک قلعہ دار بنا دیا۔ آج جیوتی کی عزت بھی پتی سے بھی بڑھ گئی۔ اب تو بھی پتی بھی بھانجے کی شان سے اپنی شان سمجھنے لگا۔ آج اُس نے اُسے سونے کے تھال میں کھانا کھلایا۔ سچ ہے۔ بھگوان کے پریم کے پاتر سب کی عزت کے مستحق کیوں نہ ہوں۔

(۴)